طبع اول : اگست ۱۹۷۱ء

تعداد : ۱۱۰۰

ناشر : پروفیسر حمید احمد خاں
ناظم ، مجلس ترقیِ ادب ، لاہور

مطبع : زرین آرٹ پریس لاہور

طابع : محمد ذوالفقار خاں

سرورق وغیرہ : مطبع عالیہ ، ۱۲۰/۵ ٹمپل روڈ ، لاہور

قیمت : دس روپے

بعون صناع بیچون و مکان بفضل خلاق زمین و زماں

۱۰۳

اردو کا کلاسیکی ادب

عبداللہ کے ڈرامے

مرتبہ

سید امتیاز علی تاج

ناشر

مجلس ترقی ادب ۲- نرسنگھ داس گارڈن کلب روڈ لاہور

ابوالاثر حفیظ جالندھری کے نام

جلد دہم

حافظ عبداللہ کے ڈرامے

فہرست

تعارف

امانت کی 'اِندر سبھا' سے لے کر آغا حشر اور اُن کے ڈراما نگار معاصرین کی تصانیف تک ، ہماری ادبی تاریخ میں ایک ایسا زمانہ گزرا جس میں اُردو ڈراما قارئینِ ادب کی توجّہ سے یکسر محروم رہا ۔ اس مدّت میں ڈراما صرف ناٹک کی حیثیّت سے دیکھا اور سنا جاتا تھا ، ادب کی حیثیّت سے پڑھا نہیں جاتا تھا ۔ ساٹھ ستّر برس کے اس دور میں پارسی تھیئٹریکل کمپنیوں کے ''کھیل'' مقبول عام تھے ۔ یہ ''کھیل'' یا ناٹک بالعموم گھٹیا کاغذ پر چھپ کر بازار میں تو آ جاتے تھے مگر ان کی طبعِ ثانی کی نوبت شاذ و نادر ہی آتی تھی ۔ اس صورتِ حال کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ پرانے ناٹک عہدِ حاضر کے قارئین کے لیے نایاب ہو کر رہ گئے ہیں ۔

سید امتیاز علی تاج مرحوم کو ڈرامے کی روایت سے جو تعلّقِ خاطر تھا ، اس کی بنا پر اُنھوں نے تاریخِ ادب کے اِس خلا کو شدّت سے محسوس کر کے اسے پُر کرنے کا تہیّہ کیا ۔ چنانچہ انھوں نے برسوں کی محنت کے بعد بہت سے معروف و غیر معروف ڈراما نگاروں کے لکھے ہوئے سو ڈیڑھ سو متن مہیّا کر لیے اور ان کے بڑے حصے کو بہ اہتمامِ تعارف و تحشیہ شائع کرنے کی غرض سے ایک جامع منصوبے کی داغ بیل ڈالی ۔ اس منصوبے میں تقریباً ایک سو ڈراموں کی اشاعت مدّ نظر تھی جو تیس جلدوں میں تقسیم کیے گئے تھے ۔

پورے منصوبے کی تکمیل کے لیے سید امتیاز علی تاج نے نہ صرف ڈراموں کے مسوّدے فراہم کر کے تیس جلدوں میں ان کی تقسیم کا خاکہ تیار کر لیا تھا ، بلکہ ان تیس جلدوں کی ترتیب کے سلسلے میں بعض جزئیات تک طے کر دی تھیں ؛ مثلاً یہ کہ ہر جلد کا انتساب کس شخص کے نام ہو -

مجوّزہ تیس جلدوں میں سے پہلی چھ جلدیں ، جو اٹھارہ ڈراموں پر مشتمل ہیں ، مرحوم کی زندگی میں شائع ہوگئیں - ایک اور جلد (جلد ہشتم) ، جس کی ترتیب مرحوم نے مکمّل کر دی تھی ، آن کی وفات کے بعد چھپی - لیکن پہلی چھ جلدوں کے علاوہ باقی جلدیں ابھی طبع نہیں ہوئی تھیں ، اور ان میں شامل ہونے والے ڈراموں میں ستّر پچھتّر ڈراموں پر نظر ثانی اور تبصرہ و تحشیہ کا کام ابھی باقی تھا کہ سیّد امتیاز علی تاج کا رشتہٗ حیات ناگہانی طور پر منقطع ہو گیا - اس سانحے کے بعد مجلسِ ترقیٔ ادب نے فیصلہ کیا کہ مرحوم کے ہاتھوں جو کام شروع ہوا تھا ، وہ جاری رہنا چاہیے - چنانچہ باقی ماندہ تیئیس جلدوں کو مطبع کے لیے تیار کرنے کا کام پروفیسر سیّد وقار عظیم کے سپرد کیا گیا - انھوں نے مجلس کی دعوت کو نہ صرف اردو ادب کی خدمت ، بلکہ ایک مرحوم دوست کی خدمت ، سمجھ کر بطیبِ خاطر قبول فرمایا -

جن سات جلدوں کا ذکر اوپر ہوا ان کے علاوہ اس سلسلے کی جتنی بھی جلدیں شائع ہو رہی ہیں ، ان میں صرف چند ابتدائی جلدوں کی جزوی ترتیب یا جزوی تحشیہ سید امتیاز علی تاج مرحوم کر چکے تھے - یہ کیفیّت قارئینِ کرام پر ان چند مذکورہ جلدوں

کے مندرجات کے ملاحظے سے خود بخود آشکار ہوگی - ساتویں سے تیسویں جلد تک (بہ استثنائے جلدِ ہشتم) فراہم شدہ مسوّدات کی نظر ثانی ، اور متن سے متعلق تعارف ، تحشیے اور تبصرے کا تقریباً پورا کام پروفیسر سید وقار عظیم کی توجّہ اور اِنہماک کا شرمندۂ احسان ہے - با ایں ہمہ پہلی چھ سات جلدوں کے مرتّب کو پورے منصوبے کی تکمیل سے جو بنیادی تعلّق ہے اسے موت کا ہاتھ بھی قطع نہیں کر سکتا - چنانچہ اس سلسلے کی ہر کتاب کے سرورق پر مرحوم کا نام اسی طرح موجود ہے جس طرح ان کی زندگی میں لامحالہ موجود ہوتا - نیز ہر جلد کا انتساب مرحوم ہی کی طرف سے ان تحریری اشارات کی روشنی میں شائع ہو رہا ہے جو مرحوم کی وفات کے بعد مجلس کو متعلّقہ کاغذات میں دستیاب ہوئے -

۳۰- جون ۱۹۷۱ع

حمید احمد خاں

ناظم

دیباچہ

فرمان فتح پوری صاحب اپنے مضمون ''قدیم اردو ڈرامے کے ایک اہم فنکار'' میں لکھتے ہیں : ''حافظ محمد عبداللہ صاحب کے مطبوعہ ڈراموں میں ان کی تصنیف یا تالیف کی جو فہرستیں بطور اشتہار ملتی ہیں ، ان سے پتا چلتا ہے کہ تقریباً پچاس منظوم ڈرامے انھوں نے لکھے تھے لیکن شاید سب کے سب محفوظ نہیں رہے . . . . میرے پاس سید محمد عبداللہ کے ۴۲ مطبوعہ ڈرامے موجود ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے :

۱۔ تحفۂ سیزدہم صدی ، معروف بہ فتنہ و نتیجۂ بدی : مرقومہ ستمبر ۱۸۸۱ع ، مطبوعہ ۱۸۹۹ع ، مطبع لامع النور فتح پور ، طبع سوم ۔

۲۔ تماشائے دلپذیر معروف بہ بے نظیر و بدر منیر : مرقومہ دسمبر ۱۸۸۱ع ، مطبوعہ ۱۸۹۹ع ، مطبع الٰہی آگرہ ، طبع سوم ۔

۳۔ فسانۂ غمگیں معروف بہ عشق فرہاد و شیریں : مرقومہ دسمبر ۱۸۸۱ع ، مطبوعہ ۱۸۹۶ع ، مطبع الٰہی آگرہ ۔

۴۔ وقائع دلگیر معروف بہ عشق رانجھا و ہیر : مرقومہ جنوری ۱۸۸۱ع ، مطبوعہ ۱۸۹۹ع مطبع الٰہی آگرہ ، طبع سوم ۔

۵۔ ستمِ ہامان و فریبِ شیطان : مرقومہ جنوری ۱۸۸۳ع ، مطبوعہ ۱۸۹۹ع ، مطبع الٰہی آگرہ ، طبع چہارم ۔

۶۔ سخاوتِ حاتم طائی یا عشقِ شیر شاہ : مرقومہ مارچ ۱۸۸۲ع ، مطبوعہ ۱۸۹۹ع ، مطبع الٰہی ، طبع سوم ۔

۷- ہوائی مجلس و ہفت نیرنگ طلسم معروف بہ عجائباتِ پرستان قسم قسم: مرقومہ مارچ ۱۸۸۳ع، مطبوعہ ۱۸۹۸ع مطبع الٰہی، طبع سوم۔
۸- بزمِ فیروز سلطان معروف بہ جشنِ پرستان: مرقومہ اپریل ۱۸۸۳ع، مطبوعہ ۱۸۹۳ع، مطبع لامع النور فتح پور، طبع اول۔
۹- سوانحِ قیسِ مفتون معروف بہ عشقِ لیلیٰ و مجنوں: مرقومہ اپریل ۱۸۸۵ع، مطبوعہ ۱۸۹۱ع مطبع الٰہی، طبع چہارم۔
۱۰- ظلمِ عمران مردود یعنی عدلِ سلطان محمود: مرقومہ اپریل ۱۸۸۵ع، مطبوعہ ۱۸۹۲ع، مطبع الٰہی، طبع دوم۔
۱۱- مرقعِ مہر انگیز و قباد معروف بہ نقشِ سلیمانی و بہشت شداد: مرقومہ نومبر ۱۸۸۵ع، مطبوعہ ۱۸۶۲ع، مطبع لامع النور، طبع دوم۔
۱۲- شکنتلا اردو: مرقومہ نومبر ۱۸۸۵ع، مطبوعہ ۱۸۹۰ع، مطبع الٰہی، اکیسویں بار۔
۱۳- انجامِ ستم عرف ظلمِ اظلم: مرقومہ جنوری ۱۸۸۶ع، مطبوعہ مطبع الٰہی آگرہ ۱۹۱۲ع، طبع چہارم۔
۱۴- ضیائے عالم و نور جہاں: مرقومہ اپریل ۱۸۸۷ع، مطبوعہ ۱۸۹۲ع، مطبع لامع النور فتح پور، طبع اول۔
۱۵- پسندیدۂ آفاق معروف بہ علی بابا و چہل قزاق: مرقومہ اپریل ۱۸۸۷ع، مطبوعہ ۱۸۸۹ع، مطبع الٰہی آگرہ، طبع چہارم۔
۱۶- دل پسندِ عالم معروف بہ فتنۂ خانم: مرقومہ مئی ۱۸۸۷ع مطبوعہ ۱۸۹۰ع، مطبع جوالا پرکاش میرٹھ، طبع دوم۔
۱۷- اِندر سبھا امانت معروف بہ ذخیرۂ عشرت: مرقومہ جون

۱۸۸۷ع ، مطبوعہ ۱۸۹۰ع، مطبع النہی آگرہ ، طبع پنجم ۔

۱۸- گنجینۂ محبت معروف بہ طلسم الفت : حصہ اول ، مرقومہ جون ۱۸۸۸ع ، مطبوعہ ۱۸۹۰ع ، مطبع النہی ، طبع سوم ۔

۱۹- گنجینۂ محبت معروف بہ طلسمِ الفت : حصہ دوم ، مرقومہ جون ۱۸۸۸ ع ، مطبوعہ ۱۸۹۷ع مطبع النہی ، طبع دوم ۔

۲۰- خونِ عاشقِ جاں باز معروف بہ جفائے مست ناز : مرقومہ نومبر ۱۸۸۷ع ، مطبوعہ ۱۸۹۸ ع ، مطبع النہی آگرہ ، طبع دوم ۔

۲۱- پولیس ڈراما : مرقومہ جولائی ۱۸۸۹ع، مطبوعہ ۱۸۹۱ ع، مطبع لامع النور فتح پور ، طبع اول ۔

۲۲- ثمرۂ نیک و بد معروف بہ عشقِ بکاولی و تاج الملوک : مرقومہ اپریل ۱۸۹۰ع، مطبوعہ ۱۸۹۳ع مطبع لامع النور ، طبع اول ۔

۲۳- عطائے سلطنت فی سبیل اللہ معروف بہ خدا دوست بادشاہ : مرقومہ اپریل ۱۸۹۰ع، مطبوعہ ۱۸۹۱ع، مطبع لامع النور ، طبع اول ۔

۲۴- مآلِ غرور عرف چندا حور یا خورشید نور : مرقومہ و مطبوعہ ۸۹۲ ع ، مطبع النہی ، طبع اول ۔

حافظ عبداللہ کے ڈراموں کے متعلق برق صدیقی فتح پوری اپنے مضمون ''ایک اہم ڈراما نگار'' میں تحریر فرماتے ہیں : ''فرمان فتح پوری کے پاس صرف چوبیس ڈرامے موجود ہیں جن کی فہرست انھوں نے اپنے مضمون میں شامل کر دی ہے ۔ یہاں ان کی فہرست کی نقل کرنا بے سود ہے ۔ پروفیسر وقار عظیم نے بجا فرمایا ہے کہ ان کے ڈرامے بے شمار (!) ہیں اور جن ڈراموں کا اشتہار عموماً ان کے ڈراموں کے ساتھ شائع ہوتا تھا ، ان کی تعداد پچاس سے زیادہ ہے ۔

بعض ڈراموں کے مکالمے از ابتدا تا انتہا منظوم ہوتے تھے اور بعض میں صرف چند جملے نثر میں ہوتے تھے ۔"

اسی مضمون میں ان کی ڈراما نگاری کے متعلق برق صاحب فرماتے ہیں : "ان کے لکھے ہوئے ڈراموں کو کسی دوسرے کے ڈراموں کا سرقہ نہیں کہا جا سکتا کیونکہ وہ خود اس کی تشریح کر دیتے تھے کہ ایسا کیوں کیا گیا ۔" اس سے اگلا فقرہ بھی برق صاحب کے اس جملے کو با معنی بنانے میں کامیاب نہیں ہو سکا : "ان کا کہنا تھا کہ وہ فرسودہ قصوں میں نئی روح پھونک کر انھیں زیادہ نظرکش اور مؤثر بناتے ہیں ۔"

حافظ عبداللہ صاحب کے سب ڈرامے میری نظر سے نہیں گزرے لیکن اٹھارہ ڈرامے میرے پاس موجود ہیں ۔ چند ڈرامے [1] میں بعض کتب خانوں میں دیکھ چکا ہوں ۔ انھوں نے ابتدائی زمانے میں ڈرامے کی خدمت ضرور کی ہے مگر ان کے کسی ڈرامے کا مطالعہ مجھے اس بات میں حافظ صاحب کا ہم خیال بنانے میں کامیاب نہیں ہو سکا کہ انھوں نے کسی فرسودہ قصے میں نئی روح پھونک کر اسے زیادہ نظرکش اور موثر بنا دیا ہے ۔

حافظ صاحب کے زیادہ تر ڈرامے ایسے ہیں جو پہلے بمبئی کے اسٹیج پر آئے اور بعد میں انھوں نے ان پر نظرثانی کر کے انھیں اپنی کمپنی کے لیے تیار کیا اور شائع کر دیا ۔ ان کی صورت یہ ہے کہ حافظ صاحب نے ان کے مناظر کی بندش میں کوئی تبدیلی نہیں کی ، کہیں کی تو بہت معمولی ۔ باقی ڈھانچا جوں کا توں اصل مصنف کا رہنے دیا ۔ جہاں تک نظم و نثر کے مکالموں کا تعلق ہے ، حافظ صاحب نے کم و بیش ان کی اصلاح کی : ساقط‌الوزن اشعار کو وزن میں لے آئے ، اشعار میں جہاں کہیں اصل مصنف کا تخلص آیا ، اسے غالباً کاپی رائٹ کی گرفت سے بچنے کے لیے خارج

کر دیا ۔ جہاں اصل مصنف کا تخلص با معنی پایا ، اسے رہنے دیا ۔ نثر میں زبان کی اغلاط کی اصلاح کی ، زبان کے اعتبار سے زیادہ کمزور ڈراموں میں کچھ نئے مکالموں کا اضافہ بھی کیا ۔ ایسے ہر کھیل کی غزلیں اور گانے عموماً نئے لکھے ۔ زیادہ تر بمبئی کے اور چند دوسرے ڈراموں پر یہ عمل کرنے کے بعد حافظ صاحب نے مطبوعہ کتاب پر اپنے آپ کو ان کا مصنف نہیں بلکہ مؤلف لکھا ہے ۔

حافظ صاحب کی تصنیفات بھی تعداد میں کچھ کم نہیں ، لیکن ان میں سے جتنی پڑھنے کو میسر آ سکیں ، ان میں ڈرامائیت عموماً کم نظر آئی ۔ داستانیں سیدھے سادھے مناظر میں باندھ دی گئی ہیں ۔ ان کی نظم و نثر میں غلطیاں تو نہیں لیکن کسی قسم کی کشش یا لذّت بھی نہیں ملتی ۔

واقعہ یہ ہے کہ حافظ صاحب کے کندھوں پر ایک تھیٹریکل کمپنی چلانے کا بہت بڑا بوجھ رکھا تھا ۔ کمپنی میں دکھانے کو آئے دن نئے ڈراموں کی ضرورت پڑتی رہتی تھی ۔ اتنی فرصت میسر نہ آتی تھی کہ طبع زاد ڈرامے لکھنے کی کوشش کر سکتے ۔ چنانچہ جو ڈراما بھی مقابلۃً بہتر ملتا اسے بنا سنوار کر اسٹیج پر لے آتے ۔ تھیٹریکل کمپنی چلا کر یہی حالت آغا حشر کی بھی ہوئی تھی ۔ انھوں نے بھی ''امرت'' سے ''ٹھنڈی آگ'' ، ''حسین قاتل'' سے ''خود پرست'' اور ''خونِ جگر'' سے ''شامِ جوانی'' تیار کر لیا تھا ۔

اس مجموعے کے لیے حافظ عبداللہ صاحب کے جو کھیل منتخب کیے گئے ہیں ، وہ ''ڈراما پسندیدۂ آفاق معروف بہ علی بابا و چہل قزاق'' ، ''سوانحِ قیسِ مفتوں معروف بہ عشقِ لیلٰی و مجنوں'' اور ''شکنتلا'' ہیں ۔

حافظ محمد عبداللہ

حافظ محمد عبداللہ فتح پوری سنی المذہب تھے اور تعصب سے بری۔ اپنے ایک شعر میں فرماتے ہیں :

موحّد ہوں میں ، صلح کُل میرا مذہب
تعصّب نہیں مجھ کو ہرگز گوارا

حافظ محمد عبداللہ موضع چتورا ضلع فتح پور (ہسوہ) یوپی کے ایک مقتدر و متموّل شیخ گھرانے سے تعلق رکھتے تھے اور موضع بلپور کے زمیندار تھے۔ ان کے مورث اعلیٰ حضرت محمد سلیم شاہ چشتی ، خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کے ہمراہ ترکستان سے ہندوستان آئے تھے۔

حافظ محمد عبداللہ فتح پوری کے والد منشی الٰہی بخش اپنے زمانے کے علومِ مروجہ میں دستگاہ کامل رکھتے تھے اور اپنے علاقے کے بڑے زمیندار ہونے کے علاوہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے دورِ حکومت میں منصفی کے عہدے پر بھی فائز تھے۔ کُل زمینداری ان کی ذاتی پیدا کردہ تھی ، یعنی نہ تو وراثت میں ملی تھی اور نہ ایسٹ انڈیا کمپنی کی بخشیدہ تھی۔ ۱۸۵۷ع کی جنگ آزادی کے وقت وہ مین پوری میں منصف تھے۔ انھوں نے جنگ آزادی میں حکومت کے خلاف اپنے ہم وطنوں کا ساتھ خفیہ طور پر دیا۔ وہ پہلے سے انگریزوں کے خلاف تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ایک مقدمے میں ایک فریق کی سفارش ایک بڑے عہدہ دار انگریز نے کی تو انھوں نے اس کی سفارش کو ٹھکراتے ہوئے دوسرے فریق کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ انگریز عہدہ دار ایک ہندوستانی کی اس

جسارت سے دل میں بہت برہم ہوا اور انتقام کی بھڑکتی ہوئی آگ لیے ہوئے موقع کا منتظر رہا - ۱۸۵۷ع میں غدر شروع ہوا تو اس نے کچھ تار کٹوا کر رات کے وقت ان کے مکان میں پھنکوا دیے اور محکمۂ پولیس کے ایک انگریز افسر کو اطلاع دے دی - تار برآمد کیا گیا اور بغاوت کے جرم میں ان کو گرفتار کر کے مقدمہ چلایا گیا۔ سازش کی گئی کہ جس طرح بھی ہو پھانسی کا حکم ہو ، لہذا پھانسی کا حکم سنا دیا گیا اور کل جائیداد اور ساز و سامان و مکانات ضبط کر لیے گئے - حافظ محمد عبداللہ نے اس حکم کے خلاف ولایت میں اپیل دائر کی جو کامیاب ہوئی ، لیکن وہاں کے فیصلے کا انتظار کیے بغیر پھانسی دے دی گئی (بوقتِ عصر پنج شنبہ ۳۱ دسمبر ۱۸۵۸ع) - رہائی کا حکم ولایت سے بعد میں پہنچا تو جائیداد اور مکانات واپس کر دیے گئے مگر ہزاروں روپے کا سامان جو نیلام ہو چکا تھا ، اُس کی قیمت ادا نہ کی گئی -

منشی الٰہی بخش کئی مواضع کے زمین دار تھے - ان کے بنوائے ہوئے کئی پختہ مکانات شہر فتح پور میں تھے - ایک تین منزلہ شاندار پختہ حویلی مع غلام گردش ، چھاپہ خانہ ، رتھ خانہ ، پائین باغ اور چاہات کے چتورا میں تھی اور کئی پختہ مکانات ایک وسیع احاطے کے اندر مین پوری میں تھے - ان کی بنوائی ہوئی ایک نہایت خوبصورت مسجد ، جس کی دیواروں پر اندر کی طرف کوڑی کا پلاسٹر ہے ، اب تک چتورا میں ان کی نوحہ خواں ہے - اسے ۱۲۶۳ھ میں تعمیر کیا گیا تھا - اتنی خوبصورت مسجد ہندوستان کے کسی گاؤں میں نہ ہوگی اور شاید ہی کسی شہر میں ہو -

منشی الٰہی بخش کے ایک لڑکی اور پانچ لڑکے تھے - منجھلے لڑکے محمد عبداللہ نے ڈراما نگاری اور اداکاری میں خاص شہرت حاصل کی اور اُنھیں کا ذکر یہاں مقصود ہے -

حافظ محمد عبداللہ فتح پوری حافظِ قرآن تھے اور عربی فارسی سے بخوبی واقفیت رکھتے تھے ۔ شعر و سخن سے بھی خاصا لگاؤ تھا ۔ حافظ تخلص کرتے تھے ۔ فن شعر سے استادانہ واقفیت رکھتے تھے ۔ لیکن وہ اسے صرف ڈراموں تک ہی محدود رکھتے تھے ۔ نہ عشقیہ غزل کہتے تھے ، نہ قصیدے لکھتے تھے کیونکہ ان سے خوشامد اور گدائی کی بو آتی ہے جو ان کی خودداری کے منافی تھی ۔ کبھی کبھی حمد اور پندِ سود مند میں طبع آزمائی کر لیتے تھے ۔

یہ پہلے ''لائٹ آف انڈیا تھیٹریکل کمپنی'' سے منسلک ہوئے اور اس میں ڈراما نویسی کے ساتھ اداکاری کا کام بھی کرتے رہے ۔ پھر ۱۸۸۱-۱۸۸۲ع میں ''دی انڈین امپیریل تھیٹریکل کمپنی آف انڈیا'' کی بنیاد ڈالی ۔ یہ اس کمپنی کے تنہا مالک اور مینجنگ ڈائریکٹر بھی تھے ۔ یہ کمپنی اُس زمانے کی بہترین کمپنی تھی ۔ اس کا مرکزی دفتر شہر فتح پور میں تھا اور تماشے دکھانے کے لیے دور دراز کے اضلاع مثلاً الہ آباد ، کانپور ، آگرہ ، میرٹھ ، فرخ آباد ، فیض آباد ، دہلی ، لکھنؤ ، رام پور وغیرہ بھی جاتی تھی ۔ رام پور میں یہ کمپنی بطور سرکاری مہمان کے مہینوں رہی ۔ یہ کمپنی چاہے جہاں تماشے دکھا رہی ہو ، اگر وہاں کوئی شخص موضع چتورا یا اس کے گرد و نواح مثلاً سنگاؤں ، سچولی ، فتح پور ہسوہ ، فرسی ، مکن پور وغیرہ کا پہنچ جاتا تو ہمیشہ فری پاس سے تماشے دیکھا کرتا تھا ۔

حافظ محمد عبداللہ کو ڈرامے اور ڈراما نگاری سے فطری شغف تھا ۔ وہ ان سے والہانہ عشق رکھتے تھے ۔ ان کو ہمہ وقت اپنے فطری ذوق کی آسودگی کی فکر رہتی تھی ۔ وہ ان کی دھن میں دنیا و مافیہا سے بے نیاز و بے خبر رہتے تھے ۔ وہ اس کے ذریعے سے روپیہ کما کر دولت مند بننے کے آرزومند نہ تھے بلکہ اس خیال کو

مضحک اور کمینہ سمجھتے تھے ۔ وہ کمپنی کی آمدنی کو کمپنی ہی میں لگا دیتے تھے اور اپنے پاس سے بھی کچھ اور خرچ کرتے رہتے تھے ۔ اسی وجہ سے ان کی کمپنی بہت جلد چوٹی کی کمپنی سمجھی جانے لگی تھی ۔ انھوں نے اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ اور اپنی دولت کی ایک ایک کوڑی اس کے لیے وقف کر دی تھی ۔ ان کا مقصد صرف تماشے دکھانا ہی نہ تھا بلکہ یہ بھی تھا کہ عوام افعالِ قبیحہ کے بد نتائج اور اعمالِ صالحہ کے نیک ثمرے سے آگاہ ہو کر اچھا انسان بننے کی کوشش کریں ۔ وہ بہت خوددار انسان تھے ۔ انھوں نے کبھی کسی کے سامنے سر نہ جھکایا ۔ ایک مرتبہ وہ ٹم ٹم پر چتورا سے فتح پور جا رہے تھے ۔ ان کے پیچھے انگریز کلکٹر ضلع کی ٹم ٹم آ گئی اور گھنٹی دی ، لیکن انھوں نے کوئی پروا نہ کی ۔ اپنی ٹم ٹم کو سڑک کے ایک کنارے نہ کیا ۔ آواز دی گئی ، کوئی پروا نہ کی ۔ آخر کلکٹر ضلع نے اپنی سواری سڑک کے ایک کنارے کر کے آگے بڑھائی اور برابر پہنچ کر کہا : ''آواز دی گئی مگر تم نے راستہ نہ دیا ، کیوں ؟'' جواب میں کہا :

''میرا فرض نہ تھا ۔ آپ کو قاعدے سے پیچھے ہی چلنا چاہیے اور اگر آگے نکلنے کی خواہش ہے تو کنارے سے نکل سکتے ہیں ، میں کیوں ہٹوں ؟ ہر شخص کو حق حاصل ہے کہ وہ سرکاری سڑک کو قاعدے سے استعمال کرے ۔ اور یوں بھی مجھے آپ پر فوقیت حاصل ہے کیونکہ آپ کلکٹر ضلع سہی ، ہیں تو نوکر ہی ، اور میں خود مختار ہوں ، کسی کا نوکر نہیں ۔''

ایک مرتبہ کمپنی الہ آباد میں تماشے دکھا رہی تھی ۔ وہاں کے انگریز سپرنٹنڈنٹ پولیس کی میم نے ان سے کہا کہ میں نصف لاگت کمپنی کو دینے کو تیار ہوں ، مجھے نصف کا حصہ دار بنا لیا جائے ، مگر آپ نے ایسا کرنے سے صاف انکار کر دیا ۔ میم

نے پھر کہا کہ نصف لاگت دے کر میں نفع بھی نہ لوں گی ، صرف میرا نام اپنے نام کے ساتھ شریک کر لیجیے ۔ یہ بھی آپ نے منظور نہیں کیا ۔ میم نے اپنے شوہر سے شکایت کی تو وہ غصے سے آگ بگولا ہو گیا اور انتقام اس طرح لیا کہ ایک رات تھیٹر میں چپکے سے آگ لگوا دی ۔ کمپنی کا سب سامان جل کر خاکستر ہو گیا ۔ حافظ صاحب سمجھ گئے کہ ایسا کیوں ہوا ۔ پوچھنے والے احباب سے کہا کہ دشمنوں کے کلیجے کی آگ ذرا دیر کے لیے ٹھنڈی ہو جانے دو تاکہ پھر اس سے زیادہ تیز آگ لگا سکوں ۔ وہ بھی تو دیکھیں کہ محمد عبداللہ کیا بلا ہے ۔ چنانچہ دوسرے ہی دن سے از سر نو کمپنی کے قیام کا انتظام شروع کر دیا گیا ؛ تمام آلاتِ موسیقی ، پردے ، پوشاکیں اور دیگر ساز و سامان آناً فاناً مہیا کر لیے گئے اور چند دنوں کے بعد ہی کمپنی نے اسی شانِ رفتہ کے ساتھ پہلا تماشا جو دکھایا ، وہ ''پولیس ڈراما'' تھا جو محکمۂ پولیس کی دست درازیوں کا آئینہ دار تھا ۔

وہ ڈراما لکھتے وقت اس میں ایسا ڈوب جاتے تھے کہ ان کو یہ بھی خبر نہ ہوتی تھی کہ وہ جو حقہ پی رہے ہیں ، وہ بالکل سرد ہو چکا ہے ۔ اگر کھانے کا وقت آ جاتا اور کھانا ان کے پاس رکھ دیا جاتا تو کھاتے بھی جاتے اور لکھتے بھی رہتے اور تھوڑی دیر کے بعد پوچھتے : ''کیا میں کھانا کھا چکا ہوں ؟''

انڈین امپیریل تھیٹریکل کمپنی کے ختم ہو جانے کے بعد ایک تھیٹریکل کمپنی فتح پور میں تماشا دکھانے آئی ۔ کئی رات تماشے دکھائے ۔ جو آمدنی روز ہوتی تھی وہ روزانہ مصارف کے لیے بھی کافی نہ ہوتی تھی ۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کمپنی اپنے مستقر کو واپس جانے کے قابل بھی نہ رہی ۔ مالک کو حافظ محمد عبداللہ کی بابت علم ہوا تو ان کو تلاش کر کے اپنی ناگفتہ بہ حالت ان سے بیان

کی اور مدد کے لیے استدعا کی ۔ ایک کثیر رقم پر تین رات کے لیے کمپنی کو حافظ صاحب کے سپرد کر دیا گیا ۔ انھوں نے ایک اچھا اور دلکش کھیل تجویز کیا اور دو دن تک اس کا پروپیگنڈا اپنے نام سے کرتے رہے اور ایکٹروں کو مار مار کر پارٹ ادا کرنے کی مشق کراتے رہے ۔ عوام ان کا نام سن کر چونک پڑے ۔ تیسری رات کو تماشا دکھایا گیا ۔ شائقین تماشا کی تعداد کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ جو آمدنی ایک رات میں ہوئی ، اس سے تین رات کے تماشوں کی مقررہ رقم بہ آسانی ادا کی جا سکی اور بہت کچھ پس انداز بھی ہوا ۔ مالک کمپنی نے شکریہ ادا کیا ور اپنے وطن واپس چلا گیا ۔

۲۸ اپریل ۱۹۲۲ع کو جمعہ کے روز آپ کا انتقال ہوگیا ۔ اولاد میں آپ نے صرف دو لڑکیاں چھوڑیں ۔ شاگردوں میں دو ڈراما نگار قابل ذکر ہیں : ایک نظیر بیگ اکبر آبادی اور دوسرے محمد عبدالوحید قیس فتح پوری جو حافظ صاحب کے حقیقی بھتیجے اور بڑے داماد بھی تھے ۔ (برق صدیقی کے مضمون ''ایک اہم ڈراما نگار'' میں سے اخذ کیا گیا) ۔

ڈراما

پسندیدۂ آفاق

معروف بہ

علی بابا و چہل قزّاق

تبصرہ

حافظ عبداللہ اپنے ڈراموں میں " مناظر کی تعریف " کے ساتھ عموماً "مناظر کی ترتیب" درج کر دینا بھی ضروری سمجھتے تھے - یہ بات چونکہ اردو کے دوسرے کسی مطبوعہ ڈرامے میں مد نظر رکھنے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی اس لیے یہاں اس کے متعلق چند باتیں واضح کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے : مناظر کی تعریف سے مراد صرف اتنی ہے کہ وہ ظاہر کیا کرتے ہیں 'بازار' یا 'مکان' یا 'محل' یا 'جنگل' یا کیا - ہمارے اسٹیج پر مناظر عموماً دو قسم کے ہوتے تھے : ایک وہ جن کی تصویر پردوں پر بنائی جاتی تھی ، ایسے پردے اسٹیج کے اوپر کے حصے میں بنے ہوئے آگے پیچھے ترتیب سے جگہ پاتے تھے - جس پردے کی ضرورت ہوتی ، وہ نقشے کی طرح کھل کر اسٹیج پر آ جاتا تھا اور ایکٹر اس کے سامنے آ کر حسب ضرورت پارٹ کیا کرتے تھے - دوسری قسم ایسے مناظر کی ہوتی تھی جو پورے اسٹیج پر سینری کے مختلف ٹکڑے جوڑ کر بنائے جاتے اور جن کے اندر ایکٹر کام کرتے تھے - اترنے چڑھنے والے پردوں سے ایک کام یہ بھی لیا جاتا تھا کہ جب ایکٹر ان کے سامنے کام کر رہے ہوتے تو پیچھے پورے اسٹیج کا بڑا منظر مرتب کر دیا جاتا تھا - چنانچہ تماشے کے دوران میں کسی وقفے سے کوئی خلل نہیں پڑنے پاتا تھا - حافظ عبداللہ اپنے دیباچے میں لکھتے ہیں : "میں نے اس ناٹک میں ان پردوں کے نمبر ترتیب کو جن سے مواقع ناٹک دکھلائے جاتے ہیں ، بہ لحاظ اسٹیج قائم کر دیا ہے اور ان کا شمار ڈراپ سین کی طرف سے کیا ہے - ان کے قائم کر دینے سے یہ بڑی سہولت ہے کہ اثنائے تماشا میں ایسا وقفہ نہیں ہوتا جو بے ضرورت ہے -"

ڈراما مرتّب کرنے وقت نیچے حاشیے میں ہر منظر کا وہ ترتیبی نمبر بھی درج کر دیا گیا ہے جس کے مطابق وہ پردے کی صورت میں اترتا چڑھتا یا پورے اسٹیج پر دکھایا جاتا تھا ۔ ترتیب کے اعتبار سے پردوں اور منظروں کی فہرست یہ ہے :

(۱) ڈراپ سین ۔
(۲) بازار ۔
(۳) دیوان خانہ ۔
(۴) جنگل ۔
(۵) باغ ۔
(۶) دروازۂ محل ۔
(۷) مکانِ علی بابا ۔
(۸) دکان ۔
(۹) محل ۔
(۱۰) صحرائے سم سم ۔
(۱۱) دالان ۔

ان میں سے حسبِ ضرورت پردہ یا موقع دکھانے کے لیے منتخب کر لیا جاتا تھا ۔

پسندیدۂ آفاق

معروف بہ

علی بابا و چہل قزّاق

مصنّفہ

حافظ محمد عبداللہ صاحب زمیندار بلہورہ

پروپرائٹر

انڈین امپیریل تھیئٹریکل کمپنی

حمایت عالی جناب معلی القاب سری سوائی مہاراج نہال چند
کندر بہادر والیِ ریاست دھول پورہ پیٹرن کمپنی مذکور

مطبع الٰہی آگرہ میں محمد چھجو خاں کے اہتمام سے چھپا

☆

دیباچۂ مصنف

حمد و نعت کے بعد خیر خواہِ خلق اللہ محمد عبداللہ بن منشی شیخ الٰہی بخش مغفور متوطن چتورا ضلع فتح پور ناظرینِ حکایاتِ غریب و شائقینِ قصصِ عجیب کی خدمت والا درجت میں التماس کرتا ہے کہ میں نے یہ ناٹک اپنی جماعت موسومہ انڈین امپیریل تھیٹریکل کمپنی کے لیے حسبِ ایما عالی جناب معلیٰ القاب سدہ سری مہاراجہ دھیراج سری راجہ سوائی رئیس الدولہ سپہ دارالملک سرآمد راجہ ہائے سری سوائی مہاراج رانا نہال سنگھ لوکندر بہادر دلیر جنگ جی دیو، ایم سی آئی ایچ دام اقبالہ و ملکہ والیِ ریاست دھولپور پیٹرن کمپنی مذکورہ بالا ماہ اپریل ۱۸۸۷ع کو مقام شہر میرٹھ میں تالیف کر کے بنام ''پسندیدۂ آفاق معروف بہ علی بابا چہل قزاق'' موسوم کیا تھا اور مطبع شگوفۂ فیض میرٹھ میں چھپوا دیا تھا ۔ اب ۱۸۸۹ع میں بمقام شہر میرٹھ پھر اس کھیل کو کھیلنے میں ترتیب کیا ہے اور اس طرح پر جیسے کہ بالفعل کمپنی مذکورہ بالا کے ایکٹر اس کھیل کو کھیلتے ہیں، ترتیب دیا ہے ۔ قصہ ناٹک ھذا کتاب 'الف لیلہ' کی چوتھی جلد سے لیا گیا ہے اور بہ کمی و بیشی بعض مضامین، جدید طرز پر مرتّب ہو کر عربی، ہندی، انگریزی عروض کی مختلف بحروں میں بزبان فصیح اردو نظم کیا گیا ہے ۔ بعض چیزیں دیگر شعرا کی طبع زاد بھی لی ہیں جو ضروری ترمیم کے بعد اس میں داخل کی ہیں ۔ اس کھیل میں قناعت کو باعث عیش جاودانی و حصولِ عزت، اور طمع کو موجبِ ذلت و ہلاکت ثابت کیا ہے، یعنی قانع و طامع دونوں کا نیک و بد انجام دکھلایا ہے ۔ اگرچہ

یہ ناٹک بظاہر کھیل تماشے کی کتاب ہے ، لیکن حقیقتاً پند نامۂ لاجواب ہے -

اس ناٹک میں ہر ایک چیز کی 'دھن تال کو فنِ موسیقی کے اعتبار سے قایم کیا ہے اور کسی ایسی معروف و مشہور چیز کے حوالے سے ، جو اکثر اسی 'دھن تال میں گائی جاتی ہے ، اس کا طرز بھی جتا دیا ہے ، کیونکہ کلام خاص آپیرا ناٹک میں اسی راگ یا راگنی میں استعمال ہوتا ہے جو متکلم کی حالتِ موجودہ کے موافق و مناسبِ حال ہوتا ہے ، مگر عام چیزوں کی دھن میں لحاظِ وقت ضرور ہے ورنہ ایکٹر کا قصور ہے - میں نے اس ناٹک میں ان پردوں کے نمبر ترتیب کو ، جن سے مواقع ناٹک دکھلائے جاتے ہیں ، بلحاظ اسٹیج قایم کر دیا ہے اور ان کا شمار ڈراپ سین کی طرف سے کیا ہے - ان کے قایم کر دینے سے یہ بڑی سہولت ہے کہ اثنائے تماشا میں ایسا وقفہ نہیں ہوتا جو بے ضرورت ہے -

میری یہ بھی عرض ہے کہ اگر کوئی صاحب اس کتاب میں کسی قسم کا سہو یا کچھ غلطی پائیں تو براہِ نوازش مؤلف کو ضرور مطلع فرمائیں تا کہ آیندہ اس کی اصلاح عمل میں آئے اور وہ نقص رفع ہو جائے -

بمقام شہر میرٹھ
۱۵- مئی ۱۸۸۹ ع

العبد
محمد عبداللہ مؤلف

تختۂ ناٹک

مذکّر (مرد) :

علی بابا : ہیزم فروش ، باشندۂ ملکِ فارس

قاسم : سوداگرِ بزرگ ، برادرِ کلاں علی بابا

بابا حسن : پسرِ علی بابا

خواجہ حسن : سردارِ قزّاقاں

قزّاق : چالیس ٹھگ

مصطفیٰ مُلاّ : خیاطِ کفن دوز

مارواڑی : قرض خواہِ مصطفیٰ مُلاّ

مؤنّث (عورتیں) :

خجستہ : زوجۂ علی بابا

گل رُو : زوجۂ قاسم

مرجینا : وفادار کنیزِ علی بابا ، بعدہ زوجۂ بابا حسن

احباب ، خدمت گار وغیرہم

مقام :

پارس : ایک ملک

پہلا ایکٹ

پہلا سین

صحرائے سم سم

[علی بابا کا لکڑیاں توڑتے ہوئے نظر آنا اور حمدِ خدا گانا]

علی بابا : **لاونی**[1]

اے میرے خالقِ دونوں جہاں ! اک مالک و مختار ہے تو
کوئی بھی نہیں شریک تیرا ، واحد بے تکرار ہے تو
بھوکوں کا رازق ہے بےشک ، ننگوں کا ستّار ہے تو
کُل عالم کا پالنے والا ، ہر لحظہ ، ہر بار ہے تو

جھول

بھائی نے میرے پائی وہ دولت کرتا ہے عیش و عشرت
کرتا ہے عیش و عشرت وہ تو ، مجھ پر آئی مصیبت
مجھ پر آئی مصیبت ، ہر دم کرتا ہوں میں محنت
کرتا ہوں میں محنت لیکن تن میں نہیں ہے طاقت
— کیسے توڑوں لکڑیاں
عرض کروں کیا[2] اپنی حالت واقفِ حالِ زار ہے تو
— اے میرے خالق

۱- دھن کلیان ، تال قوالی -
طرز : ''ضائع کرو اب کوڑی نہ ہرگز ، چاہو جو درجہ تونگر کا -''

میں بے چارہ ، ہائے کہاں تک رنج و الم کو اٹھاؤں
رنج و الم کے اٹھانے سے ہے بہتر ، جان گنواؤں
جان گنواؤں بے‌شک یا تو دولتِ غیبی پاؤں
دولتِ غیبی پا کے یہاں سے شاد ہو گھر کو جاؤں

— یا خدا ہو مہرباں

کر سکتا زردار کو مفلس ، مفلس کو زردار ہے تو

[علی بابا کا قزاقوں کو دور سے آتا ہوا دیکھ کر گھبرانا]

لشکر[۳] یہ کس کا آتا ہے ، کس پر چڑھائی ہے ؟
مطلق خبر نہیں مجھے ، کس سے لڑائی ہے ؟
دیکھوں تو چڑھ کے پیڑ پہ ، جاتا ہے یہ کہاں
یا ان کے ہاتھ سے ہی قضا میری آئی ہے

[علی بابا کا ایک درخت پر چڑھ کر چھپ جانا ، قزاقوں[۴] کا مع مالِ غارت آ کر درِ خزانہ کھولنے کے لیے افسوں گانا]

سردار : گانا[۵]

کھل جا فوراً اے سم سم رکھیں تجھ میں تا اس دم
لائے ہیں جو دولت ہم کھل جا (فوراً) اے سم‌سم!

[خزانے کا دروازہ کھل جانا ، سردار کا سب قزاقوں کو لانا]

۳- تحت‌اللفظ (مصنّف) - اصل میں چاروں مصرعوں کا عنوان رباعی دیا گیا تھا - مصرعے رباعی کی بحر میں نہیں ، لیکن کھیل میں اس قسم کے تمام تحت‌اللفظ ادا کیے جانے والے قطعات پر رباعی کا عنوان ہی دیا گیا ہے - مرتّب نے ایسے عنوان نا موزوں سمجھتے ہوئے ہر جگہ انھیں حذف کر دیا ہے -

۵- انگریزی وزن ، دھن کلیان ، تال قوالی -
طرز : ''کمال مہر تیری سبحان -''

سردار : گانا

مقیم چہل یار ، یہاں ہوں ایک بار
کریں نیام اپنی اپنی تیغِ آب دار

پہلا قزاق : گئے جو شرق پانچ
دوسرا قزاق : کرائیں زر کی جانچ
پانچ قزاق : چرا کے لائیں ہم تو اشرفی کئی ہزار
پہلا قزاق : تمھیں ہے آفریں !
دوسرا قزاق : جری ہو بالیقیں !
سردار : خزانے میں کرو یہ جمع کر کے تم شمار — مقیم

[پانچ قزاقوں کا مع مالِ غارت خزانے کے اندر جانا]

پہلا قزاق : گئے جو غرب سات
دوسرا قزاق : سنائیں زر کی بات
سات قزاق : ہمارے ہاتھ آئیں[ع] ہیرے موتیوں کے ہار
پہلا قزاق : تمھیں ہو آفریں !
دوسرا قزاق : جری ہو بالیقیں !
سردار : خزانے میں کرو یہ جمع کر کے تم شمار — مقیم

[سات قزاقوں کا مع مالِ غارت خزانے کے اندر جانا]

ع۔ انگریزی وزن : دھن ضلع کلیان ، تال دادرا ۔
طرز : "اٹھا کے بار ہم قدم قدم ۔"

پہلا قزاق : گئے جو دس شمال

دوسرا قزاق : وہ لائے کیا ہیں مال ؟

دس قزاق : شراب لائے ہم چرا کے دیکھو ذی وقار

پہلا قزاق : تمھیں ہو آفریں !

دوسرا قزاق : جری ہو بالیقیں !

سردار : خزانے میں کرو یہ جمع کر کے تم شمار — مقیم

[دس قزاقوں کا مع مالِ غارت خزانے کے اندر جانا]

پہلا قزاق : جو پندرہ جنوب

دوسرا قزاق : گئے تھے ، سب ہیں خوب

پندرہ قزاق : لباس کارچوبی لائے لوٹ جاں نثار

پہلا قزاق : تمھیں ہے آفریں !

دوسرا قزاق : جری ہو بالیقیں !

سردار : خزانے میں کرو یہ جمع کر کے تم شمار — مقیم

[سب کا خزانے میں درآنا ، دروازے کا بند ہو جانا ، علی بابا کا درخت سے اُتر کر گھبرانا]

علی بابا : گانا[۸]

یا رب مجھے بچا ! یا رب مجھے بچا !
دشمنوں کے بیچ میں تو لائی ہے قضا
مجھ کو یہاں جو دیکھیں گے تو مار ڈالیں گے
یعنی وہ اک بلا سمجھ کے سر سے ٹالیں گے

۸- انگریزی وزن : دھن ضلع جھنجوٹی ، تال دادرا ۔
طرز : ”تیار ہے یہ ناگ ۔“

آفت میں ہوں پھنسا ، آفت میں ہوں پھنسا
دشمنوں کے بیچ میں تو لائی ہے قضا

جو بھاگ جاتا ہوں تو میں[9] اٹھاؤں کیسے پاؤں
جو رہتا ہوں تو موت آئی کیسے جان بچاؤں

ہے تیرا آسرا ، ہے تیرا آسرا
دشمنوں کے بیچ میں تو لائی ہے قضا

جاتا ہوں اب یہاں سے ، وہ آئے آئے آئے
ملتا[10] نہیں ہے راستہ بھی ، ہائے ہائے ہائے

پھانسی میں ہے[11] گلا ، پھانسی میں ہے گلا
دشمنوں کے بیچ میں تو لائی ہے قضا

چھپتا ہوں جا کے پھر وہیں ، تدبیر کیا کروں
دیکھوں گا جو دکھائے گی تقدیر ، کیا کروں

ناچار ہو گیا ، ناچار ہو گیا
دشمنوں کے بیچ میں تو لائی ہے قضا

[علی بابا کا پھر درخت پر چڑھ کر چھپ جانا ، قزاقوں[12] کا
خزانے کے دروازے سے باہر آنا]

سردار : گانا[13]

بند ہو فوراً اے سم سم ! تا جائیں بے خوف و غم
کام پہ اپنے یاں سے ہم بند ہو فوراً اے سم سم !

۱۳- انگریزی وزن : دھن کلیان ، تال قوالی ۔
(طرز کا حوالہ درج نہیں ۔ مرتب)

سردار : **گانا**[۱۴]

جلد چلو بہادرو ! ہاتھوں میں سب کھینچے تلوار
آفریں آفریں تم کو یارو ، باندھے ہو پانچوں ہتھیار

— جلد چلو

برچھی ، بھالا تیر و تفنگ اور ہاتھ میں لو خنجر خونخوار
لوٹنا دولت مندوں کے گھر ، گھر والوں کو دینا مار

— جلد چلو

دو دو دو دو ہو جاؤ تم ، آگے تمھارے ہے جمعدار
آؤ میرے پیچھے پیچھے ، دشمنوں کا تم کرنے شکار

— جلد چلو

[ٹھگوں کا جانا ، علی بابا کا درخت سے[۱۵] اُتر آنا]

علی بابا : حیراں ہوں دیکھ کر یہ طلسمات ، کیا کروں
آتی نہیں ہے عقل میں کچھ بات ، کیا کروں
دولت یہ ہاتھ آئی ہے ، ہیہات کیا کروں
پہنچے گی کیسے گھر مرے، میں گھات کیا کروں
سم سم ہے گنج ، بات یہ اٹکل میں تُل گئی
دروازہ کیا کھلا ، مری تقدیر کھل گئی

[علی بابا کا در سم سم پر آنا]

۱۴- انگریزی وزن ، دھن بھوپالی ، تال قوالی ۔
طرز : ''لشکن سے ہیں جنگ پہ جاتے اب تو بہادر لشکن خاں ۔''

علی بابا :　　　　　　**گانا**[۱۶]

کھل جا فوراً اے سم سم !　تا کچھ تجھ سے ، دولت ہم
لے جائیں گھر کو اس دم　کھل جا (فوراً) اے سم سم!

[درِ سم‌سم کا کھل جانا ، علی بابا کا اندر جا کر ایک صندوق
اشرفی لے آنا]

گانا[۱۷]

بند ہو فوراً اے سم سم !　تا جائیں بے خوف و غم
گھر کو اپنے یاں سے ہم　بند ہو (فوراً) اے سم سم!

[درِ خزانہ کا بند ہو جانا]

گانا[۱۸]

جلد یاں سے بھاگ جاؤں ، اب میں ہوشیار
اشرفیاں اس میں تو بھری ہیں بے شمار
آئیں ایک بار جو چور خونخوار
جیتا چھوڑیں گے نہ وہ ، میں ہوتا ہوں فرار

[علی بابا کا صندوق سر پر لیے بھاگ جانا]

۱۶- انگریزی وزن - دھن کلیان ، تال قوالی -
طرز : ”کمال مہر تیری سبحان -“
۱۷- انگریزی وزن : دھن کلیان ، تال قوالی -
طرز : ”کمال مہر تیری سبحان“ -
۱۸- انگریزی وزن : دھن ضلع بلاول ، تال دادرا -
طرز : ”ناچ ناچو ناچ ناچو ناچو ، بدکار -“

دوسرا سین

جنگل

[سب قزاقوں کا آنا]

سب قزاق : گانا[1]

شہر لوٹے گا تو لوٹے لوٹے بازار
ہے ڈکیتی اور چوری اپنا بس کار
اب تو ایک بار چالیسوں یار
شاہ کا خزانہ لوٹیں تا ہوں مال دار

[جانا[2]]

۱۔ انگریزی وزن : دھن ضلع بلاول ، تال دادرا ۔
طرز : "ناچ ناچو ناچ ناچو ناچو بدکار ۔"

تیسرا سین

مکانِ علی بابا

[خجستہ زوجۂ علی بابا کا انتظارِ شوہر میں بے قرار نظر آنا]

خجستہ : غزل[1]

شوہر تو اب تک آیا نہ ، تدبیر کیا کروں ؟
تو ہی بتا دے کاتبِ تقدیر ! کیا کروں ؟

لینے گیا تھا لکڑیاں جنگل سے وہ جواں
پلٹا نہ گھر کو اے فلکِ پیر ! کیا کروں ؟

ہے صبح سے گیا ہوا ، اب شام ہوگئی
کب تک پھرے گا ، سخت ہوں دل گیر کیا کروں؟

لا کر بہ خیریت مرے شوہر کو اے خدا !
مجھ سے ملا دے ، اور میں تقریر کیا کروں ؟

یا رب ! ملا دے مجھ سے لکڑ ہارے کو مرے
جو وہ نہ ہو تو پارس و اکسیر کیا کروں ؟

[علی بابا کا صندوق سر پر لیے ہوئے آنا]

۱- دھن مانڈ ، تال دادرا ۔
طرز : ''جمشید کا تو جام فقط تھا جہاں نما ۔''

علی بابا : **گانا[۲]**

جلد اِدھر آ ، غم کرتی ہے بیٹھی میری پیاری !
ہنسی خوشی سے گلے لپٹ جا ، مفلسی دور ہوئی ساری
پھٹے پرانے پھینک دے کپڑے تن سے اپنے آتار
بہ[۳] فضلِ خدا پہناؤں تجھ کو لباس زرّیں میں ساری
دیکھ ذرا صندوق کھول کر اشرفیاں ہیں بھری ہوئی
امیر کہلائیں گے اب ہم ، اتنے دن تھے بھکاری

خجستہ : **غزل[۴]**

کہاں سے پایا ہے صندوق کچھ پتا دیجے[۵] ؟
ملی ہیں اشرفیاں کیسے ، یہ بتا دیجے ؟
خزانہ مل گیا ، کہیے تو آپ کو کیوں کر ؟
تمام حال مفصّل مجھے سنا دیجے
چُرا کے لائے یہ دولت کہیں سے شاید آپ
ہمیں نہ چاہیے ، پھینک اس کو برملا دیجے

علی بابا : **غزل[۶]**

ہماری دیکھ کے لا چاری ، بے کسی ، محنت
خدا نے رحم کیا ، بخشی غیب سے دولت

۲- انگریزی وزن : دھن بھوپالی ، تال قوالی ۔
طرز : ''لٹکن سے ہیں جنگ پہ جاتے اب تو بہادر لٹکن خاں'' ۔
۴- دھن ضلع سارنگ ، تال دادرا ۔
طرز : ''یہ چرخ نیلگوں گرد و غبار سے نہ چھپا'' ۔
۶- طرزِ مذکور ۔

کٹی غریبی میں اتنی تو عمر، لیکن اب
امیر کر دیا خالق نے، اُس کی ہے قدرت
یہ مال چوروں کا، حق نے ہمیں حلال کیا
خزانہ قبضے میں اک آ گیا ہے بے دقّت

خجستہ : غزل[۷]

کیا حلال خدا نے تو بس حلال ہے یہ
خزانہ غیب کا جو ہے تو لازوال ہے یہ
یقین ہو گیا اب مجھ کو، شک نہیں اصلا
ضرور ہم پہ ہوا لطفِ ذوالجلال ہے یہ
شمار کر کے انھیں اب شتاب دفن کروں
نہ دیکھ لے کوئی حاسد، بڑا خیال ہے یہ

[خجستہ کا اشرفیوں کو گننا]

علی بابا : کیا تم دیوانی ہو ؟ گنتے گنتے سب رات گزر جائے گی مگر یہ دولت شمار میں نہ آئے گی ۔ اگر حساب کرنا منظور ہے تو ہاتھ میں ترازو لو اور اشرفیوں کو تول زمیں میں دفن کردو ۔

خجستہ : میاں ! ترازو تو اپنے گھر میں بھی نہیں، کہاں سے لاؤں ؟ جہاں بتاؤ وہاں جاؤں ؟

۷۔ دھن ضلع، تال دادرا ۔
طرز : "سنبھالو تیغِ ادا کو ذرا سنو تو سہی ۔"

علی بابا : ترازو گھر میں ہے قاسم کے ، جلد تم لاؤ
نہ ہو جو بھائی تو پھر میری بھابی سے مانگو
یہ کہنا "بھیجا مجھے ہے ترازو لینے کو
ابھی میں لاتی ہوں ، کچھ تولنا ہے ، جلدی دو"
وہ لاکھ پوچھے کہ کیا تولے گی ؟ مگر زنہار
نہ کہنا حال کچھ اس سے ، بڑی ہے وہ مکّار

خجستہ : جٹھانی کے کب دم میں آتی ہوں میں
ترازو ابھی جا کے لاتی ہوں میں

[خجستہ کا جانا]

چوتھا سین

دیوان خانہ

[قاسم کا اپنی مال داری پر غرور کرتے ہوئے نظر آنا]

قاسم : غزل[1]

مجھ سا امیر دہر میں اب دوسرا نہیں
فضلِ خدا سے ہے مرے گھر آج کیا نہیں
قاسم ہے میرا نام ، امیرِ کبیر ہوں
زر کی مرے خزانے میں کچھ انتہا نہیں
پر میرا چھوٹا بھائی علی بابا ہے غریب
اُس کو خدا نے اچھا مقدّر دیا نہیں
سسرال سے ملا ہے یہ سب مال و زر مجھے
کیوں اُس کو دوں کہ ترکہ ہے کچھ باپ کا نہیں
محتاج جس کو حق نے ازل سے بنایا ہو
مذہب میں اپنے دینا اُسے کچھ روا نہیں

[گل رو کا داخل ہونا[2]]

۱۔ دھن ضلع جھنجوٹی ، تال دادرا ۔
طرز : ''ہم دردِ ہجرِ یار سے گھبرائے جاتے ہیں ۔''

گل رو : مشہور گو جہاں میں ہو زر دار تم ہزار
دولت کا پر تمھاری تو ہو سکتا ہے شمار
بھائی تمھارا چھوٹا علی بابا ذی وقار
لاریب تم سے بڑھ کے ہے اِن روزوں مال دار
گھر کی تمھارے اشرفی گننے میں آتی ہیں
اُس کے یہاں ترازو سے وہ تولی جاتی ہیں

قاسم : میرا تو چھوٹا بھائی خدایا ! غریب ہے !
دولت کہاں سے اِتنی وہ لایا غریب ہے !
تقدیرِ بد کا اپنی ستایا غریب ہے
کپڑوں سے تن کے تنگ وہ آیا غریب ہے
محتاج روٹی کا بھی مرا چھوٹا بھائی ہے
دولت کہاں سے پاس بھلا اُس کے آئی ہے

گل رو : سنو تو ، رات کو بھاوج تمھاری آئی تھی
ترازو[۳] مانگنے آئی تھی مجھ سے وہ تیری
میں دل میں سوچی[۴] خدا جانے کیا وہ تولے گی
لگا کے چربی ترازو میں نیچے میں نے دی
ترازو گھر میں وہ جب اپنے پھیر کر لائی
تو اشرفی یہ اُسی میں لگی ہوئی پائی

[گل رُو کا اشرفی دکھانا]

قاسم : ابھی تو بھائی کا دریافت حال کرتا ہوں
تمام دور یہ رنج و ملال کرتا ہوں

میں اپنے دل میں یہ باطل خیال کرتا ہوں
جو ہو سو ہو، غرض اُس سے سوال کرتا ہوں
کہ تیرے ہاتھ بہت مال آیا اے بھائی !
غضب ہے مجھ سے بھی تونے چھپایا اے بھائی !

[قاسم کا ایک طرف جانا اور گل رُو کا دوسری طرف جانا]

پانچواں سین

باغ

[علی بابا کا شراب پیتے ہوئے نظر آنا]

علی بابا : **ٹھمری**[1]

پیتا ہوں میں شراب اب
ملی دولت ہے بےحساب[2] مجھ کو — پیتا
کبھی برانڈی[3] ، کبھی ہے شیمپین[4]
کھاتا ہوں کوفتہ کباب اب — ملی
کبھی ہے پورٹ وائین بئر[5] کبھی ہے
بسکٹ ہیں نایاب اب — ملی
کبھی ہے گانجا ، چرس کبھی ہے
چنڈو پیوں بے حساب اب — ملی
کبھی ہے ، تاڑی کبھی ہے سیندی[6]
بھنگ بجائے آب اب — ملی

[قاسم کا آنا ، علی بابا کا اُس کو دیکھ کے گھبرانا]

۱۔ دھن ضلع کلیان ؛ تال کہروا ۔
طرز : ''راجا میں بن جاؤں ، تجھے رانی بناؤں'' ۔
۳ ، ۴ ، ۵۔ Brandy, champagne, port, wine, beer انگریزی شرابوں کے نام ۔

قاسم : **ٹھمری**[۸]

روٹی کھانے کو نہیں تھی ، پینے لگا ہے شراب تو[۸] !
ماروں گا تجھ کو ، بات کا میری جو نہیں دے گا جواب تو[۹] ـــ روٹی
دولت بے حد پا کر تو نے بے شک مجھ سے چھپائی ہے
کہاں سے لایا جلد بتا دے ، مرے گا خانہ خراب تو ـــ روٹی
ورنہ ابھی لے جاؤں گا تجھ کو باندھ کے میں کوتوال کے پاس
اشرفیوں کو چرایا تو نے ، کہوں تو پائے عذاب تو ـــ روٹی
میں ہوں بڑا بھائی تیرا قاسم ، تو ہے علی بابا چھوٹا
دیکھ بڑے بھائی کا یہ کہنا مان لے دل سے شتاب تو ـــ روٹی

علی بابا : **ٹھمری**[۱۰]

اگر ہوتی دولت مرے پاس آج
کرتا جہاں میں راج ــ اگر ہوتی
میں ہوں بھکاری ، کیسی دولت
گھر میں نہیں اناج ــ اگر ہوتی
بیچتا ہوں جنگل کی لکڑی
روٹی کا ہوں محتاج ــ اگر ہوتی
روپیہ بڑا ملا آس کی لی ہے
آئی نہ مجھ کو لاج ــ اگر ہوتی

قاسم : نادان کوئی راز چھپاتا ہے بھائی سے ؟
بھائی جہاں میں فیض اٹھاتا ہے بھائی سے

۸- دھن ضلع ، تال قوالی ۔
طرز : ''اپنے شہزادۂ عالم کے لیے ۔''
۱۰- دھن بھیرویں ، تال ٹھیکہ ۔
طرز : '' کہاں پاؤں کہاں پاؤں یار ۔''

علی بابا : کہتا ہوں ، گوشِ دل سے ذرا سنیے نیک نام
لاتا تھا میں جو لکڑیاں جنگل کی صبح و شام
پایا ہے اک خزانہ وہاں میں نے لا کلام
احوال کیا سناؤں کہ حیرت کا ہے مقام
واں پاسباں نہیں کوئی ، جو ہیں تو سور ہیں
بس مالک اُس خزانے کے چالیس چور ہیں

قاسم : اے بھائی! بچ کے چوروں سے تو آیا کس طرح؟
زر بے حساب اُن کا اٹھا لایا کس طرح ؟

علی بابا : میں توڑتا تھا لکڑیاں جنگل میں بے خبر
چالیس چور سامنے آئے مجھے نظر
گھبرا کے میں تو چڑھ گیا بس ایک پیڑ پر
اُس کے ہی پاس آئے وہ چالیسوں بد گُہر
دیکھا تو مال چوری کا ہر اک کے پاس تھا
ہنس ہنس وہ باتیں کرتے تھے ، میں بد حواس تھا

قاسم : (خفا ہوکر)

مکار! مکر چھوڑ ، نہ چالاکی اب جتا
جس طرح لایا اشرفیاں ، طور وہ بتا ؟

علی بابا : اے بھائی صاحب ! آپ کے سر کی قسم ! اشرفیاں لانے کا حال بے کم و کاست عرض کرتا ہوں ، سنو ، للہ مجھ سے خفا نہ ہوجیے ۔

جا کر درِ خزانہ پہ سردار نے کہا
سم سم تو کھل جا ! بس وہیں دروازہ کھل گیا

سب مال رکھ خزانے میں باہر سے برملا
کہنے لگا وہ ، چوروں کو سردار جو کہ تھا
سم سم تُو بند ہو جا ! تو در بند ہو گیا
وہ ہو گئے روانہ ، میں خرسند ہو گیا
میں نے کہا خزانے کے نزدیک آن کر
سم سم تو کھل جا! کہتے ہی بس کھل گیا وہ در
صندوق ایک اشرفیوں کا میں زود تر
لے آیا ہوں ضرور اُٹھا کر وہاں سے گھر
کنجی ہے اُس خزانے کی ''سم سم'' اے بھائی جان
جاؤ تو یاد رکھو یہ ہر دم اے بھائی جان !

قاسم : لے کر کے دس گدھے ابھی لاتا ہوں سب وہ مال
پھر چھین لوں گا تیرا بھی سب مال بد خصال !

[قاسم کا جانا ، علی بابا کا پچھتانا]

علی بابا : غزل[۱۱]

یہ کیسی بات قاسم نے سنائی ہے
رگ و پے میں بدی اُس کے سمائی ہے
خزانہ لا کے میرا بھی وہ زر لے گا اب
غضب خود مطلبی دنیا میں چھائی ہے

۱۱- دھن بلاول ، تال قوالی -
طرز : ''کنیزک میں ، مری سرکار ہیں صاحب -''

یگانہ کوئی سمجھے آہ کس کو
نہیں اس دور میں بھائی کا بھائی ہے
عجب اُلٹا زمانہ آہ یہ آیا
بھلائی کا عوض جس میں برائی ہے
بڑھی حد سے فزوں جب طمع حافظ
تو جانو موت اب طامع کی آئی ہے

[جانا ۱۲]

چھٹا سین

صحرائے سم سم

[قاسم کا درِ سم سم پر کھڑا ہونا اور اُس کے گدھوں کا جھاڑیوں سے بندھا نظر آنا]

قاسم : گانا[1]

کھل جا فوراً اے سم سم ! تا سب تجھ سے دولت ہم !
لے جائیں گھر کو اس دم کھل جا فوراً اے سم سم !

[درِ سم سم کھل کر قاسم کا اندر بند ہو جانا اور قزاقوں کا آنا]

سردار : خدا خیر کرے ! یہ گدھے کہاں سے آن مرے ؟ ان کو یہاں کون لایا ہے ؟ خدا نخواستہ کیا کسی نے ہمارا بھید پایا ہے ؟

[اندر سے قاسم کی آواز کا آنا ، ٹھگوں کا گھبرانا]

قاسم : یا ذوالجلال ! مجھے اس قید سے نکال ۔

پہلا قزاق : یہ کس کا شور ہے ؟

دوسرا قزاق : خزانے کے اندر کوئی چور ہے ۔

۱۔ دھن کلیان ، تال قوالی ۔
طرز : ''کہاں سہر تیری سبحان'' ۔

سردار : گانا[۲]

کھل جا فوراً اے سم سم
اندر بولا چور اس دم
لائیں پکڑ باہر آسے ہم
کھل جا فوراً اے سم سم!

سردار : اے بےوقوف! کون ہے، تو رہتا ہے کہاں؟
دامن پکڑ کے موت ہے لائی تجھے یہاں
چوری کے واسطے تو خزانہ میں آیا تھا
حسرت میں مال و زر کی عبث دے گا اپنی جان

[قاسم کا اپنی بےقصوری جتانا]

قاسم : لاونی[۳]

سنیے خدا را واقعہ سارا، میں ہوں بہت ناچار
لکڑیاں لینے یاں آیا تھا، کھلا یکایک غار
حیراں ہوکر گیا میں اندر دیکھوں ہے کیا اسرار
بند ہوا در، آنا باہر ہوگیا بس دشوار
گھر جاؤں گا، یاں آؤں گا اب نہ کبھی زنہار
بہر خدا تم بخشو خطا میری، میرے[۳] سردار

۲۔ انگریزی وزن : دھن کلیان، تال قوالی۔
طرز : ''کہاں مہر تیری سبحان۔''
۳۔ دھن پیلو، تال قوالی۔
طرز : ''میرے پدر ہو رشک قمر ہو۔''

سب چور : گانا[۵]

سنیے اے حضور! ہے یہ ُپر قصور! اسی آن بے گماں
ــ قتل ہے ضرور

ہے ایسا بدکار الامان ، ہڈیاں اس کی کیجیے چور
کھینچو تلوار مل کر ایک بار لے لو جان پہلوان ہے بڑا مغرور
ہے ایسا یہ بدکار شیطان بے ایمان کیجیے سر کو دور
آج تک یقین آیا ہے نہیں اس مکان میں یہاں کوئی ذی شعور
ہے ایسا یہ بدکار لے لو جان اس کی جان کرے نہ تا کہ زور

[سردار کا قاسم کو تپنچے سے مار ڈالنا]

سردار : ٹھمری[۶]

یہاں آ کے ہمیشہ یہ بد اختر لے جاتا تھا چوری سے مال و زر
تن سے اس کے سر کو جدا کر لٹکا دو در سم سم پر
کوئی سر کو دیکھ کر اس کے
پھر نہ کبھی دیکھے گا ادھر

[ایک قزاق کا قاسم کے سر کو کاٹنا ، در سم سم پر لٹکانا]

۵۔ انگریزی وزن : دھن ضلع بلاول ، تال دادرا ۔
طرز : ''جاتے ہم ضرور بن کے چکچور پہلوان پہلوان ۔''
۶۔ دھن پرج کالنگڑا ، تال قوالی ۔
طرز : ''تجھے ڈالوں عذاب میں شام و سحر ۔''

ساتواں سین

دیوان خانہ

[گل رو کا انتظارِ شوہر میں بے قرار نظر آنا]

گل رو : **غزل**[1]

گیا صبح سے ہے کہیں میرا میاں ، مجھے اُس کی خدایا خبر ہی نہیں
کروں کیا ، یہ فضول ہے آہ و فغاں ، مرے نالوں میں ہائے اثر ہی نہیں
نہ شگفتہ ہوئی مرے دل کی کلی ، وہ ہوائے جدائی جہاں میں چلی
بھلا تڑپوں نہ کیسے میں سینہ جلی ، مرے پہلو میں ہائے جگر ہی نہیں
مرے زوج کا ملتا نہیں ہے نشاں ، اُسے ڈھونڈوں میں جا کے الٰہی کہاں
مری آنکھوں میں تیرہ نہ کیوں ہو جہاں ، نظر آتا وہ رشک قمر ہی نہیں
— گیا

گل رو : اے مرجینا ! جلد جا ، علی بابا کو میرے پاس بلا لا ۔

مرجینا : بہت خوب ، جاتی ہوں ، علی بابا کو ابھی لاتی ہوں ۔

[مرجینا کا جانا]

۱۔ دھن ضلع ، تال قوالی ۔
طرز : ”نہیں آئی ہے جو لیلیٰ آج یہاں ۔“

گل رُو : غزل[۲]

یہ کیسا یا خدا ! مجھ پر ستم ہے
کہ غم سے آیا اب نتھنوں میں دم ہے
پھڑکتی کیوں ہے میری آنکھ دائیں
سبب کیا ، خود بہ خود جو چشم نم ہے
نہیں معلوم ہوتا اس کا باعث
کہ دل پر کس لیے یہ وجہ غم ہے
خدایا ! کیوں نہ آیا قاسم اب تک
پھنسا کس شغل میں اپنا صنم ہے
الٰہی ! خیر ہو شوہر کی میرے
دعا تجھ سے یہی اب دم بہ دم ہے

[مرجینا کا علی بابا کو ساتھ لے کر آنا]

گل رو : ٹھمری[۳]

کیوں آیا نہیں شوہر مرا گھر
تم ڈھونڈ کے لاؤ ، ہے وہ کدھر — کیوں
تم جلد ہی بہر خدا اب
دو پھر کے خوشی کی زود خبر — کیوں
دائیں ہے پھڑکتی آنکھ مری
ہو کیسے نہ اس کی جاں کا خطر — کیوں

۲- دھن گورسارنگ ، تال پشتو ۔
طرز : ''کبھی خط بھیج کے دل شاد کرنا ۔''
۳- دھن جھنجوٹی ، تال پنجابی ٹھیکہ ۔
طرز : ''اے شاہ نہیں کچھ جانے خطر ۔''

بسمل سا تڑپے کیوں نہ مرا دل
ہے ہجر میں غم سے چاک جگر۔ کیوں
تقدیر سے حافظ چارہ ہے کیا
تدبیر سے غافل ہو نہ مگر۔ کیوں

علی بابا : نہیں ہے فائدہ فریاد و (آہ و) زاری سے
دعاے خیر ہی مانگو جنابِ باری سے
شتاب لاتا ہوں میں جا کے اپنے بھائی کو
جگر ہے چاک مرا تیری بے قراری سے

[علی بابا کا جانا ، گل رو کا اشک بہانا]

گل رو : **گانا**[۴]

الٰہی ! خیر ہو میرے میاں کی دعا تجھ سے یہ ہے مجھ ناتواں کی
نہ ہوتی تھی کبھی اتنی اُسے دیر مقدر کا ہے کچھ لاریب یہ پھیر
اگر ہوتا وہ اس دم تک سلامت ضرور آ چکتا کب کا حسبِ عادت
خدا جانے پڑی کیا اُس پہ اُفتاد کیا بغض و حسد نے مجھ کو برباد
اگر میں بھیجتی اُس کو نہ گھر سے لہو کیوں روتی اپنی چشمِ تر سے
نہ ہوتی حرص سے جو طامعِ زر تو چھٹتا میرے[۵] کیوں پہلو سے شوہر
اگر جیتا ہے تو آئے گا گھر میں
گئی جاں ورنہ اُس کی فکرِ زر میں

[گل رو کا روتے ہوئے دیوانہ وار سمتِ محل قدم بڑھانا۔ مرجینا کا اُس کے پیچھے دوڑتے ہوئے جانا]

۴۔ دھن جھنجوٹی ، تال قوالی۔
طرز : ''کوئی حاضر ہے یاں فی الفور جائے۔''
(اصل میں عنوان ابیات تھا۔ مرتب)

آٹھواں سین

صحرائے سم سم

[علی بابا کا بہ سواریِ خر آنا اور سرِ قاسم کو درِ سم سم پر آویزاں دیکھ کر اشک بہانا]

علی بابا : (رو کر) ہائے افسوس! قزاقوں[1] نے یہ کیسا ستم ڈھایا ہے کہ میرے بھائی کا سر تن سے جدا کر کے درِ خزانہ پر لٹکایا ہے۔

[علی بابا کا گدھے پر کھڑے ہو کر سرِ قاسم اُتار لینا اور اُس کو نعش کے اندر رکھ دینا]

علی بابا : سوز[2]

کیا موت تھی تیری لائی ہائے اس جنگل میں بھائی
سر کاٹا ہے تیرا قزاقوں نے ایک پل میں بھائی — کیا موت
ارے خاک پڑے اس زر پر جس کے سبب میرا بھائی
کہا نہ مانا میرا، پائی تو آخر اپنی سزا بھائی
نہیں تو تیری خاطر اک دن میں بھی مروں گا اے بھائی — کیا موت

[علی بابا کا قاسم کی نعش کو دو چادروں میں باندھ کر گدھے پر بار کرنا]

۲- دھن پرچ کالنگڑا، تال ندارد۔
طرز: "کھول لو آنکھیں مجنوں۔"

علی بابا : **غزل**[۳]

کیا کروں تدبیر میں ، تقدیر سے چارا نہیں
لاش کو یاں چھوڑ کر جانے کا بھی یارا نہیں
باندھ کر دو چادروں میں رکھ گدھے پر لاش کو
اس خرابی سے تو کوئی بھی گیا مارا نہیں
ہائے بھائی ! جاں گنوائی تو نے اپنی بہرِ زر
جان کو زر پر کسی نے اس طرح وارا نہیں
اے برادر ! عاشقِ زر مثل تیرے کون ہے
یوں تو اس دنیا میں کس انسان کو زر پیارا نہیں

[علی بابا کا مع نعش جانا]

۳- دھن ضلع غارا ، تال پشتو ۔
طرز : ”باغباں مجھ کو چھڑا تو دام سے صیاد کے ۔“

نواں سین

جنگل

[قزاقوں[1] کا خوشی مناتے ہوئے آنا]

سب قزاق : **گانا[2]**

دشمن تھا جو اپنا آج ہوا
دل سب یاروں کا شاد ہوا
جانے وہ کب سے آتا تھا ، زر سم سم سے چراتا تھا
مال اڑا لے جاتا تھا ، آج وہ دنیا سے اڑا
لائی تھی اسے بس آج قضا
پھندے میں ہمارے جب وہ پھنسا
کاٹا ہم نے اس کا سر لٹکایا درِ سم سم پر
تا جو دیکھے جائے ڈر ، چوروں کا کھٹکا مٹا
سب یار کہیں پر ہو یک جا
اس رات کریں قائم جلسہ
پکھو عزیزن گانا گائیں دھومن اودھن ناچ دکھائیں
بی شیرازن بھی واں آئیں ، خوب اڑے پھر تو مزا

[جانا[3]]

۲۔ انگریزی وزن ؛ دھن جھنجوٹی ، تال قوالی ۔
طرز : ''سب مل کر گانا گائیں'' ۔

دسواں سین

[علی بابا کا آ کر درِ قاسم پر تالی بجانا ، مرجینا کا باہر نکل آنا]

علی بابا : پڑا اب غم سے اے مرجینا پالا
کہ قاسم کو ٹھگوں نے مار ڈالا

جو پڑنی تھی[1] پڑی سر پر تباہی
مگر اب ہے یہ تیری خیرخواہی

کہ اُس کے دفن کی تدبیر وہ ہو
خبر ہرگز نہ ہو یہ دوسرے کو

کہ مارا کس نے اُس کو ، کون لایا
ٹھکانا لاش کا کس نے لگایا

سناؤں میں یہ بھابی کو غم و سوز
تُو لے کر جلد آ کوئی کفن دوز

مگر خیاط کو اس ڈھب سے لا گھر
کہ پہچانے نہ وہ تجھ کو، نہ یہ گھر

[مرجینا کا باہر جانا ، علی بابا کا در میں در آنا]

گیارھواں سین

محل

[گل رو کا علی بابا کو آتا ہوا دیکھ کر اس کے پاس دوڑتے ہوئے آنا]

گل رو : کہو یہ منتظر قربان جائے
خبر لائے کہ خود بھائی کو لائے

علی بابا : یہ میری بات سن اے ماہ پیکر
اگر سننا ہے تجھ کو حالِ شوہر
تو پہلے قول تو اس بات کا دے
نہیں کہنے کی حال اس کا کسی سے
اگر ہوگا عیاں وہ رازِ پنہاں
نہ بچنے پائے گی گھر بھر کی پھر جاں

گل رو : کسی سے میں نہیں کہنے کی زنہار

علی بابا : تو اب کرتا ہوں میں تجھ کو خبردار
کہ قاسم کو ٹھگوں نے مار ڈالا
عجب غم سے پڑا افسوس پالا
نہیں پر موقعِ فریاد و زاری
کھلا یہ راز تو ہے سب کی خواری
چھپا رکھی ہے میں نے اپنے گھر لاش
نہ ہو جائے کہیں یہ راز تا فاش

گل رو : (رو کر)

سمجھ میں آ گئی سب آپ کی بات
مگر افسوس ! صد افسوس ! ہیہات
مرے شوہر نے دی کس وقت میں جاں
نہ نکلے ہائے رونے تک کے ارماں
کروں اب ہائے کیا میں غم کی گھیری
جوانی ہو گئی برباد میری

علی بابا : عبث ہے اے پری ! یہ رنج و کلفت
گزر جائیں گے جب ایّامِ عدّت
کروں گا ساتھ اپنے عقد تیرا
یہ تجھ سے قول ہے مضبوط میرا

گل رو : تجھے منظور جو خاطر ہے میری
اطاعت میں کروں گی دل سے تیری

علی بابا : مگر جب تک ہے[1] شوہر کی عزادار
نہ آئے ذکر اس کا لب پہ زنہار

گل رو : دکھا دو اب خدارا شکلِ شوہر

علی بابا : ابھی لاتا ہوں اُس کی نعش جا کر

[علی بابا کا جانا]

بارھواں سین

راستہ

[مرجینا کا "مُلا" کی آنکھوں پر رومال باندھ کر اُس کو ساتھ لیے ہوئے آنا]

مُلا : کیوں جی اچھی بی ! اب آنکھوں سے پٹی کھولتی ہو یا نہیں ، کیا گروانے کی کہیں ؟

مرجینا : ہیں ہیں ! خبردار ! کیا یہی تھا اقرار؟ اگر شرط کے خلاف آنکھوں پر سے رومال ہٹاؤ گے تو اشرفی نہ پاؤ گے

مُلا : آنکھوں سے رومال باندھا اور اندھیری رات ہے
لاش دکھلا دے ، کفن سی دوں ابھی ، کیا بات ہے

مرجینا : لاش جس جا ہے ، وہیں تم کو لیے جاتی ہوں میں
تم چلے آؤ مرے ہم راہ ، دکھلاتی ہوں میں

تیرھواں سین

محل

[گل رُو کا نعشِ قاسم پر ماتم کرتے نظر آنا ، علی بابا کا اشک بہانا]

گل رو : **نوحہ (مستزاد[1])**

گھر سے گیا جنگل کی طرف لانے کو تو زر — ہے ہے مرے شوہر
دولت کے لیے ہائے[2] کٹا ڈالا ہے کیوں سر — ہے ہے مرے شوہر
میں جانے نہ دیتی تجھے جو جانتی یہ حال — یوں ہوگا تو پامال
تو مر گیا اب دل کو مرے چین ہو کیوں کر — ہے ہے مرے شوہر
— گھر سے
جینا ہوا بے کار ، کوڑی سر پہ قضا ہے — اب زیست میں کیا ہے
چاک اپنا جگر کرتا[3] ہے غم کا ترے خنجر — ہے ہے مرے شوہر
افسوس کہوں کس سے جو اب حال ہوا زار — مونس ہے نہ غم خوار
میں بے کس و ناچار ہوں ، سایہ نہیں سر پر — ہے ہے مرے شوہر
— گھر سے

[علی بابا کا گل رُو کو سمجھانا]

۱- دھن بھیرویں ، تال دادرا ۔
طرز : ''بانو یہ بیان کرتی تھی ، اے احمدِ ثانی ، ہے ہے علی اکبر ۔''

دادرا[۴]

علی بابا : صبر کر ، صبر کر ، صبر کر اے پری
صبر سے ہو گی تیری بہتری — صبر کر
ہوتا ہے کیا آہ و زاری سے حاصل
دفناؤ یہ نعش خون بھری — صبر کر
روؤ نہ بہر خدا ، چپ رہو تم
راز کی ہو گی پردہ دری — صبر کر

[مرجینا کا آنا]

مرجینا : صاحب ! کنیز آپ کا حکم بجا لائی ، مُلا کفن دوز کی آنکھوں کو باندھ کر اس کو اپنے ساتھ لے آئی ۔

علی بابا : تو دہلیز کی کوٹھڑی کے اندر اس کی آنکھیں کھول کر کفن سلوا[۵] ۔ پھر اس کی آنکھوں پر بدستور پٹی باندھ کر اس کے گھر پہنچا آ ۔ میں گور و کفن کی فکر میں جاتا ہوں ، تھوڑی دیر میں میں خود بھی واپس آتا ہوں ۔

[علی بابا کا جانا]

[پہلے ایکٹ کا اختتام پانا ، ڈراپ سین کا گرایا جانا]

۴۔ دھن بھیرویں ، تال دادرا ۔
طرز : ''دکھ پوچھت ہم راہ کوئی نہیں ۔''

دوسرا ایکٹ

پہلا سین

صحرائے سم سم

[قزاقوں کا آنا اور سرِ قاسم نہ دیکھ کر گھبرانا]

سب قزاق : گانا[1]

ہوگا چور بڑا ہی کوئی مکار
اب تو یہاں آتا ہے پاجی بار بار
ہم سے بھی ہشیار ہے وہ نابکار
سر عدو کا تھا جو لٹکا ، لے گیا اُتار

سردار : (آہِ سرد بھر کر)

بہادرو (کوئی) تم میں سے ایک جائے گا
ہمارے چور کا سر کاٹ کر وہ لائے گا
نہ لائے سر مگر اُس کا پتا لگائے گا
نہیں تو نام ہی اُس کا اگر بتائے گا
تو مال آدھے خزانے کا میرے پائے گا

ایک قزاق : حضور حکم اگر دیں تو جائے شہر غلام
بھلا غلام کے آگے بھی کچھ ہے سخت یہ کام

۱۔ انگریزی وزن : دھن ضلع بلاول ، تال دادرا ۔
طرز : ''او مائی مائی مجھے لوٹ گئے چور ۔''

تلاش اس کی کروں گا میں صبح سے تا شام
نہ پاؤں گا اسے جب تک ہے آب و دانہ حرام
میں جاتا ہوں مرا پہنچے برادروں کو سلام

[ایک قزاق کا جانا]

سردار : کہروا[۲]

میرے بہادرو! میرے بہادرو! بیٹھے کیا ہو، چلو تیار ہو
گیا تلاش میں دشمن کی وہ ، ہم بھی ڈھونڈنے جائیں
مل جائے جو چور اپنا تو اس کا خون بہائیں
— میرے بہادرو

چوری کر کر نقرہ و زر تو جمع کریں ہم ہائے
غیر اس کو لے جائے چرا کر ہم سے نہ کچھ بن آئے
— میرے بہادرو

[جاتے ہیں[۳]]

۲۔ دھن کالنگڑا ، تال کہروا ۔
طرز : ''سنو حضرت ذرا ، سنو حضرت ذرا'' ۔

دوسرا سین

بازار

[مارواڑی کا مُلا سے تقاضا کرتے ہوئے آنا]

مارواڑی : مُلا شاپ ہارا روپیہ آج کا آج آپو - تم نے جانو شہال کار بھیر یادی کرشوں[1] -

مُلا : سیٹھ جی آج کل ہارا دھندا بالکل نہیں چلتا ہے ، بڑی مشکل سے پیٹ پلتا ہے - رحم کرو ، غریبوں پر اتنا خفا نہ ہو - پہلے اس شہر میں سو دو سو آدمی روز مرتے تھے ، کفنوں کی سلائی سے ہم چین کرتے تھے - اب یہاں بھی انگریزی عمل داری کی طرح انتظامِ صفائی ہے - خیراتی شفا خانوں میں ہر شخص کو مفت کی دوا ملتی ہے - ایک بھی مرتا نہیں - کفن کس کا سیئیں ؟ کہاں سے تمھارا قرضہ ادا کریں ؟ سیٹھ جی ! میں ہیضے کی دعا مانگتا ہوں ، تم آمین کہو ، خدا قبول کرے گا - ایک آدھ امیر تو روز مرے گا ، اُن کی کفنوں کی سلائی سے ہم اپنا پیٹ بھریں گے اور تمھارا قرضہ بھی ادا کریں گے - نہیں دو چار دن صبر کرو ، گھبراتے کیوں ہو - گرد و نواح میں وبا آ چکی ہے - انشاء اللہ تعالیٰ شہر میں بھی ضرور آئے گی - کفنوں کی سلائی سے تمھارے قرضے کی بے باقی ہو جائے گی -

ڑی : اشاں مُلا[2] جی ۔ تم دو چار دن کہتا ہے ، ہم آٹھ دن
چپکا رہتا ہے ۔ ہمارا مول بڑھے گا ، تمھارے ماتھے بیاج
چڑھے گا ، دیکھو بابا ہم چلا ابھی رام رام ہو مُلاری ۔

[مارواڑی کا جانا ، مُلا کا اپنی دکان پر بیٹھ کر سینے پرونے
کا دھندا پھیلانا]

مُلا : افسوس آفتاب تک نکلا نہیں ، اندھیرا ہے ، مگر قرض
خواہوں نے ابھی سے گھیرا ہے ۔ دیکھیے آج شام کیسے
پاتا ہوں ، اب تو ضروری کپڑے جلد جلد سی کر دکان
بڑھائے جاتا ہوں ۔

[مُلا کا کپڑے سینے میں مشغول ہو جانا اور ایک قزاق کا آنا]

اق : (خود سے[3]) ہیں ! یہ بوڑھا آدمی ایسے اندھیرے میں
کیسے کپڑا سیتا ہے ، بلکہ تعجب تو یہی ہے کہ ایسا
سن رسیدہ ہو کر اب تک جیتا ہے ۔ ذرا اس کا حال تو
دریافت کروں ، پہلے اس کا پیشہ پوچھوں ۔ (مُلا سے)
السلام علیک مُلا جی ! ذرا مہربانی کر کے بتلائیے تو
سہی آپ کیا پیشہ کرتے ہیں اور ایسے اندھیرے میں
کیسے ٹانکے بھرتے ہیں ؟

ملا : علیکم السلام ۔ بیٹا سنو ! میرا کفن دوزی کا پیشہ ہے ،
یہی دھندا ہمیشہ ہے ۔ مگر آج کل دس دس دن تک
ایک بھی مرتا نہیں ، ہمارا پیٹ بھرتا نہیں ۔ تم ہی کہو
ہم کیسے جئیں ، کیوں کر گزر کریں ۔ جب دس روز

نماز پڑھ پڑھ کر دعا مانگی ، تب کل شام کو مقبول ہوئی ، آخر خدا رزاق ہے ۔ ایک عورت رات کو آئی اور اس نے مجھے ایک اشرفی دے کر یہ خوش خبری سنائی کہ مُلا جی میت ہوئی ، جلد چلو ، دیر نہ کرو میں شکر خدا کر کے اٹھ کھڑا ہوا ، تب اس نے کہا کہ پردے کا مکان ہے ، میں آپ کی آنکھوں سے رومال باندھوں گی ، تب وہاں لے جاؤں گی ۔ میں نے کہا توبہ توبہ لاحول ولا ، یہ کیا واہیات ہے ۔ اس عورت نے ایک اشرفی اور دے کر کہا کہ ماننے کی بات ہے ۔ آخر یہ کہ وہ رومال میری آنکھوں پر باندھ کر مجھے ایک اندھیرے گھر میں لوا لے گئی اور مجھ سے کفن سلوا کر پھر ایک اشرفی مجھے دی ۔ بعدہ' اسی طرح مجھے یہاں پہنچا گئی ۔ دس دن کے بعد تین اشرفیاں پائیں ۔ خدا کا شکر کرتا ہوں کہ وہ بڑی ضرورت میں کام آئیں ۔

قزاق : مُلا صاحب ! تم نے عجب کام کیا ۔ رومال آنکھوں پر بندھوا کر اندھیرے گھر میں کفن سی دیا ۔ شاباش ! مرحبا ! آفرین ! (خود سے) بڑے میاں کے منہ میں دانت تو ایک نہیں ۔ مگر ضعفِ بصارت ، نہ چشمے کی حاجت، نظر بے حد تیز ہے ، یہ بات کیسی تعجب خیز ہے ۔ واہ واہ سبحان‌اللہ ۔ (مُلا سے) مُلا صاحب ! یہ ایک اشرفی تو خرچ کرو ۔ انشاءاللہ اگر مین اپنے دل کی مراد پاؤں کا

تو آپ کو اور بہت کچھ دوں گا ۔ (علاحدہ ہو کر خود سے) ۔

تلاش میں تھا میں جس چور کی یہاں آیا
خدا کے فضل سے اب اس کا کچھ پتا پایا

[مُلا سے]

مُلا صاحب ! آپ کو یہ کچھ خبر ہے کہ وہ کس کا گھر ہے ؟

مُلا : اے بیٹا ! میری آنکھیں یہاں سے بند کی تھیں اور پھر یہیں لا کر کھولیں ۔ بھلا مجھے کیا خبر ہے کہ وہ کس کا گھر ہے ۔

قزاق : خیر جانے دیجیے ۔ پہلا یہ تو بیان کیجیے کہ وہ گھر ہے کدھر ؟

مُلا : ہاں ہاں یہ تو خبر ہے کہ وہ گھر اِدھر ہے ۔

[ایک سمت کو اشارے سے بتانا]

قزاق : مُلا صاحب ! یہ ایک اشرفی اور لیجیے ، ذرا آنکھوں پر اپنے رومال باندھنے دیجیے ۔ پھر اس طرف کو میرے ساتھ قدم اٹھائیے گا اور جتنی دور شب کو چلے تھے ، اتنا ہی چل کر کھڑے ہو جائیے گا ۔ میں آپ اس مکان کو جان لوں گا اور مالکِ مکان کو پہچان لوں گا ۔

مُلا : بسم اللہ ! مجھے سب منظور ہے ، مگر یہ اشرفی دینا کیا ضرور ہے — سنو ، اگر میں دس اشرفیاں اور پاؤں تو ایک بات بتاؤں ۔

قزاق : بھلا وہ کیا بات ہے ۔ میں اشرفیاں ابھی دیتا ہوں ۔

[دس اشرفیاں گِن کر دینا]

مُلا : سنو! ایک سو ساڑھے گپتالیس قدم پر وہ مکان ہے ، میں گنتا ہوا گیا تھا ، مجھے خوب دھیان ہے ۔

[قزاق کا رومال مُلا کی آنکھوں پر باندھ کر چلا جانا]

ایک ، دو ، نو ، گیارہ ، باون ، سو ۔

قزاق : واہ! سبحان‌اللہ! گِنتی گِننی صحیح یاد ہے ، میرا بھی آس پر صاد ہے ۔

مُلا : توبہ توبہ لاحول ولا! میں تمھاری باتوں میں گنتی بھول گیا ۔ اب میں انگریزی ناپ سے قدم اُٹھاتا ہوں ، درِ مقصد پر تم کو پہنچاتا ہوں ۔ پھر نہ کچھ کہنا ، خاموش رہنا ۔

[گِن گِن کر قدم اُٹھاتا ہے]

ون ، ٹو ، ٹین ، الیون ، ففٹی ، ٹوڈین ۔

قزاق : بھلا اور تو خیر مگر ٹوڈین کون بلا ہے؟ یہ نئی قسم کا حساب چلا ہے؟

مُلا : واہ صاحب! کیا کیا؟ پھر تمام حساب بھلا دیا ۔ خیر اب میں کچی زبان میں حساب کرتا ہوں ، بڑی ہوشیاری سے گن گن کر قدم دھرتا ہوں ۔ صاحب! ذرا دیر خاموشی اختیار کیجیے ، میرے حساب میں دخل نہ دیجیے ۔

[گِن گِن کر قدم اُٹھاتا ہے]

اکڑو ، بو ، پنچ ، نیٹھ ، تبو ، بخ ، دوکدے ، سب بدام ، یتانو حساب تم ۔

قزاق : لاحول ولاقوۃ ! یہ کہاں کا واہیات حساب نکالا ہے ، عجیب جھمیل میں ڈالا ہے - برائے خدا اب تم چپ رہو ، میں خود حساب کرتا ہوا چلوں -

مُلا : لیکن حساب میں غلطی کرو گے تو وہ گھر نہ پاؤ گے ، اپنی اشرفیاں مفت گنواؤ گے - میں کچھ تمھارے باپ کا نوکر نہیں ہوں جو بار بار چلوں ، بس ایک مرتبہ اور چلتا ہوں ، دیکھو آؤ گنتی سنو -

[قدم گِن گِن کر چلتا ہے]

ایک ، دو ، دو ، دو تین ، چھ - کیوں بھولا کہیں ؟ برابر چھ قدم ہوئے یا نہیں -

قزاق : برابر ، برابر ، چپ چاپ چلیے مگر ، نہیں تو میں گنتی بھول جاؤں گا - پھر تم کو سرے سے چلاؤں گا -

مُلا : چھ قدم ہوئے - (قدم قدم گِن کر چلتا ہے) یہ سات ، آٹھ ، نو ، دس ، اب تم گنتے جاؤ ، میں چلتا ہوں بس -

[دونوں کا قدم گِنتے ہوئے جانا]

تیسرا سین

دروازۂ محل

[قزاق اور مُلا دونوں کا داخل ہونا]

قزاق : مُلا صاحب ٹھہرو ، یہاں پر سو قدم ہو گئے ، اب کہو باقی کتنے رہے ؟

مُلا : سو ہو گئے تو ساڑھے گپتالیس باقی رہے ۔

قزاق : ساڑھے گپتالیس کیا ؟ میں نہیں جانتا ۔

مُلا : کیا تم ساڑھے گپتالیس نہیں جانتے ہو ؟ دیکھو میں چلتا ہوں ، تم گنو (چاروں طرف کود کر اور قزاق کو لات مار کر) لو صاحب ! یہاں ساڑھے گپتالیس قدم ہو گئے ، چاہیے تو حساب کر لیجیے ۔

قزاق : مُلا صاحب ! یہ خوب حساب ہے ، خیر آنکھیں کھولو ۔ برائے خدا میری خطا بخشو ۔ (مُلا کا آنکھیں کھولنا) یہ دس اشرفیاں اور لو ، ذرا اس مکان کے مالک کا نام بتا دو ۔

[اشرفیاں دینا]

مُلا : صاحب ! اس مکان میں پہلے قاسم رہتا تھا اور اس کی وفات کے بعد علی بابا لکڑ ہارا اس کا چھوٹا بھائی رہتا ہے ۔ مگر چند روز سے اس کو لکڑ ہارا کوئی نہیں کہتا ہے ،

کیونکہ وہ تھوڑے ہی دنوں سے بڑا امیر ہو گیا ہے ،
معلوم نہیں کہاں سے خزانہ ہاتھ لگا ہے ۔

قزاق : اچھا جناب ! اب آپ جائیے، آداب ۔

[مُلا کا جانا ، قزاق کا درِ علی بابا پر کھریا سے نشان بنانا]

قزاق : ٹھمری[1]

پایا ہے اب میں نے دشمن کو اپنے
دشمن کو اپنے جی دشمن کو اپنے — پایا
جا کر کہوں سردار سے اب میں
دیکھ آیا رہزن کو اپنے
جاتا ہوں کر کر در پر نشانی
بھولوں نہ تا دزد پُر فن کو اپنے
اس کا نکالوں گا میں غار اب
ویراں کرے تا نہ گلشن کو اپنے

[قزاق کا باہر جانا ، مرجینا کا باہر آنا اور مکان پر نشان دیکھ کر گھبرانا]

مرجینا : در پرنشانی کیسی ہے پروردگار ! یہ
کرتی ہے میرے دل کو بہت بے قرار یہ
مطلق نہیں خبر کہ کیا کس نے کار یہ
یک لخت کرتی ہے مجھے بے اختیار یہ
آتا ہے میرے دل میں کہ (میں) امتحاں کروں
ہر ایک در پہ نقش یہی بے گماں کروں

[مرجینا کا محلے کے سب دروازوں پر ویسے ہی نشان بنا کر
اندر جانا ۔ قزاق کا اپنے سردار کو لے کر آنا]

۱۔ دھن جھنجوٹی ، تال چاچر۔
طرز : ''اے میرے پیارے میں صدقے تمھارے'' ۔

قزاق : پد[۲]

اے آقا ! گھبراؤ نہ تم اب ، رکھو قدم آہستہ سے
گھر ہے یہی دشمن کا تمھارے ، چلیے ہم آہستہ سے
چالاکی سے نشاں یہ کیا ہے ، میں نے تمھارے سر کی قسم
تا کہ کریں اُس موذی کا سر آپ قلم آہستہ سے
— اے آقا
صاحب اب تاخیر بری ہے ، گھر میں بہ عجلت جا کر تم
حلق پہ اُس دشمن کے پھیرو تیغِ دو دم آہستہ سے

[سردار کا ویسا ہی نشان ہر دروازے پر دیکھ کر خفا ہونا]

سردار : اے ! ایسا ہی نشان تو سب دروازوں پر ہے ، کیسے معلوم ہو کہ یہ دشمن کا گھر ہے ؟

[قزاق کا گھبرانا]

قزاق : (ہتلا کر) یہ گھر ہے ، سردار یہی گھر ہے ، یہ نہیں ، یہ نہیں ، یہ دشمن کا در ہے ۔ توبہ توبہ میں نے تو فقط ایک مکان پر نشان کیا ہے ، محلے کے سب دروازوں پر ویسا ہی نشان کس کم بخت نے کر دیا ہے ؟ خدا خیر کرے ، کوئی بے خطا نہ مرے ۔

سردار : تم ابھی کچے ہو ، بہت دن چاہئیں پکے ہونے کو ۔ ہاں یہ چور پکا ہے ، دیکھا ! کس کس کرتب سے بچا ہے ۔ خیر جانے دو ، اب میں خود اپنے دشمن کے گھر کا پتا لگاؤں گا اور جب تک پتا نہ لگے ، تم لوگوں کو منہ نہ دکھاؤں گا ۔

[دونوں کا جانا]

۲- دھن ضلع ، تال قوالی ۔
طرز : "مہاراجہ پرسن ہوئیں ۔"

چوتھا سین

جنگل

[ایک قزاق کا اپنے ساتھیوں کو سمجھاتے ہوئے آنا]

پہلا قزاق : **گانا**[1]

ہم بھی ڈھونڈیں ، تم بھی ڈھونڈو ، ڈھونڈے سردار
— اپنے چور کا پتا جلد لگاؤ یار
اب تو چند بار ، وہ ستم شعار ، لے چکا زر خزانہ
— ہائے بے شمار

[سردار کا آنا]

سردار : مشہور تھے ہم چور ، وہ اُستاد ہے اپنا
غافل نہ رہو اُس سے کہ جلّاد ہے اپنا
بلبل ہمیں سمجھا ہے ، وہ صیّاد ہے اپنا
کر دے نہ خزانہ وہی برباد ہے اپنا
اک اور میں اُس کے لیے تدبیر کروں گا
ماروں گا اُسے جان سے یا آپ مروں گا

۱۔ انگریزی وزن : دھن ضلع بلاول ، تال دادرا ۔
طرز : ''ناچ ناچو ، ناچ ناچو ، ناچو بدکار ۔''

سنو یارو ! اب مین سوداگر بنوں گا اور تم سب کو مسلّح صندوقوں مین بٹھا کر مکانِ علی بابا پر آتاروں گا - بس آدھی رات گزرنے پر تم صندوقوں سے نکل کر اُس موذی کا کام تمام کرو -

سب قزاق : خوب خوب ! یہ اچھی تدبیر ہے ، چلیے پھر کیا تاخیر ہے -

[جانا۲]

پانچواں سین

دروازۂ محل

[علی بابا کا شکرِ خدا کرتے ہوئے نظر آنا]

علی بابا : **گانا**[1]

ہے شکرِ ذوالجلال ، اب زر مجھے عطا کیا
جنگل میں روز جاتا ، میں لکڑیاں تھا لاتا
رنج و غم و ملال میں بارہا سہا کیا
ملتا نہیں تھا کھانا، کپڑوں کا کیا ٹھکانا
تھی زندگی وبال ، مجھ پر کرم بڑا کیا
بخشا مجھے خزانہ خالق نے جاودانہ
جس کو نہیں زوال ، مجھ پر کرم بڑا کیا
بخشی گدا کو شاہی ، لا شاہ پر تباہی
تھا میں توخستہ حال ، غم سے مجھے رہا کیا

[سردار کا بہ لباسِ تاجر آنا ، قزاقوں کو صندوقوں میں مسلح بند کر کے خچروں پر لاد کر لانا]

۱۔ دھن ضلع ، تال پشتو ۔
طرز : ''بس غم میں تیرے یار خون جگر کو پیتے ہیں'' ۔
(اصل عنوان چار بیت تھا ، مرتب نے ناموزوں سمجھ کر تبدیل کیا)

سردار :

خدا خوش آپ کو رکھے ہمیشہ　　تجارت ہے سدا سے میرا پیشہ
پھرا کرتا ہوں جوشِ مدعا میں　　رہا کرتا ہوں راتوں کو سرا میں
مگر کچھ آج ہوں ایسا تھکا میں　　نہیں پاتا حواس اپنے بجا میں
اگر آپ اس گھڑی کچھ رحم فرمائیں　　جگہ رہنے کی کوئی مجھ کو بتلائیں
قیام اس شہر میں جو ہوگا میرا　　کروں گا کل سرا[۲] میں جا کے ڈیرا
نہ ٹھہرا اتفاقاً جو یہاں میں　　کروں گا آپ کا خالی مکان میں
اسی شب کے لیے یہ التجا ہے　　نہیں اس کے سوا کچھ مدعا ہے

اگر آرام کی پاؤں گا جا میں
کروں گا آپ کے حق میں دعا میں

علی بابا : اے صاحب میرے ! بھلا ایک شب کا ذکر کیا ہے ، ہمیشہ بہ خوشی رہیے ، مکان آپ کا ہے۔ (مرجینا سے) اے مرجینا ! آپ کا سب مال دوسرے مکان کے دالان میں اُتروا دو اور آپ کے لیے میرے بالا خانے پر پلنگ بچھوا دو۔

مرجینا : بہت بہتر ! (سردار سے) چلیے بندہ پرور۔

[مرجینا کا سردار کو ساتھ لے جانا ، علی بابا کا شکرِ خدا بجا لانا]

علی بابا : پد[۳]

ادا شکر ہو تیرا کیوں کر خدایا
کہ مجھ سے[۴] گدا کو تونگر بنایا — ادا

۳- دھن برہنس ، تال چاچر۔
طرز : ''کیا ہے کرم تو نے اپنا خدایا۔''

بھر پیٹ روٹی ، کب تھی میسّر
افلاس کا تھا ستایا ــ ادا
کی مہر تو نے جو میرے اوپر
زر غیب سے ہاتھ آیا ــ ادا

[علی بابا کا اندر جانا]

چھٹا سین

دالان

[صندوقوں کا رکھے ہوئے اور سردار کا دبے پاؤں آتے نظر آنا]

سردار : اپنے ہم رازوں کو ہشیار میں اب کردوں ذرا
وقت پر تاکہ توقف نہ ہو (کچھ) آن سے ذرا

[سردار کا صندوقوں کی طرف دبے پاؤں جانا اور مرجینا کا خفیہ اُس کے پیچھے آنا]

مرجینا[1] : (خود سے) -
آیا کس واسطے تاجر یہ دبے پاؤں یہاں
دیکھوں تو چھپکے کہ کیا ہوتا ہے اب رازنہاں

[مرجینا کا ایک گوشے میں چھپ رہنا ۔ سردار کا صندوقوں کو کھول کر اپنے ساتھیوں سے کہنا]

سردار : اے دلاورو! خوب دشمن کو پایا ، اچھا موقع ہاتھ آیا ۔ اب یہاں سے روانہ ہوتا ہوں اور علی بابا کے پاس جا کر سوتا ہوں ۔ تم صندوقوں میں ہوشیار بیٹھو اور خوب مستعد رہو ۔ جس وقت میں کنکریاں صندوقوں پر ماروں ، تم سب نکل آنا اور علی بابا کو قتل کر کے یہاں سے فرار ہو جانا ۔

[سردار کا جانا ، مرجینا کا باہر آنا]

مرجینا : صبح تک مارو گے آقا کو مرے با انجام
شام سے کام تمہارا کیے دیتی ہوں تمام
سن کے تدبیر تمہاری ، نہیں مجھ کو آرام
ماروں جب تک نہ تمھیں جان سے ہے روٹی حرام
تم کو تا حشر سُلاتی ہوں میں اس خنجر سے
اور سردار کو بھی اُٹھنے نہ دوں بستر سے

[مرجینا کا ایک ایک قزاق[۲] کو صندوقوں میں خنجر سے قتل کر کے خون بہانا اور اُنھیں ملامت کرنا]

کہروا[۳]

چکھو چکھو اب اپنی بدی کا مزا
مرے آقا سے کرنے کو تھے تم دغا
صندوقوں میں بیٹھ کر آئے ساتھ لیے ہتھیار
قتل کرو تا مرے آقا کو تم سب مکار
—چکھو چکھو

چالیسوں سے ایک نہ زندہ چھوڑوں میں زنہار
تب کہلاؤں مرجینا جب ڈالوں سب کو مار
تاجر بن کے آیا جو تم چوروں کا سردار
اس کے بھی میں سینے میں کروں گی خنجر پار

[مرجینا کا جانا ، سردار کا آنا اور صندوقوں پر کنکریاں مار کر ساتھیوں کو بلانا مگر کچھ جواب نہ پا کر گھبرانا]

۳- دھن کالنگڑا ، تال کہروا -
طرز : ”دیکھو دیکھو تو باغ میں کون آیا ہے -“

سردار : اے غافلو! یہ کیسی غفلت ہے؟ توبہ توبہ یہ کیا شامت ہے؟ ارے اٹھو اٹھو، جلد جلد صندوقوں سے نکلو، وقت جاتا ہے۔ کیا سب مر گئے؟ جواب کچھ نہیں آتا ہے۔ (نزدیک آکر صندوقوں کے ڈھکنے اٹھانا اور سب کو مردہ پا کر گھبرانا)۔ افسوس! یہ تو سب کے سب مارے گئے، اپنی جان سے بےچارے گئے۔ اب یہی مصلحت ہے کہ میں بھاگ جاؤں اور اپنی جان بچاؤں۔

[سردار کا بھاگ جانا]

ساتواں سین

دیوان خانہ

[علی بابا کا خواب سے بیدار ہو کر آنا اور مرجینا کو بلانا]

علی بابا : اری مرجینا اِدھر آ ۔

مرجینا : حاضر ہوئی ، کیا ارشاد ہے آقا !

علی بابا : میں سوتا ہی رہا ، وہ سوداگر چلا گیا ۔ افسوس اُس سے چلتے وقت ملنے بھی نہ پایا ، اے کم بخت! مجھے تو نے کیوں نہ جگایا ۔ خوب یاد رکھ کہ اگر آیندہ کسی مہمان کے جاتے وقت مجھے نہ جگائے گی تو بہت مار کھائے گی ۔ چل ہٹ میرے سامنے سے ، تو بری کنیز ہے ، بڑی نالائق و بے تمیز ہے ۔

مرجینا : خطا بخش دو میری صاحب اگر
تو احوالِ شب میں کہوں سر بسر

علی بابا : خطا بخش دی تیری ، کہہ اے کنیز
اری تجھ کو اب تک نہ آیا تمیز

مرجینا : جانی دشمن تھا میاں آپ کا وہ سوداگر
جس کو مہماں کی طرح رکھا تھا گھر میں لا کر
مارنا چاہتا تھا آپ کو فرصت پا کر
میں نے کانوں سے سنا مشورہ اُن کا جا کر

پھر یہ لونڈی بھلا کس طرح سے آرام کرے
قاعدہ کا نہ تمام آپ کے وہ کام کرے
دیکھیے چل کے مرے آقا اب اُس کا احوال
کہ وہ ، صندوقوں میں بھر کر یہاں لایا تھا مال
آپ کے قتل کو لایا تھا کئی بد افعال
تھے حرامی وہ کیا لونڈی نے اُن سب کو حلال
ہائے سوداگرِ ملعون مگر جاگ گیا
ہاتھ سے میرے بچا جان کو وہ بھاگ گیا

[علی بابا کا مرجینا کے ساتھ جانا]

آٹھواں سین

راستہ

[سوداگر کا اپنی جماعت کے مارے جانے پر افسوس کرتے آنا]

سردار : جتنے مرے ہم راز تھے مارے گئے افسوس!
آغوشِ لحد میں وہ آتارے گئے افسوس!
دشمن تو نہ مارا گیا تدبیر سے میری
پر جان سے اپنی وہ بچارے گئے افسوس!

[سردار کا جانا]

نواں سین

دالان

[مرجینا کا صندوق کھول کر سب چور مرے ہوئے دکھانا ۔
علی بابا کا خوش ہو کر مرجینا کو چھاتی سے لگانا]

علی بابا : آج اس کنیز نے مجھے دل شاد کر دیا
دشمن جو میرے تھے انھیں برباد کر دیا
پنجے سے موت کے مجھے تو نے چھڑایا ہے
مرجینا ! میں نے اب تجھے آزاد کر دیا

مرجینا : ہے ہے مجھے نہ کیجیے آزاد مہرباں
قدموں کو چھوڑ آپ کے جاؤں گی میں کہاں ؟

دسواں سین

راستہ

[سردار کا داخل ہونا[1]]

سردار : مارنے کو اپنے دشمن کے یہ حکمت کرتا ہوں
اب علی بابا کے بیٹے سے محبت کرتا ہوں
اپنے مطلب کے لیے میں اُس کی خدمت کرتا ہوں
پاؤں گا آرام کل ، میں آج محنت کرتا ہوں
جاتا ہوں یاں سے ابھی بابا حسن کے پاس میں
اور گلے سے اُس کو لپٹاتا ہوں بے وسواس میں

[جانا[2]]

گیارھواں سین

دکان

[بابا حسن پسر علی بابا کا دکان پر بیٹھے ہوئے نظر آنا]

بابا حسن : غزل[1]

عیاں بابا حسن ہے نام اپنا نہیں مخفی تجارت کام[2] اپنا
علی بابا کا میں لختِ جگر ہوں مئے عشرت سے پر ہے جام اپنا
خدا نے غیب سے دولت عطا کی علی بابا سے ہے اکرام اپنا
ہمیشہ عیش ہے حاصل مجھے اب کرے کیا[3] گردش ایام اپنا
سدا کرتا ہوں تیرا شکر یا رب یہی ہے ورد صبح و شام اپنا

[سردار کا آنا]

سردار : السلام علیک اے نیک نام!

بابا حسن : کہاں سے تشریف لائے اے عالی مقام؟

سردار : میں شہرِ یمن آپ کی سسرال سے آیا ہوں، خیریت کی خبر لایا ہوں۔ آپ کے خسر نے کہا تھا کہ میرے

۱- دھن پہاڑی جھنجوٹی، تال پشتو۔
طرز: ''خوشی سے کاٹ لے دل دار گردن۔''

داماد بابا حسن کے مکان پر جانا اور میری خیریت کی خبر سنانا ۔ الحمد للہ کہ آپ کو بہ خیریت پایا اور پیام بھی پہنچایا ۔ اچھا خدا حافظ ! اب میں رخصت ہونا چاہتا ہوں تا کہ مکانِ کرایہ تلاش کروں ، جو رات ہو گئی کہیں تو پھر مکان ملنے کا نہیں ۔

بابا حسن : واہ صاحب ! یہ مکان آپ کا نہیں تو کس کا ہے ؟ اس دکان کے پیچھے ایک باغ پُر فضا ہے ۔ آپ تھوڑی دیر اُس کی سیر کریں ۔ میں ذرا مکان (میں) جاتا ہوں ۔ آپ کے کھانے کا بندوبست کر کے ابھی آتا ہوں ۔

سردار : صاحب کھانے کی تکلیف نہ کیجیے گا ، حکیم کی ممانعت سے میں نمک نہیں کھاتا ۔

بابا حسن : اچھا صاحب ! کچھ مضائقہ نہیں ، طعامِ بے نمک تیار کرواتا ہوں ۔ آپ باغ میں چلیے ، میں گھر جاتا ہوں ۔

[دونوں کا جانا]

بارھواں سین

باغ

[علی بابا کا مرجینا کی تعریف کرتے آنا]

علی بابا : ہولی[1]

مرجینا ہے جاں نثار، نہ کیوں میں
دل سے کروں[2] پیار اُس با وفا کو ؟ —مرجینا
تھے دزدِ پر فن جو اپنے دشمن
ڈالا اُنھیں اُس نے مار —نہ کیوں؟
کون ایسی لونڈی دنیا میں ہوگی
ہوشیار و ذی اعتبار —نہ کیوں؟
بیٹے سے اپنے عقد اُس کا کر کے
اب دوں بہو سا وقار —نہ کیوں؟

[جانا[3]]

۱- دھن کافی ، تال چاچر۔
طرز: ''پھاگن کے دن چار۔''

ایکٹ

تیرھواں سین

محل

[بابا حسن کا مرجینا سے باتیں کرتے نظر آنا]

ن : اے مرجینا ! میری سسرال سے ایک مہمان آیا ہے اور خیریت کی خبر لایا ہے - اُس کے لیے کھانا جلد تیار کرو ، مگر اُس میں نمک نہ ہو ، کیونکہ وہ نمک نہیں کھاتا - حکیم کی ممانعت بتاتا ہے - شرابِ نفیس اور کبابِ لذیذ بھی منگوانا - میں مہمان کو لے کر ابھی آیا اور بابا جان تشریف لائیں تو اُن سے کہہ دینا کہ مہمان کے ساتھ ہی کھانا تناول فرمائیں -

: بہت خوب ، میں ابھی سب تیار کرتی ہوں - آپ جائیے ، مہمان کو ساتھ لےکر آئیے - (بابا حسن کا جانا ، مرجینا کا حیرت میں آنا) واہ واہ ! ایسا کون مہمان آیا جو نمک نہیں کھاتا ! معلوم ہوتا ہے میرے آقا کا دشمنِ جان ہوگا ، بےشک وہی شیطان بےایمان ہوگا - اگر وہی ہو تو میں جیوں یا مروں مگر اُس کا بھی ضرور ہی کام تمام کروں -

مرجینا : ہولی[1]

ہے ستم کا وہ بانی ، عدو میرے صاحب کا جانی
مکر و دغا سے بن کر مسافر ، آیا ہے ابلیس ثانی
انکار کرتا ہے نمک سے ، شاید پڑے گا نہ پانی
جو قتل کرنے آیا تھا اُن کو اُس کی عیاں ہے نشانی
آئے تو مرے گھر وہ ستم گر ، مشکل ہے پھر زندگانی
چالیس چوروں کو مارا میں نے ، بھاگا یہ کر بد گمانی
ہے فرض مجھ پر، کر قتل اُس کو ، آقا کی جان بچانی
دشمن کو آقا کے مار ڈالوں ، یہ بات ہے جی میں ٹھانی
پائیں خزانہ میرے ہی آقا ، کردوں اگر اُس کو فانی
فضلِ خدا سے ، آقا کو میرے ، ہو عیشِ جاودانی
ہم بے کسوں پر ان روزوں بے شک خالق کی ہے مہربانی

۱- دھن پرج کالنگڑا ، تال چاچر ۔
طرز : ”خدا دوست سلطان کی پیاری شاہ زادی بہاری ۔“

چودھواں سین

باغ

[سردار کا سیر کرتے آنا]

سردار : ترانہ[1]

اے جگر! زود تر ، باندھ کر اب کمر ، لے کے تیغ و سپر
جاؤں دشمن کے گھر—اے جگر
اے جگر ! تو نہ ڈر ، اپنا دکھلا ہنر ، مگر ہو اُس میں پر
جیسے شیر و شکر—اے جگر
اے جگر با خبر ، آج وہ کام کر ، چڑھ علی بابا پر
کاٹ لوں اُس کا سر—اے جگر

[بابا حسن کا آنا]

بابا حسن : چلیے حضرت ! کھانا تیار ہے -

سردار : بہت خوب صاحب ! مجھے کیا انکار ہے -

[دونوں کا آنا]

۱- دھن بھیرویں ، تال پنجابی ٹھیکہ -
طرز : ''اے غم ہو تو کم -''

پندرھواں سین

محل

[محل کا سامان روشنی و مسند وغیرہ سے آراستہ اور علی بابا کا مرجینا سے باتیں کرتے نظر آنا]

علی بابا : اے مرجینا! تو ہمارے مہمان کا دل خوش کرنے کو اس کے آتے ہی کوئی چیز گانا اور ناچ بھی دکھانا۔

مرجینا : بہت خوب! میں ناچوں گی، گاؤں گی، آپ کا فرمان بہ دل و جان بجا لاؤں گی۔

[بابا حسن کا سردار کو ساتھ لے کر علی بابا کی برابر مسند پر بٹھانا، اور مرجینا کا مہمان کو پہچان جانا۔ پھر سب کا دور مے چلانا، مرجینا کا ناچنا گانا]

مرجینا : **غزل**[1]

بھر بھر کے ساقیا! مجھے دورِ شراب دے
جلوے میں آفتاب کے لا، ماہتاب دے
بھن جائیں دشمنوں کے جگر سیخِ آہ پر
صاحب کو آج میرے تو ایسے کباب دے
دہشت ہے واعظوں کی، نہ کچھ خوفِ محتسب
کیوں جام مے چھپاتا ہے، تو بے حجاب دے

۱- دھن ضلع جھنجوٹی، تال دادرا۔
طرز: ''ہم دردِ ہجرِ یار سے گھبرائے جاتے ہیں۔''

پانی سمجھ کے پیتے ہیں ہر دم شراب خوار
زاہد وہ کیوں حرام ہے ؟ مجھ کو جواب دے

سردار : اے مرجینا ! آفرین تیرے اُستاد کو ۔ مرحبا ! مرحبا اور ایک چیز ایسی ہی گا کر سنا ۔

مرجینا : صاحبِ من ! اگر حکم ہو تو یہ لونڈی ناچ میں خنجر کا ہنر دکھائے جس سے تمام ناظرین کا دل خوش ہو جائے ۔

سردار : ازیں چہ بہتر ؟ واہ اور کیا چاہیے ، بسم اللہ ، شروع کیجیے ۔ کیا خوب گاتی ہو ۔ واہ ! سبحان اللہ ! سبحان اللہ !

علی بابا : بھلا دیکھیں تو خنجر کا ہنر ، اے مرجینا جلد شروع کر ۔

مرجینا : ٹھمری[۲]

دیکھو میرے آقا دیکھو ، خنجر کا تماشا دیکھو جی
خنجر جس دم چمکاؤں ، دشمن کا خون بہاؤں ،
پنجہ ہے قضا کا دیکھو جی
دیکھو مرے آقا دیکھو
جیسے یہ ہنر کرتی ہوں ، مرنے سے نہیں ڈرتی ہوں ،
دشمن کا لاشہ دیکھو جی
دیکھو مرے آقا دیکھو

[سردار کو خنجر مار کر]

صاحبِ یہ حکم قضا ہے ، اس میں کیا میری خطا ہے ؟
دشمن ہے یہ کس کا[۳] دیکھو جی
دیکھو مرے آقا دیکھو

[سردار کا مر جانا ، علی بابا کا مرجینا پر جھنجلانا]

۲۔ دھن جھنجوٹی ، تال قوالی ۔
طرز : "پردیس جگنی لے گئی" ۔

علی بابا : بے جرم و خطا مارا ہے مہماں کو ناپاک!
حیواں کی طرح ہائے اس انسان کو ناپاک
کاہے کو جو تو مارا مسلماں کو ناپاک
لوں گا اسی خنجر سے تری جان کو ناپاک
کیا خوف خدا کچھ تجھے مکار نہیں تھا
مہماں تھا مرا ، تیرا گنہ گار نہیں تھا

مرجینا : آقا! نہ خفا ہو کہ گنہ گار یہی تھا
بد کیش و بد اطوار ، وہ بدکار یہی تھا
ظالم تھا ، بد اندیش ، ستم گار یہی تھا
گردن زدنی کے بھی سزاوار یہی تھا
دشمن تھا بہ تحقیق ، بد انجام تمہارا
کرنے کو تمام آیا تھا یہ کام تمہارا

[مرجینا کا سردار کے جبّے کو کھول کر کمر میں لگے ہوئے ہتھیار دکھانا ، علی بابا کا خوش ہو کر مرجینا کو گلے لگانا]

علی بابا : گردن عدو کی ماری ہے مرجینا ، آفریں!
یہ تیری جاں نثاری ہے مرجینا ، آفریں!
کی ختم ہوشیاری ہے مرجینا ، آفریں!
اب تو بہو ہماری ہے مرجینا ، آفریں!
بیٹے سے شادی کرتے ہیں ہم تیری شاد ہو
درگاہِ ذوالجلال سے تو بامراد ہو

[علی بابا کا رسمِ شادی کے طور پر بابا حسن اور مرجینا کے ہاتھ ملانا ، سب کا مبارک باد گانا]

سب : ٹھمری[۴]

علی بابا کے گھر اب شادی ہے
سب گائیں مبارک بادی ہے — علی بابا
مرجینا سے بابا حسن کے گھر کی ہوئی آبادی ہے — سب
تھے جو علی بابا کے مخالف اُن کی ہوئی بربادی ہے — سب
پایا علی بابا نے خزانہ مفلسی سے آزادی ہے — سب
بد کو جو نیک راہ دکھائے ایسا یہ ناٹک ہادی ہے — سب
کھیل سے حافظ نیکی سکھانا کیسی بڑی اُستادی ہے — سب

[کھیل کا اختتام پانا ، اہلِ جلسہ کو نتیجۂ ناٹک سنایا جانا]

سب : غزل[۵]

سنو اے صاحبو ! اس کھیل کا جو کچھ نتیجہ ہے
بہ باطن پند ہیں اس میں ، بہ ظاہر یہ تماشا ہے
علی بابا رہا افلاس میں جو صابر و شاکر
خدا کے فضل سے اُس کو ملا غیبی خزانہ ہے
مناسب ہے کرے شکرِ خدا جو تنگ دستی میں
تو بس لاریب عیشِ جاودانی اُس کا حصہ ہے
کیا رشک و حسد گل رُو نے جو دیور کی دولت پر
کٹا کر اپنے شوہر کا وہ سر ، ہو بیٹھی بیوہ ہے

۴- دھن ضلع جھنجوٹی ، تال قوالی ۔
طرز : ”لا دے لا دے سنوریا یار ہو ۔“
۵- دھن کافی ، تال پشتو ۔
طرز ۔ ”شجر سے گل سے جلوہ ہے نمایاں تیری صنعت کا ۔“

کٹایا اپنا سر قاسم نے جیسے خواہشِ زر پر
اسی صورت سے طامع کو تو خوفِ جاں ہمیشہ ہے
جو رکھے طمع تھوڑی بھی ، اٹھاوے وہ بہت ذلت
فزوں حد سے ہو جس کو طمع اس کی جان کا خطرہ ہے
ہمیشہ ہم نے طامع کو ذلیل و خوار دیکھا ہے
سدا وہ پائے گا عزت ، قناعت جس کا پیشہ ہے
بدی کر کے خزانہ جمع کر[٦] پھل پایا چوروں نے
گئی آخر کو جاں اس کی ، ڈکیتی کا یہ ثمرہ ہے
جو مرجینا کنیزک سے بنی خاتون آخر میں
یہ آقا سے وفا داری کا پایا اس نے ثمرہ ہے
دکھایا آج ہم نے جو ''تماشائے علی بابا''
الف لیلہ کی چوتھی جلد میں درج اس کا قصہ ہے
دیا اس طرز سے ترتیب حافظ نے تماشا یہ
کہ ظاہر میں (ہے) اک ناٹک بباطن پند نامہ ہے

[سب کا باہم ہاتھ ملانا ، ڈراپ سین کا آہستہ آہستہ گرایا جانا]

ختم شد

حواشی علی بابا و چہل قزاق

پہلا ایکٹ

پہلا سین

۲- اصل : ''عرض کیا کروں'' ، مرتّب نے تصحیح قیاسی کی -
۴- اصل : ٹھگوں اس جگہ -
۷- اصل : آئے -
۹- اصل : ''جو بھاگ جاتا ہوں تو اٹھاؤں میں کیسے پاؤں'' ، تصحیح قیاسی کی گئی -
۱۰- اصل : ''ملتا نہیں ہے راستہ بھی وہ آئے آئے آئے'' ، تصحیح قیاسی کی گئی -
۱۱- اصل : ''پھانسی میں گلا -''
۱۲- اصل : ٹھگوں کا خزانہ -
۱۵- اصل میں سہو کتابت سے ''سے'' کا لفظ رہ گیا تھا -

دوسرا سین

۲- اصل میں جانا کے بجائے ''ایگزٹ'' لکھا تھا -

تیسرا سین

۳- اصل : ''فضل خدا'' - ''بہ فضل خدا'' یا ''فضل خدا سے'' ہونا چاہیے -
۵- اصل : ''کچھ بتا دیجیے''- چونکہ اگلے مصرع کا قافیہ بھی 'بتا' تھا ، اس لیے قیاس ہوا کہ شاید یہاں 'بتا' کی بجائے 'پتا' ہوگا - اسی طرح ردیف تمام غزل میں 'دیجیے' ہے جو وزن کے اعتبار سے درست معلوم نہیں ہوتی ، یہ لفظ یقیناً 'دیجے' ہوگا -

چوتھا سین

۲- اصل میں یہ جملہ نہیں تھا ۔ ضروری سمجھ کر مرتب نے اس کا اضافہ کیا ۔
۳- اصل میں یہ مصرع یوں تھا : ''ترازو مانگے ۔ وہ مجھ سے تیری'' ۔ تصحیح قیاسی سے کام لیا گیا ۔
۴- ''دل میں سوچی'' دکنی محاورہ ۔

پانچواں سین

۲- بعد کے تمام بولوں کے وزن اور قافیے کا خیال کر کے ''بےحساب'' کا اضافہ مرتب نے کیا ۔
۶- اصل : ''بندوی ۔ نشے کی ایسی چیز کا نام کبھی سننے میں نہیں آیا ۔ اس لیے مرتب نے 'بندوی' کی جگہ 'سیندی' رکھ دیا ۔ یہ شرابہ کھجور کی ایک قسم سے تیار کی جاتی ہے ۔
۸- اصل : اب تو شراب تو ۔
۹- اصل : دے گا جواب اب تو ۔
۱۲- اصل : ایکزٹ ۔

چھٹا سین

۴- اصل : سب میرے سردار ۔

ساتواں سین

۵- اصل میں ''میرے'' کے بجائے ''مجھ سے'' ۔ تصحیح قیاسی کی گئی ۔

آٹھواں سین

۱- اصل : ٹھکوں ۔

نواں سین

۱- اصل : ٹھکوں ۔
۳- اصل : ایکزٹ ۔

دسواں سین

۱۔ اصل : میں ''تھی'' ندارد ۔

گیارھواں سین

۱۔ اصل میں ''ہے'' کی بجائے ''نہ'' لکھا تھا ۔ تصحیح قیاسی کی گئی ۔

تیرھواں سین

۲۔ اصل میں ''ہائے'' کی بجائے ''پائے'' پڑھا جاتا ہے ۔ تصحیح قیاسی کی گئی ۔
۳۔ اصل میں ''ہوتا ہے'' بے معنی معلوم ہوا ۔ تصحیح قیاسی کی گئی ۔
۵۔ اصل : سلوایا ۔

دوسرا ایکٹ

پہلا سین

۳۔ اضافۂ مرتب ۔

دوسرا سین

۱۔ ترجمہ : ملا صاحب ! ہمارا روپیہ آج کا آج ادا کرو ورنہ تم سمجھ لو کہ ہم پھر دعوئ کر دیں گے ۔
۲۔ یعنی اچھی ملا جی ۔
۳۔ اصل : ''خود بخود'' ۔ خود کلامی کے لیے حافظ عبداللہ ہر جگہ ''خود بخود'' کا ٹکڑا ہی استعمال کرتے ہیں ۔ مرتب نے ہر جگہ اسے بدل کر ''خود سے'' کر دیا ہے کیونکہ یہی بامحاورہ ہے ۔

چوتھا سین

۲۔ اصل : ایگزٹ ۔

پانچواں سین

۲- اصل میں ''سرا'' کی بجائے ''سار'' لکھا تھا ، غالباً سہو کتابت ہے -
۴- اصل : ''ہمہ گو کو تونگر بنایا'' - تصحیح قیاسی کی گئی -

چھٹا سین

۱- اصل میں اس شعر پر کردار کا نام درج نہیں تھا - مرتب نے ضروری سمجھ کر اضافہ کیا -
۲- اصل : ٹھک -

دسواں سین

۱- اصل : انٹر سردار -
۲- اصل : ایگزٹ -

گیارھواں سین

۲- اصل : ''کار اپنا'' - قوافی کو مدنظر رکھتے ہوئے تصحیح کی گئی -
۳- اصل میں ''کرے گا'' غالباً سہو کتابت ہے -

بارھواں سین

۲- اصل : ''دل سے کروں نہ پیار اس باوفا کو'' - پہلے مصرع کے لفظ ''نہ کیوں'' کے پیش نظر یہاں لفظ ''نہ'' زائد معلوم ہوا اس لیے حذف کر دیا گیا -
۳- اصل : ایگزٹ -

پندرھواں سین

۳- اصل : ''دشمن ہے یہ فرقہ دیکھو'' - تصحیح قیاسی کی گئی -
۶- اصل : ''بدی کا خزانہ جمع کیا پھل پایا چوروں نے'' - تصحیح قیاسی کی گئی -

☆ ☆ ☆

ناٹک

سوانحِ قیس مفتون

معروف بہ

عشقِ لیلیٰ و مجنوں

تبصرہ

'لیلیٰ مجنوں' حافظ عبداللہ کے اُن ڈراموں میں سے ایک ہے جو تماشائیوں میں بہت مقبول ہوئے ۔ لیلیٰ مجنوں کا قصہ حافظ عبداللہ سے پہلے بھی ڈرامائی صورت میں پیش کیا جا چکا تھا ۔ چنانچہ آرام کے ڈراموں کی فہرست میں اس کا نام تین جگہ درج ہے[1]: ایک تو اُس جگہ جہاں اُن کے لکھے ہوئے ڈراموں کے نام درج ہیں اور دوسرے اوپیرا ناٹکوں کی فہرست میں اِس فہرست میں بھی اس کا نام دو جگہ ، دو مختلف صورتوں میں آیا ہے ۔ پہلا نام صرف 'لیلیٰ مجنوں' ہے اور دوسرا 'لیلیٰ و مجنوں عرف پاک محبت' ۔ ایک ہی ناٹک کے دو نام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ آرام نے اِس قصّے کو دو مختلف صورتوں میں ناٹک کی شکل دی ہے ۔ پہلے ناٹک لیلیٰ مجنوں کا پلاٹ یہ ہے کہ ایک صاحب ثروت عبداللہ نامی ، جناب باری میں فرزند کے لیے دست بدعا ہوتا ہے ، اُسی وقت خدمت گار آ کر اطلاع دیتا ہے کہ "فرزند ہوا ذی شان"۔ یہ سن کر عبداللہ اعلان کرتا ہے کہ آج جس شخص کے گھر میں فرزند ہوگا ، وہ اِس فرزند کا ملازم سمجھا جائے گا ۔ بانکے میاں بھی اپنے نوزائیدہ طول عمرہ کے ساتھ دربار میں جاتے اور انعام و کرام پا کر خوش ہوتے ہیں[2]۔ دوسرا ناٹک ، یعنی "لیلیٰ و مجنوں عرف پاک محبت"

۱۔ اردو تھیئٹر ، صفحات ٦ - ٧ ۔

۲۔ اردو تھیئٹر ، جلد دوم ، صفحہ ۱۴ ۔

یوں شروع ہوتا ہے کہ ''ایک قاضی صاحب اپنے مکتب میں تعلیم دیتے ہیں ، لیلٰی اپنے جھروکے سے دیکھتی ہے - مجنوں تعلیم پانے آتا ہے اور لیلٰی کو جھک کر سلام کرتا ہے - دونوں ایک دوسرے سے محبت کرنے لگتے ہیں[۱] -'' آگے چل کر بھی دونوں ناٹکوں کے پلاٹ ایک دوسرے سے مختلف ہیں - انجام بھی دونوں کا الگ الگ ہے - ڈاکٹر عبدالعلیم نامی نے برٹش میوزیم کی فہرست میں بھی لیلٰی مجنوں کے نام کے ایک منظوم ڈرامے کی موجودگی کا ذکر کیا ہے ، لیکن قیاس ظاہر کیا ہے کہ ''یہ بھی آرام کے منظوم ڈرامے لیلٰی مجنوں سے ماخوذ ہے[۲] -'' ڈاکٹر نامی کا بیان ہے کہ حافظ عبداللہ نے اس ڈرامے کو عشق لیلٰی مجنوں عرف سوانح قیس مفتوں کے نام سے ازسرنو لکھا[۳] -'' ''ازسر نو لکھا'' کا جملہ کتنی اہمیت رکھتا ہے ، اس کا اندازہ حافظ عبداللہ کا لکھا ہوا ڈراما پڑھ کر ہوتا ہے - آرام کے لکھے ہوئے لیلٰی و مجنوں کا پلاٹ سیدھا سادھا ہے - حافظ عبداللہ نے اس سیدھے سادھے پلاٹ میں کئی چیزوں کا اضافہ کر کے اسے تماشائیوں کے لیے کہیں زیادہ دلچسپ اور دلکش بنا دیا ہے -

آرام کے ڈرامے میں جن بانکے میاں کا ذکر ہے ، وہ اپنے نوزائیدہ بچے کو عبداللہ کے دربار میں لے جاتے ہیں اور وہاں سے انعام و اکرام لے کر خوش خوش واپس آتے ہیں - حافظ عبداللہ نے ان بانکے میاں کے بچے سے بہت کام لیا ہے ؛ کہانی میں جتنے ڈرامائی محل آتے ہیں ، ان

۱- اردو تھیٹر ، جلد دوم ، صفحہ ۱۵ -
۲- اردو تھیٹر ، جلد دوم ، صفحہ ۸۵ -
۳- اردو تھیٹر ، جلد دوم ، صفحہ ۸۶ -
۴- اردو تھیٹر ، جلد دوم ، صفحہ ۱۴ -

سب میں بانکے میاں کے صاحب زادے کے وجود کو دخل ہے ۔ ان صاحب زادے کا نام حافظ عبداللہ کے ڈرامے میں ''عیار'' ہے ۔ عیّار سچ مچ اسم بامسمٰی ہے اور قصے میں ہر جگہ اپنی عیاری کے کرشمے دکھاتا ہوا نظر آتا ہے ۔ آرام کے ڈرامے کے متعلق کہا گیا ہے کہ ''قیس بڑا ہوکر اسکول جاتا اور لیلیٰ سے اظہارِ عشق کرتا ہے ۔ لیلیٰ کی ماں کو اس کا پتا چل جاتا ہے'' ۔ عبداللہ کے ڈرامے میں قیس و لیلیٰ کی محبت کی اطلاع لیلیٰ کی ماں تک عیار کے ذریعے پہنچتی ہے ۔ اس کے بعد سے عیار کی عیاریوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور ڈرامے کے خاتمے تک جاری رہتا ہے ۔ لیکن عیاریوں کی داستان شروع کرنے سے پہلے حافظ عبداللہ نے دو مرتبہ عیار سے ہمارا آمنا سامنا کرا کے اس کی فطرت ہم پر ظاہر کردی ہے ۔ ایک منظر میں تو بانکے میاں اور عیار ایک ساتھ نظر آتے ہیں ، جہاں عیار صرف اس لیے کھانے کی ہنڈیا میں ٹھوکر مار کر گرا دیتا ہے کہ کھانا اس کی پسند کا نہیں ۔ دوسرا منظر زیادہ مزے دار ہے ۔ اس میں بانکے میاں اپنے پڑوسیوں کی مدد سے عیار کو پابدستِ دگرے دست بدستِ دگرے ، اسی مکتب میں لاتے ہیں جس میں کچھ دیر پہلے قیس کو پڑھنے کے لیے داخل کیا گیا ہے ۔ عیار کو لیلیٰ مجنوں کی محبت کا علم ہوتا ہے تو اس کا دل آتشِ رشک و حسد سے جل جاتا ہے اور وہ دونوں کی محبت میں رخنے ڈالنے شروع کر دیتا ہے ۔

پہلے وہ لیلیٰ کی ماں کو اس راز سے آگاہ کرتا ہے اور اس طرح لیلیٰ کا مکتب آنا بند ہو جاتا ہے ۔ اس کے بعد وہ مجنوں کو اندھا فقیر بننے اور لیلیٰ کے گھر جا کر صدا لگانے کی تدبیر سُجھاتا ہے ۔ اس طرح لیلیٰ مجنوں ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو عیار ، مجنوں

کے باپ کے پاس جا کر اُس کی فریفتگی اور دیوانگی کا حال بتاتا ہے ۔ غرض عیار سے حافظ عبداللہ نے مختلف موقعوں پر اس طرح کی لگائی بجھائی کا کام لے کر سچی محبت کی راہ میں کانٹے بچھائے اور یہ چیز کہانی کی درد انگیزی میں اضافے کا باعث بنی ۔

کہانی میں ایک اور اضافہ کر کے حافظ عبداللہ نے ڈرامے کے تماشائیوں کے لیے روحانی انبساط کا سامان مہیا کیا ہے ؎ ڈرامے کے تیسرے ایکٹ کے آٹھویں سین میں مجنوں اور اُس کا باپ خانہ کعبہ میں نظر آتے ہیں ۔ اس منظر میں خدامِ کعبہ کورَس کے انداز میں مناجات پڑھتے ہیں ، پھر مجنوں اپنے باپ کے کہنے سے جوگیا کی دُھن میں بارگاہِ رب العزت میں ایک مناجات گاتا ہے ۔ اس سے اگلے سین میں ایک شاہ صاحب عربی کی مناجات پڑھتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں اور وہ عبداللہ کی درخواست پر مجنوں کے لیے دعا کرتے ہیں اور اُس کے باپ کو یہ تدبیر بتاتے ہیں کہ اس کی آنکھوں میں خاکِ کوے دلدار کا سرمہ لگاؤ کہ اُس کی اشک افشانی کا یہی مداوا ہے ۔

حافظ عبداللہ نے ڈرامے کو تماشائیوں کے لیے زیادہ مؤثر بنانے کے لیے اس کے انجام میں بھی تھوڑی سی تبدیلی کردی ہے ؛ آرام کے لیلیٰ و مجنوں کے خاتمے کا خلاصہ یہ ہے کہ "قیس لیلیٰ کی تلاش میں نکلتا ہے ، وہ اُس کو مل جاتی ہے ۔ دونوں بغل گیر ہوتے ہیں ۔ لیلیٰ کی روح گریہ و زاری کرتے ہوئے پرواز کر جاتی ہے ۔" حافظ عبداللہ نے اس حصّے کو طول دے کر تین مناظر میں پھیلا دیا ہے ۔ چوتھے ایکٹ کے تیسرے سین میں مجنوں پریشاں حالی کے عالم میں نظر آتا ہے اور گریہ و زاری کرتے کرتے بے ہوش ہو جاتا ہے ۔

چوتھے سین میں لیلٰی یادِ مجنوں میں بے قرار نظر آتی ہے ۔ پانچویں سین میں مجنوں نزع کی حالت میں دکھائی دیتا ہے لیکن جب لیلٰی آتی ہے تو وہ اسے دیکھ کر ہوش میں آ جاتا ہے اور خدا کا شکر بجا لاتا ہے لیکن بالآخر مر جاتا ہے ۔ لیلٰی واویلا مچاتی ہے اور نوحہ گاتے گاتے مر جاتی ہے ۔

ڈرامے کے آخری حصے کو اتنا طول دینے کی ظاہری وجہ یہ ہے کہ ڈراما نگار ڈرامے کے آخری حصے میں تماشائیوں کو چلتے چلاتے کچھ درد انگیز گانے سنوانا چاہتا ہے ۔ غنائی ناٹکوں کی ترتیب کا مقصد ہی اصل میں یہ ہے ۔ حافظ عبداللہ نے لیلٰی مجنوں میں مختلف طریقوں سے یہ مقصد پورا کرنے کی کوشش کی ہے ۔ یہ ڈراما ایسے بےشمار گیتوں کا مجموعہ ہے جن میں غم انگیز دھنوں کے ساتھ ساتھ بیچ بیچ میں ایسے گیت گانے کے مواقع بھی پیدا کیے گئے ہیں جن کی مجموعی کیفیت نشاط کی ہے اور یہ دونوں کیفتیں پیدا کرنے کے لیے ڈراما نگار نے جہاں مختلف طرح کی جدت طرازیوں سے کام لیا ہے ، دوسری طرف اُس روایت کی مقبولیت کی طرف سے بھی آنکھیں بند نہیں کیں جو امانت کی اندر سبھا سے شروع ہو کر اُس کے عہد تک پہنچی ہے ۔ ناٹک لیلٰی و مجنوں میں اُس نے گانوں کی دھنوں کے جو اشارے دیے ہیں ، ان میں اندر سبھا ، شیریں فرہاد اور چھل قزاق کی کئی دھنوں کے علاوہ گل بکاؤلی کی یہ دھن ”ہے ہے مرا پھول لے گیا کون“ تین بار دہرائی گئی ہے ۔ گانوں کے نقطۂ نظر سے لیلٰی و مجنوں میں دو اور باتیں بھی قابلِ توجہ ہیں ؛ پہلی تو یہ کہ اس ڈرامے کے بعض گانے معمول سے زیادہ طویل ہیں اور دوسرے عربی کے ایک گانے کی موجودگی ۔

لیلیٰ و مجنوں کے حوالے سے حافظ عبداللہ کے ایک مخصوص فنی رجحان کی طرف اشارہ ضروری معلوم ہوتا ہے ۔ اس ڈرامے کے دیباچے میں حافظ صاحب نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ :

''میں نے اس کھیل میں لڑکوں لڑکیوں کے ہم مکتب ہونے کی مضرّت دکھائی ہے اور مردوں کو عورتوں کی بے پردگی پر نہایت غیرت دلائی ہے ۔ بے پردگی کو بدلائل عقلی و نقلی مضر ثابت کیا ہے اور شرع احمدی کی فضیلت کو ، جس میں پردۂ زناں فرض ٹھیرایا گیا ہے ، بخوبی جتا دیا ہے ۔ اگرچہ یہ ناٹک بظاہر عشق و محبت کی کتاب ہے لیکن درپردہ تفسیر آیۂ حجاب اور پند نامۂ لاجواب ہے ۔''

ڈرامے کے چوتھے ایکٹ کے پہلے سین میں عبدالرحمان کو متأسف دکھایا گیا ہے اور اُس کی زبان سے یہ بات کہلوائی گئی ہے کہ میں نے اپنی لڑکی کو لڑکوں کے ساتھ پڑھوایا تو اُس کا یہ نتیجہ ہوا کہ مجھے ذلت اُٹھانی پڑی ۔ واقعی بیٹی کو مکتب میں بٹھانے کا یہی انجام ہونا چاہیے تھا (صفحہ ۱۷۲) ۔ ذرا آگے چل کر اُن لوگوں کو ُبرا کہا گیا ہے جو عورت کے پردے کو اچھا نہیں سمجھتے (صفحہ ۱۷۲) ۔ حافظ عبداللہ کا یہ اصلاحی رجحان ہمیں بعض دوسرے ڈراموں ، مثلاً شیریں فرہاد ، علی بابا چہل قزاق ، زہرہ بہرام اور فریبِ فتنہ میں بھی ملتا ہے ۔

وقار عظیم

ناٹک

سوانح قیس مفتون

معروف بہ

عشق لیلیٰ و مجنوں

مصنفہ

حافظ محمد عبداللہ صاحب زمیندار بلہورہ

پروپرائیٹر انڈین امپیریل تھیئٹریکل کمپنی

بظلِ حمایت عالی جناب معلیٰ القاب سری سوائی مہاراج
نہال سنگھ لوکندر بہادر والیٔ ریاستِ دھولپور پیٹرن
کمپنی مذکور

۱۹۰۱ء شہر آگرہ

مطبعِ الٰہی میں مجھو خاں کے اہتمام سے چھپا

دیباچہ

(از مصنّف)

حمد و نعت کے بعد خیر خواہِ خلق اللہ محمد عبداللہ بن منشی شیخ الٰہی بخش مغفور متوطن چتورا ضلع فتح پور ہنسوہ ناظرینِ حکایاتِ غریب و شایقینِ قصصِ عجیب کی خدمتِ والا درجت میں التماس کرتا ہے کہ میں نے یہ ناٹک اپنی جماعت موسومہ انڈین امپیریل تھیٹریکل کمپنی کے لیے حسب ایمائے عالی جناب ، معلّی القاب ، مدہ سری مہاراجہ دھراج سدی راجہ سوائی رئیس الدولہ سپہدار الملک سرآمدِ احبائے ہند سری سوائی مہاراج رانا نہال سنگھ لوکندر بہادر دلیر جنگ جی دیو - ایم - سی - آئی - ایچ دام اقبالہ و ملکہ والیٔ ریاست دھول پور پیٹرن کمپنی مذکورہ بالا ماہ اپریل ۱۸۸۵ع میں بمقام شہر فرخ آباد ترتیب دیا ہے اور اس کو بنام ''سوانح قیس مفتون معروف بہ عشق لیلٰی و مجنوں'' موسوم کیا ہے - زاں بعد ماہ جنوری ۱۸۸۶ع میں بمقام فتح پور ہنسوہ یہ ناٹک ترمیم کیا گیا اور نامی پریس شہر کان پور میں چھپوا دیا گیا - اب ۱۸۸۹ع میں پھر اس کو بمقام شہر میرٹھ ترمیم کیا گیا اور اس طرح پر جیسے کہ بالفعل کمپنی مذکورہ بالا کے ایکٹر اس کھیل کو کھیلتے ہیں ، ترتیب دیا ہے -

قصہ ناٹک ہذا چند کتبِ قصص مشہور و معروف سے لیا گیا

ہے اور وہ بہ کمی و بیشیِ بعض مضامین جدید طرز پر مرتب ہو کر عربی و ہندی ، انگریزی عروض کی مختلف بحروں میں بزبانِ فصیحِ اردو نظم کیا گیا ہے ۔ بعض چیزیں دیگر شعرا کی طبعزاد لی ہیں جو ضروری ترمیم کے بعد اس میں داخل کی ہیں ۔ میں نے اس کھیل میں لڑکوں لڑکیوں کے ہم مکتب ہونے کی مضرت دکھائی ہے اور مردوں کو عورتوں کی بے پردگی پر نہایت غیرت دلائی ہے ۔ عورتوں کی بے پردگی کو بدلائلِ عقلی و نقلی مضر ثابت کیا ہے اور شرعِ احمدی کی فضیلت کو ، جس میں پردۂ زناں فرض ٹھیرایا گیا ، بخوبی جتا دیا ہے ۔ اگرچہ یہ ناٹک بظاہر عشق و محبت کی کتاب ہے لیکن در پردہ تفسیر آیۂ حجاب اور پند نامۂ لاجواب ہے ۔

اس ناٹک میں ہر ایک چیز کی دُھن تال کو فنِ موسیقی کے اعتبار سے قائم کیا ہے اور کسی ایسی مشہور و معروف چیز کے حوالے سے ، جو اکثر اسی دُھن تال میں گائی جاتی ہے ، اس کا طرز بھی جتا دیا ہے ، کیونکہ کلام خاص اَپیرا ناٹک میں اسی راگ یا راگنی کا استعمال ہوتا ہے جو متکلّم کی حالتِ موجودہ کے موافق و مناسبِ حال ہوتا ہے ، مگر عام چیزوں کی دُھن میں لحاظِ وقت ضرور ہے ورنہ ایکٹر کا قصور ہے ۔

میں نے اس ناٹک میں اُن پردوں کے نمبر ترتیب کو ، جن سے مواقع ناٹک دکھلائے جاتے ہیں ، بلحاظ اسٹیج قایم کر دیا ہے اور ان کا شمار ڈراپ سین کی طرف سے کیا ہے ۔ ان کے قایم کر دینے سے یہ بڑی سہولت ہے کہ اثنائے تماشا میں ایسا وقفہ نہیں ہوتا جو بے ضرورت ہے ۔

میری یہ بھی عرض ہے کہ اگر کوئی صاحب اس کتاب میں

کسی قسم کا سُہو یا کچھ غلطی پائیں تو براہ نوازش مؤلف کو ضرور مُطلع فرمائیں تاکہ آئندہ اس کی اصلاح عمل میں آئے ، اور وہ نقص رفع ہو جائے ۔

مقام شہر میرٹھ — محمد عبداللہ مؤلف

۲۷ - اپریل ۱۸۸۹ع

تختۂ ناٹک

پارٹ

مرد

نوفل شاہ : خلیفۂ بغداد	عیار : پسر بانکے میاں
عبدالرحمٰن : امیرِ نجد و پدرِ لیلیٰ	خدام : خادمانِ کعبہ شریف
عبداللہ : سردارِ قومِ عامری و پدرِ مجنوں	شاہ صاحب : ایک فقیر
	خدمت کار : خادم عبداللہ
قیس عرف مجنوں : پسرِ عبداللہ	منادی : ملازم عبداللہ
آخون جی : نجد کا ایک مدرس	دہقانی : بانکے میاں کے پڑوسی
منجّم : ایک نجومی	لکڑ ہارے : دیہاتی ہیزم فروش
بانکے میاں : دہقانی پدر عیار	لڑکے : ہم مکتبِ مجنوں

عورتیں

لیلیٰ : معشوقۂ مجنوں و دختر عبدالرحمٰن	بیگم : زوجۂ بانکے میاں
	دایہ : مجنوں کی دائی

عابدہ : زوجۂ عبدالرحمٰن **باندیاں :** خادمۂ مجنوں
مادرِ لیلیٰ **رامشگر :** ایک رقّاصہ

علاوہ اس کے درباری ، چوب دار ، خدمت گار ، لڑکے ، دہقانی وغیرہم ۔

مقامات :

مکۂ معظمہ ، نجد ، بغداد ۔

پہلا ایکٹ

پہلا سین

دیوان خانہ[1]

[عبداللہ کا آرزوئے پسر میں دست بدعا نظر آنا]

عبداللہ : **غزل[2]**

بلاشک ہے تو ہی حاجت روائے دو جہاں یا رب!
مرا مقصد بھی بر لائے گا تو ہی بے گماں یارب!
ترے افضال سے ہے دولت و حشمت مجھے حاصل
مگر بیٹا نہیں ، اس غم سے ہوں میں نیم جاں یارب!
زمیں پر وہ شجر بے قدر ہے جو پھل نہیں لاتا
یونہی ہے لاولد انساں بھی زیرِ آسماں یارب!
ہوں غنچے کی روش میں تنگدل اس باغِ دنیا میں
بہارِ فضل سے جیوں گل کِھلا دے اِس زماں یارب!
سوا تیرے نہیں میں غیر سے امید رکھتا ہوں
تو ہی ہے مالکِ بحر و بر و کون و مکاں یارب!

۱- پردہ نمبر ۱۰ -
۲- دُھن کافی ، تال پشتو - طرز : ''شجر سے ، گل سے جلوہ ہے نمایاں تیری صنعت کا''

عبداللہ :

بیکار وہ مکان ہے جس میں کہ در نہیں
کس کام کی صدف وہ کہ جس میں گُہر نہیں
ویرانہ ملک ہے وہ کہ جس میں بشر نہیں
ناکام وہ دعا ہے کہ جس میں اثر نہیں
بےقدر وہ شجر ہے کہ جس میں ثمر نہیں
بدبخت وہ پدر ہے جو رکھتا پسر نہیں

[ایک خدمت‌گار کا آنا[۳]]

ٹھمری[۴]

شاد ہو مہربان شاد ہو مہربان بخت کی یاری سے—شاد ہو
آپ کا چمکا آج ستارا بیٹا ہوا اس آن—شاد ہو[۵]

عبداللہ : گانا[۶]

ہے شکرِ داد گر ، دیا مجھے پسر
مراد اپنے فضل سے وہ میری لایا بر—ہے شکر
ہو آج ہی پسر ، جس عامری کے گھر
اُسے عطا کروں گا بےشمار مال و زر—ہے شکر

۴- دھن جھنجوٹی ، تال دادرا ۔ ''طرز : مارے رے سوہے بان''
۶- انگریزی وزن ، دھن ضلع کلیان ، تال دادرا ۔ طرز : ''مقیم چہل یار یہاں ہوں ایک بار''

ہمارے ہی وہ گھر ، پلے گا بس پسر
مشاہرہ بھی اس پسر کا پائے گا پدر — ہے شکر
منادی جا کے تو ، کر اس کی کُو بکُو
تمام شہر میں ہو مشتہر ، یہ اب خبر — ہے شکر

[جانا خدمت گار کا[۷]]

یہاں نہ اب رہوں ، مکاں کو بس چلوں
کہ تا ہو جشن کا بھی اہتمام زود تر — ہے شکر

[جانا عبداللہ کا[۸]]

دوسرا سین

محلہ[1]

[مُنادی کا آنا (اس کی ندا سن کر) دہقانیوں کا جمع ہو جانا]

مُنادی : **ندا**[2]

معلوم کریں سب کہ ہؤا فضلِ خدا آج
عبداللہ کو فرزند کیا حق نے عطا آج
پیدا ہو پسر آج ہی جس عامری کے گھر
انعام وہ لے اس کے یہاں زود تر آکر
لڑکا بھی پلے گا وہ اسی کے یہاں دلخواہ
تنخواہ پدر پائے گا اس لڑکے کا ہر ماہ

[سب کا جانا]

۱- پردہ نمبر ۱ -
۲- دھن برہنس ، تال دادرا - طرز : "معلوم کریں سب کہ قباد آج ہوا شاہ"

تیسرا سین

جھونپڑی[1]

[بیگم (زوجۂ بانکے میاں) کا اپنے شوہر کی منتظر نظر آنا]

بیگم : کہروا[2]

آیا نہ اب تک میرا میاں گھر
بیٹھ رہا بازار میں جا کر—آیا
بانکے میاں کی میں تو ہوں بی بی
اور وہ پیارا ہے مرا شوہر—آیا

[بانکے میاں کا آنا[3]]

بانکے میاں : کہروا[3]

بیگم پیاری مری ، سن خوشی کی خبر
خوشی کی خبر ، خوشی کی خبر—بیگم
شہر میں خوشی ، بی! آج ہے بڑی
بیٹا پیدا ہوا عبداللہ کے گھر—بیگم

۱- پردہ نمبر ٦ -
۲- دھن جھنجوٹی ، تال کہروا - طرز : ''نہیں ہوں میں کل اک پل . . .''
۳- دھن پیلو ، تال کہروا - طرز : ''ساڑھے تین پیسے سیر مچھلی کیا بیچوں اب . . .''

تجھ کو بھی ہے سات مہینے کا پیٹ
بچہ جن جلدی کہ ہاتھ آوے زر—بیگم

بیگم : کہروا[5]

ارے جنگلی موئے ، ارے جنگلی موئے
الّو بھی تجھ سے حیران ہوئے
دارو پی کے بچوں سی کرتا ہے تو بات
ہٹ جا یاں سے ورنہ میں ماروں گی ایک لات
سات مہینے میں بھی کہیں ہوتا ہے لڑکا
ایسی باتوں سے میرا غصہ نہ تو بھڑکا

بالکے میاں :

مجھ کو تو لڑکا چاہیے اس وقت ، جن شتاب
تجھ پر کروں گا ورنہ بہت آج میں عتاب
اس وقت لڑکا ہونے سے انعام پاؤں گا
جو پھر ہؤا تو خاک میں اس کو ملاؤں گا

بیگم : بیہودہ بات یہ نہ زباں سے نکال تو
اے بدلگام خر ! اپنے منہ کو سنبھال تو
بوڑھا ہؤا مگر تجھے غیرت نہیں ذرا
چولھے میں جائیں ایسی تری باتیں بے حیا

۵- دھن کالنگڑا ، تال کہروا ۔ طرز : ''میرے بھولے نواب . . .''

بالکے میاں :

مانے گی اس طرح نہ مری بات یہ بلا
اک لات مارتا ہوں تو جنتی ہے برملا

[بانکے میاں کا تیش میں آ کر بیگم کے پیٹ پر زور سے ایک لات لگانا ، بیگم کا چلاتے ہوئے جھونپڑی کے اندر گھس جانا ، بانکے میاں کا اس کے پیچھے قدم اٹھانا ۔ کئی دہقانیوں کا ہاتھ پر لڑکے رکھے ہوئے آنا]

سب دہقانی : **لاونی**[6]

چلو جلدی بیٹوں کو لے کر امیر کے پاس
آج پائیں گے انعام ہیرے الماس
ہوئے ساعتِ نیک میں پیدا یہ برخوردار
کرو شکر خدا کا بھائیو سب ہر بار
اپنا ہے عبداللہ امیر ، سخی سردار
مزے اس کے عہد میں خوب آئیں یار

[بانکے میاں کو بلانا]

جھول

ارے ارے آؤ بانکے میاں تو جلد آ

[بانکے میاں کا در پر آنا]

بالکے میاں : ابھی ٹھہرو رے میں کھولا پی لوں ذرا سا

۶۔ دھن جھنجوٹی ، تال قوالی ۔ طرز : ”من موہن بجاؤ رے بانسری“

سب دہقانی : بھئی چھوڑو رے ، نہیں اس کے تو لڑکا بالا

[سب دہقانیوں کا باہر جانا]

بانکے میاں : یہ کیا بکتے ہو تم ، پسر میں لایا
انعام تمھارے ہی حصے میں کیا آیا ؟

چوتھا سین

محلہ[1]

[سب دہقانیوں کا اپنے اپنے بچے ہاتھوں پر لیے ہوئے آنا اور بانکے میاں کے ہاتھوں پر بچہ دیکھ کر گھبرانا]

سب دہقانی : **کہروا**[2]

بھائی تو نے یہ بیٹا کہاں سے پایا ہے ؟
کہاں سے پایا ہے ، کہاں سے پایا ہے ؟—بھائی
بیگم کو تو تیری حمل تھا سات ماہ کا یار
لایا کہاں سے لڑکا چرا کر تو اے مکار—بھائی

بانکے میاں: سن لو گدھو یہ ہوتی ہے عاقل شخصوں میں بات
بچہ پیدا ہو گیا جو بیگم کے ماری لات—بھائی

سب دہقانی : گڑبڑ ساری چھوڑو ، چلو جلد عبداللہ کے پاس
ہوں پاکر انعام خوش ، بر آئے ہماری آس—بھائی

[سب کا جانا]

۱- پردہ نمبر ۱-
۲- دھن کالنگڑا ، تال کہروا - طرز : ''دیکھو دیکھو تو باغ میں کون آیا رے''

پانچواں سین

دیوان عام[1]

[عبداللہ کا مع اپنے عزیز و اقارب کے مسند پر بیٹھے ہوئے نظر آنا ، رامشگروں کا ناچنا گانا]

رامشگر : غزل[2]

دکھائی حق نے خزاں میں عجب بہار تمھیں
دیا جو پیری میں فرزندِ گل عذار تمھیں
ہوا سہارا ضعیفی میں اس پسر سے بڑا
عصائے پیری مبارک یہ ذی شعار تمھیں
تمھارا نام رہے حشر تک بنا اس سے
کرے تمام جہاں میں یہ نامدار تمھیں

[سب دہقانیوں کا ہاتھوں پر لڑکے لیے ہوئے آنا]

سب دہقانی : ہولی[3]

آئے ہیں اے سردار ترے گھر
بیٹوں کو اپنے لوگ لے کر آئے ہیں

۱۔ پردہ نمبر ۱۲ ۔
۲۔ دھن بہار ، تال دادرا ۔ طرز : ''چمن میں آئی ہے کیا خوش نما بہار بسنت''
۳۔ دھن کافی ، تال چاچر ۔ طرز : ''پھاگن کے دن چار . . .''

انعام ہم کو جلد عطا ہو
کر دو ہمیں زر دار—ترے گھر

عبداللہ : غزل[4]

ارے کوئی حاضر ہے نوکر مرا ؟
کرے خوب انعام ان کو عطا
یہ بچے ہوں میرے ہی گھر پرورش
رہیں ان کے ماں باپ بھی یاں سدا
دکھانا ہے فرزند کی مجھ کو فال
نجومی بھی یاں جلد کوئی بلا

رامشگر : غزل[5]

تمھیں ہو پسر کی ولادت مبارک
اسے دو جہاں کی سعادت مبارک
پسر ماہ رو تم کو خالق نے بخشا
ملی چاند سی اس کو صورت ، مبارک
نہ عالم میں لے نام حاتم کا کوئی
جہاں کی ہو تم کو سخاوت مبارک

[نجومی کا خدمت گار کے ساتھ آکر تسلیمات بجا لانا]

عبداللہ :

ارے او نجومی ! ذرا دیکھ فال
سنا میرے بیٹے کا سب مجھ کو حال

[نجومی کا فال دیکھ کر حال سنانا]

۴- دھن کھماچ ، تال چاچر - طرز : ''بگاڑا تھا کیا میں نے تیرا ، بتا''
۵- دھن شہانہ ، تال چاچر - طرز : ''دہن پر ہیں ان کے گماں کیسے کیسے''

نجومی : **غزل**[٦]

یہ بچہ عجب اک طرح دار ہوگا
حسینوں سے اس کو بہت پیار ہوگا
ذرا ہوش میں آئے گا جب یہ لڑکا
مئے عشق و اُلفت سے سرشار ہوگا
یہ چھوڑے گا گھر عشق میں وحشی ہو کر
مقام اس کا ہر دشت و کہسار ہوگا
رہے گا مگر نام ور کل جہاں میں
یہ عشّاق عالم کا سردار ہوگا
مناسب ہے نَام اس کا تم قیس رکھو
خطاب اس کو مجنوں سزاوار ہو گا

عبداللہ : **گانا**[٧]

خوشی ہمیں بھلا ، نہ کیوں ہو برملا
خدا نے اپنے فضل سے پسر کیا عطا
پسر نہ ہونے کا مجھے تو غم تھا صبح و شام
ہو وحشی گو ، رہے گا پر اسی سے میرا نام

[دایہ کا مجنوں کو لے کر آنا]

دایہ : **ٹھمری**[٨]

یہ بچہ کیوں گھبراتا ہے
کل نہیں لیتا ، کیا میں کروں ــــ یہ بچہ

٦۔ دھن دیسکار ، تال چاچر ۔ طرز : ''سدا مرگ کا غم ہے زندہ بشر کو''
٧۔ انگریزی وزن ۔ دھن ضامع کلیان ، تال دادرا ۔ طرز ۔ ''چلو چلو آدم . . .''
٨۔ دھن پیلو ، تال قوالی ۔ طرز : ''گھبراوے سوری جان رے . . .''

روتا بِلَکتا ہے یہ ہر دم
صاحب کیجے علاج کچھ
بے کل ہے جی اس کا نہایت
چین ذرا نہیں پاتا ہے ــ یہ بچہ

عبداللہ : **غزلیات**[۹]

کیوں اس قدر ہے بچہ مرا اضطراب میں
دیکھو تو حال یہ بھی ذرا تم کتاب میں
گھبراتا ہے، تڑپتا ہے، روتا ہے بے طرح
اشکوں سے ڈوبا گویا ہوا غرق آب میں
آرام سے ہمیشہ رہے میرا یہ پسر
تدبیر سوچو ایسی کوئی اس کے باب میں

نجومی :

اُلفت کی آب و خاک سے اس کا وجود ہے
پہلا یہ فعلِ عشق کا اس سے نمود ہے
رکھیں حسین لونڈیاں خدمت میں اس کی آپ
رہنا زنانخانے ہی میں اس کو سود ہے
عاشق مزاج ہوگا یہ، کچھ غم نہ کیجیے
حافظ پسر کا آپ کے رب الودود ہے

[سب کا مجنوں کے حسن کو دیکھ کر حیرت میں آنا]

۹۔ دھن ضلع، تال دادرا۔ طرز: ''چھوڑیں گے بے وفا سے نہ اہلِ وفا عوض''

سب : غزل[۱۰]

حسن کیا اس کا خداداد ہے ، اللہ اللہ !
قد میں یہ غیرتِ شمشاد ہے ، اللہ اللہ !
اس کے شمشیر سے ابرو ہیں ، مژہ خنجر سے
غصّے کی آنکھ تو جلاد ہے ، اللہ اللہ !
ایسا خوشرو نہیں دیکھا کوئی لڑکا ہم نے
حسن میں رشکِ پری زاد ہے ، اللہ اللہ !

[سب کا متحیّر ہونا]

[پہلے ایکٹ کا اختتام پانا ، ڈراپ سین کا گرایا جانا]

۱۰- دھن ضلع ، تال دادرا - طرز : "ہجر میں نالۂ شبگیر ہے اللہ اللہ"

دوسرا ایکٹ

پہلا سین

زنانخانہ[1]

[مجنوں کا شکرِ خدا کرتے ہوئے اور باندیوں کا دست بستہ کھڑے نظر آنا]

مجنوں : **غزل[2]**

بخشے خدمت کو ہیں گل رو یہ خدایا ! تو نے
شکر ہے غنچۂ امید کھِلایا تو نے
خاکی بندوں کو بھی یہ حسن کا جلوہ دے کر
اپنی قدرت کا کرشمہ ہے دکھایا تو نے
لالہ رویوں سے ہوا صفحۂ دنیا گلُ گوں
باغِ ہستی میں عجب رنگ جمایا تو نے
ذرّۂ خاک کو بھی مہر سے اپنے یا رب !
مثل خورشیدِ درخشاں کے بنایا تو نے

باندیاں :

چاہ کس کو نہ تری مثلِ زلیخا ہوگی
حسن تو بڑھ کے ہے یوسف سے بھی پایا تو نے

۱- پردہ نمبر ۱۱ -
۲- دھن کا لنگڑا ، تال دادرا - طرز : ''کیا کماں ابرو نے اک تیر نظارا مارا''

مجنوں : **ہولی**[۳]

گائیں سب ساہ پارا
ذرا شاد ہو جی ہمارا
دل مضطر ہے میرا نہایت
کیا میں کروں اس کا چارا
آتی نہیں بات اس دم کوئی خوش
ہے راگ لیکن گوارا —— ذرا

باندیاں : **ٹھمری**[۴]

صدقے ہوں لے کے بلائیں ہم
ترے اے قیس ہر دم — صدقے
چاند سا مکھڑا ہے ترا پیارے
تجھ کو گلے سے لگائیں ہم—ترے

[عبداللہ کا آنا ، باندیوں کا ہٹ جانا]

عبداللہ : **ٹھمری**[۵]

آج اے میرے پیارے
مکتب چلو ، علم حاصل کرو — آج
حیواں بھی ہو علم سے مثل انساں
تم رہ کے جاہل نہ حیواں بنو — آج

مجنوں : مجھے عذر کیا اس میں اے پیارے باپ
ابھی لے چلیں مجھ کو مکتب میں آپ

۳- دھن کافی ، تال چاچر - طرز : ''مجھ سے کی بے وفائی''
۴- دھن ضلع کلیان ، تال کہروا - طرز : ''نرمل بھرنے نیر رے''
۵- دھن پیلو ، تال چاچر - طرز : ''ساتھ گوریوں کے ساجن''

دوسرا سین

محلہ[1]

[بانکے میاں کا کھانے کی ہانڈی لے کر آنا اور اپنے پسر عیار کو کھانے کے لیے بلانا]

بانکے میاں : کہروا[2]

چل آ بیٹا ، چل آ بیٹا
بھوک لگی ہے کھانا کھا

[عیار کا کھانے کو دیکھ کر منہ برا بنانا ، بانکے میاں کا پچھتانا]

تجھ کو ماں کے پیٹ سے ہم نے لیا نکال
بلا گلے میں اپنے ہائے کیسی لی یہ ڈال — چل

[عیار کا کھانے کو ناپسند کر کے ہانڈی پر لات مار کر گرانا]

عیار : ایسا کھانا بھاتا ہے ہم کو نہیں ذرا
لا تو متنجن یا ہم کو بریانی کھلوا — چل

[بانکے میاں کا عیار کو طمانچہ مارنا ، اس کا بانکے میاں کو پچھاڑنا ۔ بانکے میاں کا غل مچانا ، پڑوسیوں کا دوڑ کر دونوں کو چھڑانا]

۱۔ پردہ نمبر ۱ ۔
۲۔ دھن کا لنگڑا ، تال کہروا ۔ طرز : ''چھوڑی بھجن کی . . .''

بانکے میاں : **ہولی**[۳]

دھوم لڑکے نے کیسی مچائی
کرتا ہر دم ہے مجھ سے لڑائی — دھوم
بریانی کے بدلے کھا لات مُکّے
اے بے ادب ، نا سزائی — دھوم

[عیار کو لات مُکّوں سے مارنا]

عیار : کیوں مارتا ہے تو او بڈھے مجھ کو
کیا تیری کمبختی آئی — کرتا

[عیار کا بانکے میاں کو چمٹنا ، بانکے میاں کا اپنے تئیں چھڑا کر عیار سے لپٹنا]

پڑوسی : **کہروا**[۴]

ارے بانکے میاں ! ارے بانکے میاں !
بیٹے سے جھگڑنے میں ہے زیاں — ارے

بانکے میاں : میں بولا "آ کھانا کھا" یہ ایسا بدذات
کھانے کے برتن پر اس نے ماری بڑھ کر لات — ارے

پڑوسی : یہ لڑکا ہے بے ادب مکتب میں بٹھلا
ہاتھوں سے مت بدچلن اپنے اسے بنا — ارے

بانکے میاں :

سچ کہتے ہو، پکڑو اس کو مل کر سب کے سب
مکتب میں بٹھلائیں اسے لے چل کے ہم اب — ارے

[سب کا مل کر عیار کو اٹھا لے جانا]

۳۔ دھن جوگیا اساوری ، تال چاچر ۔ طرز : "بانکے مرزا نے دھوم مچائی"
۴۔ دھن کالنگڑا ، تال کہروا ۔ طرز : "مرے بھنگڑ میاں اجی بھنگڑ میاں"

دوسرا ایکٹ

تیسرا سین

مکتب[1]

سب : گانا[2]

[آخون جی کا لڑکوں کو سبق پڑھاتے ہوئے نظر آنا]

اِلہام 'الف' سے ہوا ، اللہ ہے بس ایک
اور 'بے' سے کرو بندگی ، اے بندو بنو نیک
تحقیق ہوا 'تے' سے بری خو ہے تکبّر
اور 'ثے' سے دو روزہ کرو ثروت کو تصوّر
تم 'جیم' سے بد جانو سدا جبر و جہالت
حاصل ہوا 'حے' سے حسد و حرص ہے آفت
خدمت کرو ماں باپ کی تم 'خے' سے خدا را
ہے 'دال' سے درویشوں کی دعوت کا اشارا
ذاکر ہے یہی 'ذال' کرو ترکِ ذمایم
روشن ہوا 'رے' سے کہ رہِ حق پہ ہو قائم
ہے فرض عیاں 'زے' سے زکٰوۃِ زر و دولت
اور 'سین' سے سائل کو دو، ہے خوب سخاوت

۱- پردہ نمبر ۱۰ -

۲- دھن برھنس، تال دادرا - طرز: ''مقصود الف سے ہے کہ اللہ کا لو نام''
(اصل میں لفظ ''گانا'' کی بجائے ''حروف تہجی'' لکھا تھا)

شایاں ہے تمھیں 'شین' سے ، ہردم رہو شاکر
کر صبر صعوبت میں ، بنو 'صاد' سے صابر
ہے 'ضاد' سے اظہر ضررِ ضد و ضمانت
اور 'طوے' سے سمجھو طلب و طمع میں ذلّت
ظاہر یہ ہوا 'ظوئے' سے ہے ظلم ضلامت
اور عدل عیاں 'عین' سے ہے عین عبادت
ہے غلغلۂ 'غین' کہ اچھی نہیں غفلت
فرماں ہے یہ 'فے' کا کہ کرو فکرِ معیشت
ہے 'قاف' کا یہ قول ، قسم کھا بہ ضرورت
اور 'کاف' یہ کہتا ہے کہ کر کذب سے نفرت
سب لہو و لعب چھوڑ ، یہ ہے 'لام' سے لازم
اور 'میم' سے بس مشقِ کتابت کرو دائم
ناداں نہ بنو 'نون' سے ، سب مانو نصائح
وعدے ہوں وفا پورے ، یہ ہے 'واؤ' سے واضح
ہے 'ھے' سے ہویدا کہ ہوس کرتی ہے برباد
یزداں کو یقیناً کرو تم 'یے' سے سدا یاد

[عبداللہ کا مجنوں کو ساتھ لے کر آنا]

عبداللہ : (مجنوں سے)

کرو قیس آخون جی کو سلام
(آخون جی سے) یہ فرزند ہے میرا اے نیک نام
ذرا آپ مجھ پر کرم کیجیے
اسے علمِ دیں کچھ پڑھا دیجیے

رہے قیس پر مہر آخون جی !
نہ بھولوں گا حق آپ کا میں کبھی

آخون جی : اجی شیخ صاحب ! یہ کیا بات ہے
کرم آپ کا مجھ پہ دن رات ہے
اسے جان و دل سے پڑھاؤں گا میں
بہت جلد عالم بناؤں گا میں
رہیں آپ بے فکر اس سے مدام

عبداللہ : تو بس لیجیے میرا حضرت ! سلام

[عبداللہ کا جانا ، بانکے میاں کا عیار کو پڑوسیوں سے اٹھوائے ہوئے لانا]

گانا[۳]

بانکے میاں : آخون جی! یہ لڑکا ہے میرا
کچھ علم اسے بھی دیجیے پڑھا

آخون جی : کس لیے تم اسے پکڑے ہو ؟

سب دہقانی : بھاگتا ہے حضرت ! یہ تو

آخون جی : پیٹوں گا بے حد اس کو

عیار : یا رب ! تو اس سے بچا

بانکے میاں : ہے نام کا اپنے تو سچا
ہو جائے گا اب سیدھا بچا !

آخون جی : نام کرو اس کا اظہار

۳۔ انگریزی وزن ، دھن جھنجوٹی ، تال قوالی ۔ طرز : ”رشوت ہے پولیس کی عام“

سب دہقانی : کہتے ہیں اس کو 'عیّار'
آخون جی : ہوگا بے شک یہ مکّار
عیار : جانوں بھلا میں کیا دغا
بانکے میاں : بس بیٹھو یاں تم سیدھے بچا!
پاؤ گے بہت اب ورنہ سزا
آخون جی : بیٹھ یہاں او بدکردار!
سب دہقانی : دیکھیں ہم اپنے گھر بار
آخون جی : لو یہ 'الف بے' برخوردار
عیار : سمجھوں گا تم کو بچا

[سب دہقانیوں کا جانا]

آخون جی : سنو لڑکو جاتا ہوں میں گھر کو اب
کرو تم سبق یاد خوب اپنے سب
یہ ہیں قیس و عیار دونوں نئے
پڑھا دے انھیں کوئی بھی تم میں سے

[آخون جی کا جانا ، سب لڑکوں کا پڑھنا پڑھانا]

سب لڑکے : **گانا**[۴]

الہام 'الف' سے ہوا ، اللہ ہے بس ایک
اور 'بے' سے کرو بندگی اے بندو بنو نیک

[عیار کا ناک صاف کرنے کے بہانے سے علیحدہ ہونا[۵]]

۴- دھن برہنس ، تال دادرا - طرز : "مقصود الف سے ہے کہ اللہ کا لو نام" (اصل میں گانا کی بجائے "حروف تہجی" تھا) -

عیار : (خود سے[6])

گیا اب تو آخون جی ، نابکار
میں ہو جاؤں یاں سے اسی دم فرار

[عیار کا فرار[7] ہو جانا]

ایک لڑکا : (دوسرے لڑکوں سے)

یہ بچ سکتا ہے بھاگ کر بھی کہیں
چلو دوڑ کر اس کو پکڑیں یہیں

[سب لڑکوں کا عیار کے پیچھے جانا ،
لیلیٰ و مجنوں کا پڑھنا پڑھانا]

لیلیٰ : **گانا[8]**

الہام الف سے ہوا ، اللہ ہے بس ایک
اور 'بے' سے کرو بندگی، اے بندو بنو نیک

[مجنوں کا لیلیٰ پر فریفتہ ہو کر اس کو اپنا عشق جتانا]

مجنوں : **غزل[9]**

شرمندہ 'الف' ہے قدِ دلدار کے آگے
بے عیب نہیں 'بے' بھی لبِ یار کے آگے
خوش آتی نہیں مجھ کو تو ہرگز یہ 'الف بے'
کیا اس کو پڑھوں مصحفِ رخسار کے آگے

۸۔ دھن برہنس ، تال دادرا۔ طرز : ''مقصود الف سے ہے کہ اللہ کا لو نام'' (اصل میں ''گانا'' کی بجائے ''حروف تہجی'' تھا) ۔

۹۔ دھن ضلع ، تال دادرا ۔ طرز : ''سہاں کو اٹھاتے ہیں بھلا یوں کہیں گھر سے''

عارض سے ترے پیارے خجل شمس و قمر ہیں
نادم ہے ہلال ابروے خمدار کے آگے
ہے کبکِ دری بس تری رفتار سے پامال
بُلبل کا بھی دم بند ہے گفتار کے آگے
بندہ ہے دل و جاں سے غلام آپ کا صاحب
سچ عرض ہے خادم کی یہ سرکار کے آگے

[عیار کا اور لڑکوں کے ہمراہ آنا اور لیلیٰ و مجنوں کی باتیں سننے کے لیے ایک گوشے میں پوشیدہ ہو جانا]

دیکھا ہی کروں تم کو شب و روز خوشی سے
بیٹھے جو رہو تم اسی غم خوار کے آگے
ناراض ہو مجھ سے تو جو چاہو ابھی کہہ لو
پر کہنا کوئی بات نہ عیّار کے آگے

[لیلیٰ کا بھی مجنوں پر فریفتہ ہو جانا اور شرم سے ایک طرف ہوکر اپنا پیار جتانا]

لیلیٰ : **ٹھمری** [۱۰]

مکھڑا سنور سنور کے جو تو نے دکھایا ، مجھے بھایا
اِدھر آدھرکی باتیں کر پیار جتایا—مکھڑا
چاہِ محبت میں پیارے ناحق تو نے ڈبایا
غیرتِ یوسف شکل دکھا کر اپنی زلیخا بنایا—مکھڑا

[عیار کا لیلیٰ کو مجنوں پر فریفتہ دیکھ کر آتشِ رشک و حسد سے جل جانا]

۱۰- دھن کھماچ ، تال یکتالہ ۔ طرز : ''باتیں جھڑک جھڑک مجھے کیوں تو ستاوے''

یار : (خفیہ ، خود سے[۱۱])

مجھ میں دو چند قیس سے ہے خوبی و جمال
پھر ہائے مجھ پہ مرتی نہیں کیوں کوئی چھنال
ماں باپ سے یہ لیلیٰ کے کہتا ہوں حال جا
تا خوب وہ چکھائیں اسے عشق کا مزا

[عیار کا مع سب لوگوں کے جانا ، مجنوں کا لیلیٰ سے الفت جتانا]

ہولی[۱۲]

میرا دل آیا تجھ پر مجھے پیار اے جان ذرا کر—میرا
ماں خدا یاد آتی ہے مجھ کو چہرہ ترا دیکھ دلبر
اس کے سوا اور خواہش نہیں ہے دیکھا کروں تجھ کو دن بھر—مجھے

لیلیٰ : ہولی[۱۳]

اے قیس ! باتیں نہ اب ایسی تو کر
چرچے کہیں اپنے پہنچیں نہ گھر گھر—اے قیس
دشنام دے گی ہزاروں ہی مجھ کو
سن لے گی جو میری مادر
مجھ سے نہ ہرگز لپٹ چل پرے ہٹ
تیرا تو دیدہ نہایت ہے بے ڈر—اے قیس

[مجنوں کا لیلیٰ کے ہاتھوں کو اپنی آنکھوں سے لگانا چاہنا ، لیلیٰ کا جھڑکنا ، مجنوں کا غش کھا کر نیچے گر جانا ، لیلیٰ کا رحم کھانا]

۱۲- دھن کافی ، تال چاچر - طرز : ''مجھ سے کی بے وفائی تجھے شرم اصلا نہ آئی''

۱۳- دھن کھماچ ، تال چاچر - طرز : ''ہوری کھیلن مت جا ری سکھی ری''

لیلیٰ :

جھڑکی ذرا تو کیسا یہ بےہوش ہو گیا
میرے بھی دل میں عشق کا اب جوش ہو گیا

[لیلیٰ کا مجنوں کے لب سے اپنے لب ملانا]

آہوش میں شتاب تو اے میرے یار اب
میں بھی تو دل سے تیری ہوئی جاں نثار اب

[لیلیٰ کا اپنے ہاتھ سے مجنوں کے منہ کو سہلانا ، مجنوں کا ہوش میں آنا]

مجنوں :

اس وقت کس نے مُشک سنگھایا مجھے یہاں
جس سے بدن میں آئی مرے طاقت و تواں

[لیلیٰ کو دیکھ کر]

میں لیلیٰ سچ یہ کہتا ہوں سر کی ترے قسم
تیرا ہی نام ورد ہے اب مجھ کو دم بدم

[دونوں کا متحیّر ہونا]

چوتھا سین

محلہ[1]

[عیار کا اپنے ایک دوست سے باتیں کرتے آنا]

عیار : **غزل[2]**

یہ دے آیا لیلٰی کے گھر میں خبر
کہ وہ مبتلا ہو گئی قیس پر
خلل آبرو میں تمھاری پڑا
یہ چرچا ہوا شہر میں در بدر
اٹھا لو ابھی اس کو مکتب سے تم
نہ واں جانے پائے وہ رشکِ قمر
سنا اس کی ماں نے یہ جس وقت حال
بہت غصّے میں آئی وہ نامور
نہیں لیلٰی مکتب میں اب آئے گی
کرے کیا غضب قیس ، دیکھیں مگر

[دونوں کا جانا]

۱- پردہ نمبر ۱ -
۲- دھن بربنس ، تال چاچر۔ طرز : ''فنا ہو چکا میں فنا ہو چکا . . .''

پانچواں سین

مکان زنانہ[1]

[عابدہ کا اپنی بیٹی لیلٰی کے لیے متأسف نظر آنا]

عابدہ : **ٹھمری[2]**

مشتاق ہے آبرو ، لیلٰی ہماری —— مشتاق ہے
چرچے شہر میں ہوتے ہیں یہ قیس اس پر ہے نثار
مکتب میں اب جانے نہ دوں گی میں اس کو زنہار
—مشتاق ہے

[لیلٰی کا داخل ہونا[3]]

بیٹی اب مکتب میں نہ جانا کہہ گیا تیرا باپ
علم ہے جو قسمت میں تری تو آئے گا آپ سے آپ
—مشتاق ہے

۱- پردہ نمبر ۹ -
۲- دھن کالنگڑا ، تال دادرا - طرز : ''بدل گئے نیناں رے چینت نائیں''

لیلیٰ : **ٹھمری[۴]**

میں تو والدہ پڑھنے کو جاؤں
مکتب جاؤں ، علم جو پاؤں
قابل دنیا میں کہلاؤں۔۔میں تو
چھوڑوں نہ میں کبھی جیتے جی مکتب
بات نہ یہ تیری دھیان میں لاؤں۔۔میں تو

عابدہ : (خود سے[۵])

مکتب میں پہلے جبر سے جاتی تھی یہ سدا
اب منع کرنے پر بھی نہیں صبر ہے ذرا
جو بدگمانی اس سے تھی تحقیق ہے وہ سب
[لیلیٰ سے]
اے لڑکی ! گھر سے جانا تو باہر کبھی نہ اب
[عابدہ کا جانا ، لیلیٰ کا آنسو بہانا]

لیلیٰ : **غزل[۶]**

الٰہی کوہِ غم کیسا یہ سر پر میرے ٹوٹا ہے
ہوئی بےجرم قید ، ایسا مقدّر اپنا پھوٹا ہے
ہماری پاک الفت پر ہوئی کیوں بدگماں مادر
نہیں کچھ بد چلن ہو کر مزا دنیا کا لوٹا ہے
خدایا ! اب اٹھا ہی لے کہ اٹھی میں دبستاں سے
چھٹیں دنیا کے سب جھگڑے جو مکتب مجھ سے چھوٹا ہے

۴۔ دھن کھاج ، تال پنجابی ٹھیکہ ۔ طرز : ''میرا میاں کرے چترائی رے''
۶۔ دھن ضلع پیلو ، تال پشتو ۔ طرز : ''نہ جز آئینے کے ثانی ترا کوئی نظر آیا''

دوسرا ایکٹ

چھٹا سین

نشست گاہ[1]

[عبدالرحمٰن کا عابدہ سے باتیں کرتے ہوئے آنا]

عبدالرحمٰن : غزل[2]

اے بی بی ! اب یہ شہر میں گھر گھر پکار ہے
لیلٰی پہ قیس ، قیس پہ لیلٰی نثار ہے
لیلای تو بیسواؤں کی سیکھی ہے چال حیف
مکتب میں آہ پیدا کیا اس نے یار ہے
اس بے حیا کو رکھنے دے باہر نہ تو قدم
گھر سے نکلنا اس کا مجھے ناگوار ہے

عابدہ : جانے دیا نہیں اسے مکتب میں میں نے آج
ضد کرتی جانے کے لیے پر بار بار ہے
دھمکی دکھائیں آپ بھی چل کر اسے ذرا
مطلق وہ مجھ سے ڈرتی نہیں نابکار ہے

[دونوں کا جانا]

۱۔ پردہ نمبر ۳ ۔
۲۔ دھن برہنس ، تال دادرا ۔ طرز : ''جاتا ہوں قید خانے میں دربار کو سلام''

دوسرا ایکٹ

ساتواں سین

مکتب[1]

[سب لڑکوں کا مطالعہ کرتے ہوئے نظر آنا، مجنوں کا لیلیٰ کو نہ دیکھ کر گھبرانا]

مجنوں : **غزل[2]**

نہیں آئی ہے لیلیٰ جو آج یہاں
مجھے کوئی بتا دو، رہی وہ کہاں
غم ہجر سے اس کے ہے روح تپاں
چلی اس کی جدائی میں اب میری جان — نہیں
ترے عشق میں اے بت ہوش ربا
نہیں میرے حواس بجا بخدا
ترے ہجر میں لیلیٰ مہ لقا
ہوا ٹکڑے جگر مرا مثل کتاں — نہیں
ہوا ہجر میں تیرے جنوں کا خلل
یہی جی میں ہے دشت کو جاؤں نکل

۱- پردہ نمبر ۱۰ -
۲- دھن ضلع تال قوالی - طرز : ''غم یار سوا نہیں اور ہے غم''

رہے پردہ جو اِن دنوں آئے اجل
ولے موت بھی مجھ سے ہوئی ہے نہاں—نہیں

[عیار کا مجنوں کو دیوانوں کی طرح دیکھ کر مسخرا پن کرنا]

عیار : ملی لیلیٰ بس آپ کو اب جناب
ذرا منہ تو (دھو) ڈالیے گا شتاب

مجنوں : غزل[۳]

مری پیاری لیلیٰ ، مری دلربا
ہوئی کس لیے ہائے مجھ سے جدا
ترے ہجر میں جاتی ہے میری جاں
یہاں آکے کر تو علاج اب مرا
'الف' سا ترا قد جو ہے جانِ من
تو قدموں پہ 'بے' سا مجھے رکھ پڑا
جو ہے 'جیم' سا لیلیٰ تیرا دہن
تو دل خستہ اے جاں ہوں میں 'جیم' سا
الٰہی ! ستم ہے ، ستم ہے ، ستم
نہیں اٹھتا[۴] بارِ الم ہجر کا

[مجنوں کا فراقِ لیلیٰ میں نہایت بےقرار ہونا اور بال نوچ کر اشکوں سے منہ دھونا ۔ آخون جی کا آنا اور مجنوں کو شکستہ حال دیکھ کر گھبرانا]

۳- دھن پیلو ، تال چاچر ۔ طرز : ''کہوں فلک کا ستایا ہوں میں''

آخون جی :

یہ لڑکا تو اب خوب لایا ہے رنگ
کیا ہائے افسوس! ہم سب کو تنگ
اسے لے جا عیّار! تو زود تر
ابھی اس کو پہنچا دے بس اس کے گھر

عیار (مجنوں سے) :

اجی اس قدر کیوں ہوئے بدحواس
چلو لے چلوں تم کو لیلیٰ کے پاس

[عیار کا مجنوں کو ساتھ لے جانا دوسرے ایکٹ کا اختتام پانا ،
ڈراپ سین کا گرایا جانا]

تیسرا ایکٹ

پہلا سین

محل[1]

[مجنوں کا گریہ و زاری کرتے ہوئے عیار کے ہمراہ آنا]

مجنوں : **غزل[2]**

وصل اے لیلٰی مجھے اب تیرا کیونکر ہوئے گا
ہجر میں یہ قیسِ محزوں کیسے جاں بر ہوئے گا
یاد ابرو میں گلا کاٹوں گا میں شمشیر سے
یاد مژگاں میں مرے سینے پہ خنجر ہوئے گا
پائے گا بیمار تیرا اے مسیحا ! تب شفا
شربتِ دیدار جب اس کو میسر ہوئے گا
ہوش میں اے لیلٰی تب آئے گا یہ مجنوں ترا
جب کہ اس کے واسطے زنداں ترا گھر ہوئے گا

[عیار سے]

مجھ کو اے عیار ! لیلٰی سے ملا بہر خدا
ہے یقین تیری مدد سے وصلِ دلبر ہوئے گا

۱- پردہ نمبر ۱ -
۲- دھن بھیرویں ، تال پنجابی ٹھیکہ- طرز : ''سچ بہن وہ بےوفا تو بےوفائی کر گئے''

ار :

میں ملا دوں ؟ کیسے ملا دوں ؟ ہاں ایک تدبیر سے تو البتہ
ں کو دکھا دوں ۔ اگر آپ اندھے فقیر بنیں اور میرا ہاتھ پکڑ کر
لی کے دروازے پر بھیک مانگنے چلیں تو یقین ہے کہ وہ آپ کی
از سن کر باہر آئے گی اور اپنا دیدارِ فرحت آثار دکھائے گی ۔

نوں : ٹھمری[۳]

بے لیلیٰ مجھ کو نہیں چین دم بھر — بے لیلیٰ
جو چاہے وہ تو بتا مجھ کو عیار!
دیکھوں کہیں میں وہ دلبر — بے لیلیٰ

[دونوں کا جانا]

۳۔ دھن جھنجوٹی ، تال دادرا ۔ طرز : ''قبھ بِن سیاں بِکٹس جیا جائے رے''

دوسرا سین

مکان زنانہ[1]

[لیلیٰ کا فراقِ مجنوں میں گریہ و زاری کرتے ہوئے نظر آنا]

لیلیٰ : غزل[2]

اے قیس ! ہائے کیسے ملے تو ، میں کیا کروں
کب تک تری جدائی کے صدمے سہا کروں
اے شمع‌رو ! لگی ہے مری بس تجھی سے لو
پروانہ ساں فراق میں کب تک جلا کروں
او قیس ! ہائے قیس مرے قیس ہے کہاں ؟
تا مرگ نام تیرا ہی ہر دم لیا کروں
اُس بت کا وصل جلد ہو یا مجھ کو موت آئے
لازم ہے اب خدا سے یہی التجا کروں

[باہر سے مجنوں کی آواز کا آنا]

۱۔ پردہ نمبر ۹ ۔
۲۔ دھن مانڈ ، تال دادرا ۔ طرز : ''جمشید کا تو جام فقط تھا جہاں نما''

نون : گانا[۳]

اے بانو ! کچھ فقیر کو خیرات ہو عطا
کیجے نظر کرم کی ذرا جانبِ گدا
پروانہ جیسے شمع کی خاطر ہے جلتا آہ
ویسے ہی بھوک سے مری حالت ہوئی تباہ
جیسے چمن میں گل کے لیے جائے عندلیب
ویسے ہی بھیک لینے کو آیا یہاں غریب

لیلیٰ : ٹھمری[۴]

یہ تو مجنوں کی آئی آواز
آیا مجھے دیکھنے کو — یہ تو
گھر میں اسے میں کیسے بلاؤں
جان نہ لے کوئی راز — یہ تو

[لیلیٰ کا استقبال کے لیے جانا اور مجنوں کو مع عیار کے لے آنا ۔ مجنوں کا آتے ہی لیلیٰ کے قدموں پر گر جانا ، عیار کا قہقہہ اڑانا]

عیار : لاحول ولا قوۃ ! کیا دیوانہ ہے ، یہ بالکل عقل سے بیگانہ ہے ۔ امیر زادہ ہو کر عورت کے پاؤں پڑتا ہے ، تلووں سے ناک رگڑتا ہے ۔ کیا اس کو عورت نہیں جڑتی ؟ اگر ایک کو بلائیے تو پچاس آئیں ، اِس کے گرد ہو جائیں ۔ اگر میں اس کی مانند امیر زادہ ہوتا تو زمین پر پیر نہ دھرتا ، چوتھے آسمان پر سوتا ۔

۳۔ دھن بہاگ ، تال دادرا ۔ طرز : ”کچھ غم نہ کھا خدا کا ہے تجھ پر بہت کرم“ (اصل عنوان ”صدا“)

۴۔ دھن بہاگ ، تال چاچر ۔ طرز : ”میں تو پیا جی کو ڈھونڈن جاؤں“

اب میں جاؤں اور اس کے باپ کو یہ سب حال سناؤں ۔

[عیار کا جانا]

مجنوں : غزل[۵]

لب سے لب او لالہ رو! مجھ کو ملانے دیجیے
داغِ حسرت اب مجھے دل سے مٹانے دیجیے
شمع‌رو ہیں آپ تو میں صورتِ پروانہ ہوں
اپنی محفل میں ذرا فدوی کو آنے دیجیے
شرم ہے جو مجھ سے ملنے میں ، نہ ملیے خیر آپ
جان جاتی ہے اگر میری تو جانے دیجیے
سنگ دل ہو مثلِ بت جو بات کچھ کرتے نہیں
ہوں پُجاری سر تو قدموں پر جھکانے دیجیے

لیلیٰ : غزل[۶]

میں تو اے مجنوں (بہ جان و) دل تری غم خوار ہوں
والدہ کے ظلم سے لیکن بہت ناچار ہوں
ہجر میں اے دلربا ! ہردم ہے خواہش موت کی
زندگی سے اپنی میں اے جانِ جاں بیزار ہوں
خار یہ دل میں کھٹکتا ہے کہ میں کوئی روش
اے گلِ گلزار! بس تیرے گلے کا ہار ہوں

۵- دھن بھیروین ، تال پشتو ۔ طرز : ''کیا غرض اس کو کسی کی ہے جو عاشق یار ہر''

۶- دھن کالنگڑا ، تال قوالی ۔ طرز : ''دور سے آئے تھے ساقی ! سن کے میخانے کو ہم''

جائیے اس وقت ماں آئے گی میری اب یہاں
پر یہ رکھنا یاد تم پر شیفتہ ہر بار ہوں

[مجنوں کا لیلیٰ سے بغل گیر ہو کر ایک سمت کو جانا ، دوسری طرف سے مادرِ لیلیٰ کا آنا اور مجنوں کو جاتا ہوا دیکھ کر گھبرانا]

عابدہ : ٹھمری[ے]

کہہ دے لیلیٰ مجھ سے تو یہ
آیا تھا یہاں جو ، وہ کون تھا جواں—کہہ دے
غیر یہ لڑکا آیا تھا کیوں کر
اس کی سمت سے ہوا ہے مجھ کو بدگماں—کہہ دے

لیلیٰ : بولو والدہ نہ یہ ، وہ نیک تھا جواں
اس کا کیا کروں بیاں—بولو
پاک ہے الفت اس سے ہماری
دل میں اپنے تم نہ لاؤ بدگماں—بولو

[عابدہ کا غضب ناک ہونا]

عابدہ : عزت ہماری کھوتی ہے کیوں بد شعار تو
پھر اس سے کرنا بات نہ اب زینہار تو
کہتی ہوں جا کے باپ سے میں تیرے سب یہ حال
سنتے ہی وہ کرے گا تری زندگی وبال

[جانا عابدہ ذی شعار کا ، اس کے پیچھے روانہ ہونا لیلیٰ دل فگار کا]

ے- دھن پیلو ، تال دادرا - طرز : ”کاہے روئے بلما موہے“

تیسرا سین

دیوان خانہ[1]

[عبداللہ کا مضطرب آنا]

عبداللہ : **غزل[2]**

نہیں آیا اب تک جو میرا پسر ہے
سبب اس کا کیا خالقِ بحر و بر ہے؟
دبستاں سے لڑکے تو سب آگئے ہیں
مگر وہ کہاں میرا لختِ جگر ہے
وہ دن چڑھے پہلے تو جاتا تھا مکتب
علی الصبح سے جاتا اب تو مگر ہے

[عیار کا آنا]

عیار : اے صاحب! آپ کے قدموں پر سر دھرتا ہوں اور سچ عرض کرتا ہوں کہ آپ کا بیٹا . . . .

[عیار کا کہتے کہتے رک جانا ، مجنوں کا فقیرانہ لباس میں پریشاں حال آنا]

۱- پردہ نمبر ۴ -

۲- دھن پیلو ، تال چاچر - طرز : ''بھلا دل سے جانباز بس یاد اب تو''

(مجنوں سے[۳]) یادش بخیرا آئیے آئیے! جناب آپ کا حال تو لاحظہ فرمائیے -

[مجنوں کا باپ کے پہلو میں دبک جانا]

نوں :

مجھ کو ایک پری نے مارا ، ایک پری نے مارا
بے اس کے نہیں جینا گوارا ، ایک پری نے مارا — مجھ کو
شمس و قمر سے تاباں عارض رکھتی ہے وہ مہ پارا
میں نے تو دل اس پر وارا ، ایک پری نے مارا — مجھ کو

دالله : ہولی[۴]

مجھے حال مارا سناؤ
یوں نہ اب تلملاؤ — مجھے
دیوانے تم کس پری پر ہوئے ہو
نام اس کا پیارے بتاؤ
کروں گا میں اس سے شادی تمہاری
دل شاد تم ہو جاؤ — مجھے

ار : ارے کہاں کی پری اور کدھر کی بات ، سنیے نیک ذات ! عبدالرحمان امیر کی بیٹی لیلٰی کو پیار کرتے ہیں ، اس کے عشق کا دم بھرتے ہیں - میں نے آپ کو بہت سمجھایا مگر ان کے دھیان میں کچھ نہ آیا (خود سے[۵]) ایسی لیلٰی کھورے پر کھڑی ہے جو ایسے مجنوں کو مل جائے گی ، کیا وہ پری

۴- دھن کافی ، تال چاچر - طرز : تجھے شرم اصلا نہ آئی مجھ سے کی بے وفائی"

سرراہ پڑی ہے جو ایسے دیوانے کے ہاتھ آئے گی ؟

مجنوں : **غزل**[6]

اے والد ! بے لیلیٰ مجھ کو اک لحظہ آرام نہیں
ہجر کا ہے غم اس کے ہردم اور کوئی مجھے کام نہیں
طائرِ دل ہے مجھ مجنوں کا لیلیٰ کی زلفوں میں پھنسا
اس کے لیے تو ان سے بہتر دنیا میں کوئی دام نہیں
کردو لیلیٰ سے اب شادی تا غم سے ہو آزادی
ورنہ مری ہوگی بربادی ، اس کے سوا انجام نہیں

عبداللہ : **غزل**[7]

اے بیٹا کیوں مضطر ہے ، یہ تو بڑا کچھ کام نہیں
دیر یہی تھی باپ کو اس کے جو بھیجا پیغام نہیں
عاشق تو وامق بھی ہوا ہے ، اور کئی اک گزرے ہیں
پر دنیا میں کوئی پیارے تجھ سا تھا بدنام نہیں
شادی لیلیٰ سے کردوں گا تیری ، تو اب رنج نہ کھا
دھیان ہے دل میں پختہ یہ اپنے ، جان خیالِ خام نہیں
جاتا ہوں نسبت کو اسی دم تیری میں لیلیٰ کے یہاں
پلٹوں گا بس جلد وہاں سے ، ہونے دوں گا شام نہیں

[عبداللہ کا مع عیار جانا]

۶- دھی ضلع کھاج ، تال قوالی - طرز : ''اے مرشد میں ہردم تیرا دل سے ہوں فرماں بردار''
۷- طرز مذکور -

چوتھا سین

نشست گاہ[1]

[عبدالرحمان کا افسوس کرتے ہوئے آنا]

عبدالرحمان : غزل[2]

صد حیف ! آج کیسی یہ میں نے سنی خبر
لیلٰی سے مجنوں مل گیا گھر میرے آن کر
افسوس مجھ کو بیٹی نے بدنام کر دیا
بارِ الم یہ دل پہ دیا ہائے میرے دھر

[عبداللہ کا مع عیار و رشتہ داران آنا]

عبداللہ صاحب آئے مرے گھر پہ آپ کیوں
کیا کام خانہ زاد سے ہے کہیے نامور

عبداللہ : غزل[3]

ہے عرض مری یہ کہ کرو مجھ سے سگائی
مجنوں کے لیے آیا ہوں میں کرنے گدائی

۱۔ پردہ نمبر ۳ ۔
۲۔ دھن جوگیا اساوری ، تال دادرا ۔ طرز : ”کیونکر نہ ہوں غلام بھلا اس حبیب کا“
۳۔ دھن دیس ملار ، تال پشتو ۔ طرز : ”دے اتنی اجازت میں ترے سر کی بلا لوں“

لو اپنی غلامی میں تم اب قیس کو میرے
لیلٰی اسے دے دو ، کرو احسان یہ بھائی
خود جانتے ہو اس کا حسَب اور نسَب تم
واقف ہے گھرانے سے مرے ساری خدائی

عبدالرحمان : غزل[۴]

حضرت ! پسر تو آپ کا وہ نیک کار ہے
جس کی تمام شہر میں گھر گھر پکار ہے
پوشیدہ ہوں گے آپ سے وہ اس کے فعل کیا
بدنامی جن سے میری ہوئی بے شمار ہے
انکار کا سبب ہے یہی ، ورنہ اے جناب
کیا تم کو بیٹی دینے میں کچھ ننگ و عار ہے

عبداللہ : غزل[۵]

گرچہ ایسا ہے وہ پر خیال کچھ نہ کیجیے
پاک اس کا عشق ہے غلامی میں لے لیجیے
نیک بخت ہے وہ لڑکا اس میں شک نہیں ذرا
مہربانی کر کے اپنی بیٹی اس کو دیجیے

عبدالرحمان : آنے سے آپ کے میں ہوا شاد و فیض یاب
پر بیٹی دینے کی نہیں مرضی ہے اے جناب !

۴- دھن سارنگ ، تال دادرا ۔ طرز : ''تیرے فراق میں ہے بہت بے قراردل''
۵- دھن کھماچ ، تال دادرا طرز : ''قید رہ کے ضد سے بیٹے رنج کیوں اٹھائے گا ؟''

ہرگز خیال دل میں نہ کچھ اور لائیے
آزردہ ہو کے آپ یہاں سے نہ جائیے

[عبداللہ کا بہت آزردہ ہو کر مع رشتہ داران جانا]

عیار : (خود سے[۶]) چلو خوب کیا ، اچھا لقدا نقد جواب دیا ۔ اب جا کر مجنوں سے کہتا ہوں کہ اور لیلٰی کے پاؤں پکڑ ، بلکہ تلووں سے ناک رگڑ ۔

[عیار کا جانا]

پانچواں سین

محلہ[1]

[عبداللہ کا افسوس کرتے ہوئے مع رشتہ داران آنا]

عبداللہ : **گانا**[2]

مجنوں کو جو آج سوئے لَیلی
جانے سے ہمارے تھی تسّلی
اب کیا اسے ہم جواب دیں گے
کس منہ سے یہ ماجرا کہیں گے
کس درجہ امید وار ہوگا
کس مرتبہ انتظار ہوگا
ٹھہرا نہ وصال یار افسوس
وا حسرت و صد ہزار افسوس

[جاتا ہے[3]]

۱- پردہ نمبر ۱ -
۲- دھن جوگیا اساوری ، تال ندارد - طرز : "ہے ہے مرا پھول لے گیا کون ؟" (اصل عنوان : مثنوی)

تیسرا ایکٹ

چھٹا سین

دیوان خانہ[1]

[مجنوں کا فراق لیلیٰ میں بے قرار نظر آنا]

مجنوں : غزل[2]

مری لیلیٰ تیرے فراق نے کیا حال میرا خراب اب
مجھے شاد کر ذرا وصل سے ، نہیں غم کا میرے حساب اب
ہوا جل کے آتش ہجر سے ، مرا سینہ مثلِ کباب اب
مری لیلیٰ مجھ کو پلا تو دے ، ذرا وصل کی تو شراب اب
ترے ہجر میں بنا وحشی ہوں ، مرا حال اب ہے بہت زبوں
مری لیلیٰ مجھ کو ہوا جنوں ، دیا مجنوں سب نے خطاب اب
ہوا دل ہی جینے سے سیر ہے ، کوئی دم میں اب مرا ڈھیر ہے
نہیں جان جانے میں دیر ہے ، ملو جان مجھ سے شتاب اب
مری شادی کا جو پیام لے ، ترے باپ پاس پدر گئے
پڑی فکر اس گھڑی ہے مجھے ، کہ وہ لاتے کیا ہیں جواب اب

۱۔ پردہ نمبر ۴ ۔
۲۔ دھن جھنجوٹی ، تال پشتو ۔ طرز : ''گئی یک بیک جو ہوا پلٹ نہیں دل کو اپنے قرار ہے''

[عیار کا آنا]

عیار : واہ ! سبحان اللہ! کیا نقدا نقد جواب دیا ، میں نے تو مان لیا ، عبدالرحمان کہتا ہے کہ آپ کا پسر بڑا نام‌ور ہے - بھلا اس کے لایق کب میری دختر ہے -

[عبداللہ کا داخل ہونا]

عبداللہ : **ٹھمری[۳]**

تجھے کہتا ہے بد لیلیٰ کا پدر   وہاں اب میں نہیں جاؤں گا کبھی
—وہاں اب
چھوڑ دے مہ رو لیلیٰ کی الفت   ایسی نہیں وہ رشک قمر
—وہاں اب
حور و پری سی لاؤں بہو میں   رنج نہ کر اے پیارے پسر
- وہاں اب

مجنوں : **ٹھمری[۴]**

بے لیلیٰ نہیں میں مانوں گا
اس کے لیے تو میں اے والد   خاک جہاں کی چھانوں گا
—بے لیلیٰ
حور و پری بھی آئیں تو ان کو   دیو سے بد تر جانوں گا
—بے لیلیٰ

عبداللہ : آپ کو جو چاہے پیارے ، چاہ اس کی کیجیے
سنگدل جو ہو اسے تو دل نہ ہرگز دیجیے

۳- دھن کھماچ ، تال پنجابی ٹھیکہ - طرز : ''چنچل چھیل مکھ روکے، آج جل بھرن نا جاؤں گی''

۴- دھن کالنگڑا ، تال پنجابی ٹھیکہ - طرز : ''مورا جگا کے جوبن''

زلف سنبل اس کی ہو تو مار پیچاں جانیے
ہو ہلال ابرو اگر تو تیغ بُرّاں جانیے
اس کا گل سا رخ اگر ہے، جان دل سے خار تو
عشق اس کا دور کر دے پھینک سر سے بار تو

مجنوں : عشق اس کا میری رگ رگ میں سمایا ہے پدر
ہو جو رگ میں، وہ کہیں باہر بھی آیا ہے پدر
زلف اس کی مارِ پیچاں ہے مرے سر کی بلا
پر جسے کاٹے وہ اس کی زندگی ہو کیا بھلا
اک مگر افسوں یہ ہے دو مجھ کو تم اس سے ملا
مُہرہ ہے دیدار اس کا، دے وہی مجھ کو جلا

ٹھمری[۵]

بے لیلیٰ نہ ہوگا میرا جینا میرا جینا میرا جینا — بے لیلیٰ
تیری نصیحت سے اے والد اور ہوا اب شق سینہ — بے لیلیٰ

عبداللہ : ### ٹھمری[۶]

او میرے بیٹے دل سے مجھے تو پیارا ہے
جان مری گو جائے لیکن
غم نہیں تیرا گوارا ہے — او
تجھ کو ملاؤں گا لیلیٰ سے
میرا جہاں تک چارہ ہے — او

۵۔ دھن کھماچ، تال پنجابی ٹھیکہ۔ طرز: ''درشن بن انکھیاں ترس گئیں''
۶۔ دھن جھنجوٹی، تال دادرا۔ طرز: ''او یار جانی میں نے تو دل تجھ پہ وارا ہے''

ماں کو بھی اب چل کے دکھامنہ
اس کی تو آنکھوں کا تارا ہے—او

[مجنوں کا دمِ سرد بھرنا]

مجنوں : برگریۂ من نظر نداری افسوس ز من خبر نداری

[مجنوں کا دیوانہ وار بکتا ہوا باہر کو قدم بڑھانا ۔ عبداللہ کا اس کے پیچھے جانا]

عیار : یہاں تو وہ مثل ہے کہ کھینچ پکڑ مجھے زور آیا ۔ افسوس بے چارے بڈھے کی نصیحت کو لونڈا ذرا بھی دھیان میں نہ لایا ۔ وہ کیسا مناتا ہے ، لیلیٰ کی جگہ حور و پری دلاتا ہے ، مگر وہ انھیں دیو سے بد تر سمجھے گا ، لیلیٰ ہی کو لے گا ۔ لے بھائی لے ، اگر اس کا باپ تجھے دے ۔

[عیار کا جانا]

ساتواں سین

ویرانہ[1]

[مجنوں کا بحالِ زار فراق لیلیٰ میں گریہ و زاری کرتے ہوئے آنا]

مجنوں : گانا[2]

یا رب میں غریب ، غم رسیدہ
آزردہ دل و جفا کشیدہ

کس سے کروں درد دل کی فریاد
ہو جان جو بندِ غم سے آزاد

کس سے کہوں دل کی بے قراری
کس کو میں دکھاؤں آہ و زاری

کب تک پھروں جان غم سے کھوتا
اے کاش میں مبتلا نہ ہوتا

یا کرتا خدا نہ مجھ کو پیدا
جو ہوتا نہ میں کسی پہ شیدا

یا ہوتے ہی جان دے گزرتا
جو عشق میں روز و شب نہ مرتا

۱- پردہ نمبر ۲ -
۲- دھن جوگیا اساوری ، تال ندارد - طرز : ''ہے ہے مرا پھول لے گیا کون ؟''
(اصل عنوان : مثنوی)

بے یار گئی یہ عمر برباد
فریاد ز دستِ عشق فریاد
یا عشق ہی درمیاں نہ آتا
جو جان پہ یہ زیاں نہ لاتا

[مجنوں کا سر بہ زانو ہو کر دریائے فکر میں غوطے کھانا ، عبداللہ کا اس کی جستجو میں آنا]

عبداللہ[۳]**:** اے جانِ پدر یہ حال کیا ہے ؟
ہے طبع کدھر ، خیال کیا ہے ؟
گھر بار سے تو نے منہ کو موڑا
کیا جی پہ ٹھنی جو سب کو چھوڑا
یہ درد ، یہ غم ، یہ ناتوانی
برباد گئی تِری جوانی
اے عاشقِ نامرادِ لیلیٰ
دیکھی نہ سزائے یادِ لیلیٰ
ماں کا تری حال ہے دگرگوں
ہے تیری ہی یاد اس کو مجنوں !
روتی شب و روز رہتی ہے وہ
بے چین ہو دل سے کہتی ہے وہ
مجنوں کی مجھے خبر نہ آئی
صورت وہ کہیں نظر نہ آئی
گہہ کہتی ہے تھام کر کلیجا
خط بھی مرے لال نے نہ بھیجا

۳- طرز مذکور -

جس روز سے تو جدا ہوا ہے
میں کیا کہوں اس کو کیا ہوا ہے
ہے شدتِ غم مدام اس کو
ہے خواب و خورش حرام اس کو
ہے نام ترا ہی لیتی پھرتی
بالوں سے ہے جھاڑو دیتی پھرتی
پر تجھ کو نہیں ہے یاد گھر کی
کچھ فکر نہ مادر و پدر کی

مجنوں[۴] : ہے کون تو ؟ اے عزیز بتلا
یاں آنے سے تجھ کو کام ہے کیا
جز دوست میں کس کا ہوں شناسا
لیکن تو ہے صورت آشنا سا
کرتا ہے جو گفتگوئے اُلفت
کچھ آتی ہے تجھ سے بوئے الفت

عبداللہ[۵] : اتنا نہ تو اے پسر ! ہو انجان
میں تیرا پدر ہوں ، مجھ کو پہچان
فرقت سے تری پڑا مجھے کام
دم بھر نہیں رات دن میں آرام

مجنوں[۶] : ہے اس کی بھلا مجھے خبر کیا
کہتے ہیں پسر کسے ، پدر کیا

---

۴ ، ۵ ، ۶ - طرز مذکور -

جز یار نہ دیکھی میں نے شے کچھ
لیلٰی کے سوا بھی اور ہے کچھ؟

عبداللہ : (خود سے)

افسوس ہے غرقِ عشق فرزند
بے فائدہ ہے نصیحت و پند
جو محوِ خیالِ یار ہووے
وہ اور سے کب دوچار ہووے

(مجنوں سے) : سمجھانے سے جو ہوا ہے بیزار
ہے پند سے میری جو تجھے عار
کرتا نہیں لے میں کچھ نصیحت
پر میری بھی تجھ کو کچھ ہے الفت
اے پیارے پسر ! یہ بات لے مان
چل ساتھ مرے تو گھر کو اس آن
تاچند یہ ماں سے اپنی دوری
ملنا تجھے اس سے ہے ضروری
فرقت میں تری وہ جاں بلب ہے
مشتاقِ جمال روز و شب ہے

مجنوں : گھر جانے سے مجھ کو کام کیا ہے
ویرانہ کہاں خوش فضا ہے
گو گھر میں ہے چین کا سرانجام
آرام سے مبتلا کو کیا کام

غم جن کو پسند ہو گیا ہے
سونا سوگند ہو گیا ہے
کھانا غمِ دوست مدّعا ہے
دل کھانے سے سیر ہو چکا ہے
پانی کی عطش نے جی کو مارا
ہے آبِ دو چشم ہی گوارا
تا دل نہ ہو وصلِ دوست سے شاد
ویرانہ مجھے ہے شہرِ آباد

عبداللہ : میں نے جو یہ قصد اب کیا ہے
لیلٰی نے تجھے طلب کیا ہے
تو جیسا ہے غم سے بے خور وخواب
وہ بھی ہے بغیر تیرے بے تاب

مجنوں : لیلی نے کیا ہے یاد مجھ کو ؟
میں چلتا ہوں تیرے ساتھ ، خوش ہو

[دونوں کا جانا۸]

آٹھواں سین

درِ کعبہ[1]

[خدامِ کعبہ کا ندا کرتے ہوئے نظر آنا]

خدامِ کعبہ : غزل[2]

اے بندو! یہ خانۂ خدا ہے
حاجت گہِ ہر شہ و گدا ہے

[عبداللہ کا مجنوں کو ساتھ لے کر آنا]

یاں پاتا ہے عقلِ رفتہ مجنوں
ہر درد کی اس جگہ دوا ہے
ملتی ہے یہیں مرادِ ہر دل
یاں سب کا حصول مدّعا ہے

عبداللہ : غزل[3]

اے پیارے پسر! یہ تو دعا کر
اس در پہ بہ عجز سر جھکا کر

۱- پردہ نمبر ۵ -
۲- دھن ضلع ، تال روپک - طرز : ''اے یار تو مجھ سے کیوں خفا ہے ؟''
۳- دھن تلنگ ، تال روپک - طرز : ''شوہر مرا کیا ہوا خدایا ؟''

یا رب! بہ تصدّقِ خدائی
قیدِ غم کی گرہ کو جلد وا کر
دور آنکھوں سے میری یہ نشا ہو
ہشیاری سے عقل آشنا کر

[مجنوں کا پیشِ درِ کعبہ ہاتھ اٹھا کر مناجات کرنا]

مجنوں : **گانا**[۴]

یا رب! میں اسیرِ دامِ الفت
جاں باختہ ہوں بہ کامِ الفت
دل سے مرے عشق کم نہ ہووے
میں بھی نہ ہوں جو یہ غم نہ ہووے
قوّت اسی کی مجھ میں جی ہے
بے عشق کے خاک زندگی ہے
رکھ نشّۂ غم سے مجھ کو مخمور
بے اس کے ہیں آنکھیں شمعِ بےنور
یا رب مرے دل کو دے تو ہر بار
اس سے بھی زیادہ خواہشِ یار
اُس حلقۂ زلف میں پھنسا رکھ
اُس رخ کا ہمیشہ مبتلا رکھ

عبداللہ : اے پیارے پسر ستم کشیدہ
وے محنتِ عاشقی کشیدہ

۴۔ دھن جوگیا اساوری، تال ندارد۔ طرز: ''ہے ہے مرا پھول لے گیا کون؟''
(اصل عنوان: مناجات)

میں سمجھا تھا تو دعا کرے گا
اس غم کی گرہ کو وا کرے گا
سو تو نے تو عشق کی ثنا کی
اپنے لیے اور بد دعا کی
اس کام کو آخرش نہ چھوڑا
لیلیٰ کی طلب سے منہ نہ موڑا

مجنوں : میں غم زدہ اے پدر! کروں کیا ؟
از خود میں اسیرِ عشق ہوں کیا ؟
رسوائیِ عشق کب ہے منظور
پر کیا کروں ، دل سے میں ہوں مجبور
کہہ تو ہی پدر کسی کو اپنا
کب بھاتا ہے درد و غم میں پھنسنا
جو یار نہ ہووے یار میرا
دل پر نہیں اختیار میرا
بہتر ہے یہ اب کہ اے خردمند
کچھ مجھ کو نہ کر نصیحت و پند
دل سے مری جستجو کو کھو تو
در پے مرے کام کے نہ ہو تو
دل پر جو مرے یہ کوہ غم ہے
سرکے گا نہ جب تک اپنا دم ہے
دل غم سے نہ اپنا تنگ رکھ تو
چھاتی پہ نہ اپنی سنگ رکھ تو

تیسرا ایکٹ

نواں سین

محلہ[1]

[شاہ صاحب کا حمدِ خدا کرتے آنا]

شاہ صاحب : **گانا**[2]

اَلحمدُ لِمن قدّر خیراً وَ حبالا
والشُّکرُ لِمن صوّر حسناً وَ جمالا
فردٌ صمدٌ مِن صفتِ الخلقِ بریٌ
رب ازلی خلق الخلق کمالا
لاشبہ و لا مثل و لاکفو لمولیٰ
لا ولد ولا واند لا عمّ و لاخالا
لا ضِدّ ولا نِدّ ولا حدّ لربی
الآن کما کان وَ لم یلق زوالا
لا قبل ولا بعد ولا وقت زماناً
لا مانع لاحاجب للہ تعالیٰ

[عبداللہ کا داخل ہونا[3]]

۱- پردہ نمبر ۱ -

۲- دھن کالنگڑا ، تال دادرا - طرز : "بہتر ہے جفا یار کی ، اوروں کے کرم سے" (اصل عنوان : قصیدہ) -

عبداللہ : اے راست زبان و اے نکو فال!
فرزند کا میرے ہے عجب حال
دانائی سے کب کا جا چکا ہے
دیوانۂ عشق ہو گیا ہے
ہر دم اسے خو ہے آہ بھرنا
چھٹتا نہیں اس سے گریہ کرنا
ٹکڑے کیا جامہ جو کہ پہنا
بھاتا ہے برہنہ اس کو رہنا
کچھ ایسا ہو جو وہ غم رسیدہ
چندے رہے گھر میں آرمیدہ
آنکھیں رہیں اس کی اشک سے پاک
ہر لحظہ کرے نہ پیرہن چاک

شاہ صاحب : سن غور سے اے پسر کے غم خوار
تدبیر جو کرتا ہوں میں اظہار
مقصد ہے یہی کہ وہ نہ رووے
اور جیب نہ تار تار ہووے
آنکھوں میں تو اس کی جاکے اے یار!
دے سرمۂ خاکِ کوے دلدار
تا اشک نہ متّصل بہائے
اس ڈر سے کہ خاک بہہ نہ جائے
پھر رشتۂ گردنِ سگِ یار
کر تو رہِ جیبِ عاشقِ زار
تا پاس سے اس کے وہ گریباں
پھر چاک کرے نہ تا بہ داماں

دسواں سین

دربار نوفل شاہ[1]

[نوفل شاہ کا تخت پر جلوس فرمانا اور درباریوں کا دست بستہ ایستادہ نظر آنا]

نوفل شاہ : **غزل[2]**

ہم نے تو قیس کا یہ سنا حالِ زار ہے
لیلیٰ پہ جان و دل سے فدا ہے، نثار ہے
عبداللہ اک امیر جو ذی شان (ہے) آج کل
وحشی پسر ہو اس کا، بہت ناگوار ہے
لے کر گیا (سوال) وہ لیلیٰ کے باپ پاس
اس نے نہ شادی مانی، یہ کیا جائے عار ہے
بلوایا میں نے لیلیٰ و مجنوں کو تھا یہاں
دیکھو تو ان کے آنے میں کیا دیردار ہے

[چوبدار کا جانا[3]]

شادی کراؤں لیلیٰ و مجنوں کی میں ضرور
آلام اس کے سن مرا دل بے قرار ہے

۱- پردہ نمبر ۱۳
۲- دھن بہاگ، تال دادرا ۔ طرز: ''کچھ غم نہ کر خدا کا ہے تجھ پر بہت کرم''

لیلیٰ کا باپ میرا نہ مانے گا حکم کیا
ایسا نہیں بڑا وہ کوئی شہریار ہے

[چوبدار کا لیلیٰ و مجنوں کو بہ ہمراہیٔ عبدالرحمان و عبداللہ لے کر آنا اور سب کا سرِ تسلیم جھکانا]

چوبدار : ہیں قیس و لیلیٰ دونوں یہ حاضر بحالِ زار
والد بھی ساتھ آئے ہیں دونوں کے ، تاجدار!

نوفل شاہ : (عبدالرحمان سے)

دختر کا اپنی دیتے ہیں لیلیٰ کو ہم خطاب
منہ سے پلٹ دو برقع کہ اب ہم سے کیا حجاب

[عبدالرحمان کا لیلیٰ کے منہ پر سے برقع اٹھانا ، نوفل کا لیلیٰ کی صورت دیکھ کر مجنوں کو سمجھانا]

لیلیٰ تو کچھ حسیں نہیں ، اس پر ہے کیوں نثار
بہتر ہیں اس سے لونڈیاں گھر میرے بے شمار

مجنوں : آنکھوں سے میری دیکھیے لیلیٰ کو شہریار
قدموں پر اس کے میں کروں حور و پری نثار

نوفل شاہ : سچ ! خوبی عام شے نہیں جو جس کو ہو پسند
تعریف حسن کی یہی کرتے ہیں عقل‌مند

مجنوں : غزل[۴]

شہا جانتے ہیں یہ سب خاص و عام
نہیں مجھ کو جز لیلیٰ دنیا سے کام

۴۔ دھن کالنگڑا ، تال چاچر۔ طرز : ”فدا جس کے اوپر تری جان ہے“

نہ جس دن مجھے اس کا دیدار ہو
تو اس روز ہے خواب و خور سب حرام

[مجنوں کا بے تابانہ جاکر لیلٰی کے قدموں پر گرنا]

ذرا مہر کر مجھ پہ اے ماہ رو
کہ میں جان و دل سے ہوں تیرا غلام

نوفل شاہ :

غریب لڑکا یہ اتنا جو اضطراب کرے
تو دیکھ کر اسے دل کیوں نہ پیچ و تاب کرے
ہر ایک بار مرا قول لاجواب کرے
یہ عشق وہ ہے کہ پتّھر کو دم میں آب کرے
لگائے دل وہی ، جس کو خدا خراب کرے

ٹھمری[۵]

عبدالرحمان ! قیس کو خویش تو جان
شادی کا کر سامان۔۔عبدالرحمان
لیلٰی تو اپنی بیاہ دے اس کو
مان مرا فرمان۔۔عبدالرحمان

[عبدالرحمان کا گھبرانا اور دریائے تفکر میں غوطہ لگانا]

عبدالرحمان : (خود سے[٦])

یا رب ! یہ کیسی آئی ہے سر پر مرے بلا
دیوانے لڑکے (کو) کوئی کیا لڑکی دے بھلا

۵- دھن بہاگ ، تال چاچر ۔ طرز : ''میں تو پیا جی کو ڈھونڈن جاؤں''

ہر حکم بادشاہ کا بھی کیسے توڑ دوں
اب خیر ہے اسی (میں) کہ میں ملک چھوڑ دوں

(لوفل شاہ سے) :

سامان جا کے شادی کا تیّار کرتا ہوں
مجنوں کی گود گوہرِ مقصد سے بھرتا ہوں

[سب کا متحیّر ہونا]

[تیسرے ایکٹ کا اختتام پانا ، ڈراپ سین کا گرایا جانا]

چوتھا ایکٹ

پہلا سین

مکان زنانہ[1]

[عبدالرحمان کا متأسف نظر آنا]

عبدالرحمان : **لاونی[2]**

بلا یہ کیا ہوئی نازل
ہے لیلیٰ قیس پر مائل
آج بلایا میں گیا نوفل کے دربار
چرچا تھا واں بھی کہ ہے قیس پہ لیلیٰ نثار
ہوا رسوا سرِ محفل
ہے لیلیٰ قیس پر مائل
حکم دیا شہ نے کہ ہو لیلیٰ و قیس کا بیاہ
بیٹی دوں میں کس طرح دیوانے کو آہ
یہ پیش آئی عجب مشکل
ہے لیلیٰ قیس پر مائل

۱- پردہ نمبر ۹ -
۲- دھن ضلع کلیان، تال بریلوی ٹھیکہ - طرز : ''کریں کیا عرض اے حضرت! نہایت ہم کو ہے وحشت''

یاں رہ کر مانوں نہ میں جو فرمانِ شاہ
تو کردے گا وہ مجھے اک لحظے میں تباہ
ستائے گا بہت نوفل
ہے لیلٰی قیس پر مائل

اب تو اسی میں خیر ہے چھوڑیں ملک و دیار
لیلٰی کو لے ساتھ ہم بس ہو جائیں فرار
کبھی ہوں پھر نہ یاں داخل
ہے لیلٰی قیس پر مائل

لڑکی کو پڑھوایا تھا جو لڑکوں کے ساتھ
عزت و حرمت سے پڑے آخر دھونے ہاتھ
عجب ذلّت ہوئی حاصل
ہے لیلٰی قیس پر مائل

بیٹی نے ایسا کیا جو مجھ کو بدنام
مکتب میں بٹھلانے کا ہے بس یہ انجام
نہ پڑھ کر کچھ ہوئی قابل
ہے لیلٰی قیس پر مائل

عشق جنوں کی قسم ہے ایک مرض ہے خراب
لاحق ہو جو دیکھ کر صورت خوب شتاب
اَطبّا سچ ہوئے ناقل
ہے لیلٰی قیس پر مائل

کرتے ہیں عورت کے پردے پر جو طعن
ان کی ناقص فہم ہے، کرتا ہوں میں لعن
سمجھ ان کی نہیں کامل
ہے لیلٰی قیس پر مائل

پردہ نہیں عورت کا جن قوموں میں ٹھیک
دنیا میں ان کی سوا ہوتی ہے تضحیک
انہیں کیا میں کہوں عاقل
ہے لیلٰی قیس پر مائل
فرض ہوا قرآں میں عورتوں کا جو حجاب
حکمت ہے اس میں یہی تا ہوں وہ نہ خراب
ہوں اس حکمت کا میں قائل
ہے لیلٰی قیس پر مائل
حکمت سے خالی نہیں کوئی فعل حکیم
ہے واجب ہر شخص پر قرآں کی تعظیم
رہا جو اس سے میں جاہل
ہے لیلٰی قیس پر مائل
ہوتا ہے انجام کو وہ لا ریب ذلیل
پہلے سے قرآن کی جو کرتا نہیں تعمیل
نہ اس پر میں ہوا عامل
ہے لیلٰی قیس پر مائل
کہتا ہے جو عقل کو دین میں کیا ہے دخل
بے شک وہ نادان ہے اس میں نہیں کچھ عقل
وہ گو حافظ ہو یا فاضل
ہے لیلٰی قیس پر مائل

[عابدہ کا داخل ہونا[۳]]

عابدہ : غزل[۴]

اداسی ہے یہ آپ کی کس الم سے ؟
ٹپکتے ہیں کیوں اشک بھی چشمِ نم سے؟
پڑی فکر میں جاں ہے اس دم ہماری
بیاں کیجیے دردِ دل جلد ہم سے
ہوا آپ کو غم تو ہیں ہم بھی غمگیں
ہماری حیات آپ ہی کے ہے دم سے

عبدالرحمان : غزل[۵]

تمھیں حالِ دل اپنا کیا ہم سنائیں
ہوا شق جگر غم سے ، کیونکر دکھائیں
کہا شہ نے مجنوں کو دو اپنی بیٹی
یہ فرمانِ بے جا بجا کیسے لائیں !
اسی میں ہے اب خیر ، بھاگیں وطن سے
کوئی ملک بس اور چل کر بسائیں
سفر کا اسی وقت ساماں کرو تم
ذرا اک جگہ ہم ابھی ہو کے آئیں

[ایک طرف سے عبدالرحمان کا جانا ، دوسری جانب سے لیلیٰ کا آنا]

عابدہ : اس شہر سے تو کرتے ہیں اے بیٹی ہم سفر
اب چاہتا نہیں یہاں رہنا ترا پدر

[عابدہ کا جانا]

۴۔ دھن تلنگ ، تال چاچر ۔ طرز : ''عبث آنکھیں رو رو کے تم پھوڑتے ہو''
۵۔ دھن دیسکار ، تال چاچر ۔ طرز : ''عبث مرگ کا غم ہے زندہ بشر کو''

لیلٰی : افسوس یا الٰہی ! یہ کیسا ہوا ستم
مجنوں سے دور ہوں گے جو ان روزوں ہائے ہم
اے قیس ! تجھ کو دل تو بس اپنا میں دے چلی
جاں تیرے پاس چھوڑ کے تن خالی لے چلی

دادرا[۶]

نشانی دل اپنا تجھے دے چلی
جانی! ذرا یاد میری رہے—نشانی

میری ہوئی خانہ ویرانی پیارے
بستی ہر آباد تیری رہے—نشانی

[لیلٰی کا گریہ و زاری کرتے ہوئے جانا ، عیار کا آنا اور مکان کو خالی دیکھ کر گھبرانا]

عیار : آہا ! وہاں تو میاں مجنوں کے بیاہ کا سامان ہے ، یہاں بی لیلٰی کا سب مکان سنسان ہے ۔ میں شادی کی تاریخ دریافت کرنے آیا تو یہاں کالا کتا بھی نہ پایا ۔ کیا کروں ، سخت حیران ہوں ، ذرا چل کر پڑوسیوں سے تو یہ راز پوچھوں ۔

[جاتا ہے]

۶۔ دھن بھیروین ، تال دادرا ۔ طرز : "گذری جوانی بچپنا لا آنکھ بھی ۔"

چوتھا ایکٹ

دوسرا سین

دیوان خانہ[1]

[عبداللہ اور مجنوں کا داخل ہونا[2]]

مجنوں : غزل[3]

جلد اُس مہ سے مجھے والد ملانا چاہیے
ذرے کو خورشید بس اب تو بنانا چاہیے
اس دُرِ یکتا سے ملوا دیجیے اے باپ اب
ابرِ باراں سا نہیں مجھ کو رلانا چاہیے

عبداللہ : غزل[4]

اب نہیں فرقت میں پیارے تلملانا چاہیے
وصل کے نزدیک ہیں دن ، غم نہ کھانا چاہیے
شادی اُس غنچہ دہن سے ہوتی ہے اے جان تری
شاد ہو کر دل کو مثلِ گل کھلانا چاہیے

۱- پردہ نمبر ۴ -
۳- دھن کونسیا، تال پشتو - طرز: ”اک پری رونے ہمیں مارا نظارا مارکر“
۴- طرز مذکور -

پوچھنے کو جا چکا عیّار واں یومِ نکاح
دیر اتنی ہے کہ اس قاصد کو آنا چاہیے

[عیار کا داخل ہونا۵]

عیار : ارے صاحب ! وہاں تو کالا کُتّا بھی نہیں ، وہ سب کے سب چل دیے کہیں - پڑوسی کہتے ہیں کہ عبدالرحمان مع زوجہ و دختر ملک چھوڑ کر فرار ہو گیا ، (خود سے) افسوس ہزار افسوس مجنوں میاں کو دونوں جہاں سے کھو گیا -

[مجنوں کا فرطِ غم سے بے خود ہو جانا]

عبداللہ : یہ کیا سچ کہی تو نے عیّار بات ؟
کروں جا کے تحقیق خود واردات

[عبداللہ کا جانا ، مجنوں کا ہوش میں آنا]

مجنوں : غزل[6]

نت نیا اس چرخِ ناہنجار کا آزار ہے
ہائے اب تو مجھ کو بھی رہنا یہاں دشوار ہے
وہ گلِ گلزارِ خوبی چھوڑ کر مجھ کو گئی
بے وفا تھی ، آہ یہ دل میں کھٹکتا خار ہے
جا کے میں جنگل بساؤں، اب نہیں ہے بس میں دل[7]
مجھ کو وحشت ہو گئی ، رہنا یہاں دشوار ہے

[مجنوں کا بے قرار ہو کر تلاشِ یار میں جانا ، عیار کا بھی اس کے پیچھے قدم بڑھانا]

۶- دھن سوہنی ، تال پشتو - طرز : ''آنکھ کیوں پھڑکی مری دیکھوں غضب ہوتا ہے کیا ؟''

تیسرا سین

جنگل[1]

[دہقانیوں کا لکڑیاں کاٹنے کو جنگل میں آنا]

سب لکڑ ہارے : **لاونی[2]**

لکڑی کاٹتے کاٹتے بھائی گیت ذرا کوئی گانا
اپنے دل کو ہر ایک طرح سے جنگل میں بہلانا
ہریالی یہ جنگل کی ہے ہم کو تخت شہانا
ہے جنگلی لقب ہمارا ، ارے بھائی رے !
ارے ہاں بھلا ، ارے بھائی رے !

جھول

پہلا لکڑہارا : ہیں جنگل کے ہم سردار
دوسرا لکڑہارا : ہے کون ہمارا ہمسر

۱- پردہ باٹے نمبر ۷ ، ۸ ، ۱۳ -
۲- دھن ٹھیکی ، تال قوالی - طرز : ''جھاڑی میں کھڑی وہ کالی ناگن ہم سے لڑی''

تیسرا لکڑہار : ہم سب سے ہیں افضل تر

پہلا لکڑہارا : ہم سا تو جہان میں نہیں کوئی ذی شان

دوسرا لکڑہار : پڑتا ہے ہمارے پاؤں روز شیطان

تیسرا لکڑہارا : ہے شاہوں کی سی ہماری آن بان

پہلا لکڑہارا : مجھ سا نہیں ہے کوئی دانا

دوسرا لکڑہارا : مجھ کو تو نے کیا جانا

تیسرا لکڑہارا : کچھ ہم کو بھی پہچانا

پہلا لکڑہارا : ہوں سب سے میں تو سیانا

سب لکڑہارے : ارے ہاں رے سیانا ہے تو سیانا۔۔۔لکڑی کاٹے

[لکڑ ہاروں کا آپس میں لڑکر بھاگ جانا، مجنوں کا
پریشان حال آنا]

مجنوں : غزل[۳]

اے صبا ہو جو ترا خیمۂ لیلیٰ میں گزر
کہنا بادیدۂ تر
تیرا مجنوں ہے تپِ غم سے نہایت مضطر
کچھ تو لے اس کی خبر۔۔اے صبا
دل میں ہے یاد تری سر میں ہے سودا تیرا
جان ہے تجھ پہ فدا
تیرا ہی دیکھنا آنکھوں کو ہے منظور نظر
کان مشتاقِ خبر۔۔اے صبا

۳۔ دھن پیلو۔ تال دادرا۔ طرز: ''کون بت خانۂ دنیا میں پرستار ہوس؟''

جانتا تھا کہ ترے ساتھ مرا ہوگا بیاہ
یہ نہ سمجھا تھا کہ آہ !
ہائے افسوس بھٹکنا تجھے جنگل میں پڑا
مفت گھر بار چھٹا — اے صبا
باپ تیرا تجھے لے بھاگے گا ہو شہر بدر
مجھ سے بھی چھوٹے گا گھر
تجھ کو حیران کیا باپ نے تیرے دلبر
دے کے تکلیف سفر — اے صبا

جستجو میں تری پھرتا ہوں میں درویش بنا
پر نہیں ملتا پتا
چور کی طرح سے لے بھاگا تجھے تیرا پدر
آہ میں ڈھونڈوں کدھر — اے صبا

[مجنوں کا گریہ و زاری کرتے کرتے بے ہوش ہو جانا
لکڑ ہاروں کا لکڑیاں سروں پر دھرے ہوئے آنا]

سب لکڑ ہارے : **گانا**[۴]

اٹھا کے بار ہم ، قدم قدم قدم
چلے ہیں ہنستے بولتے کہیں پہ جاتے تھم — اٹھا کے

پہلا : مری ہے جورو بد
دوسرا : ہے میری پست قد
تیسرا : ملی ہے یارو ہم کو لمبی تاڑ سی مڈم — اٹھا کے

۴۔ انگریزی وزن ، دھن ضلع کلیان ، تال دادرا ۔ طرز : ''مقیم چہل یار یہاں ہوں ایک بار''

پہلا : مرے ہے گھر میں زر

دوسرا : میں رکھتا ہوں گھر

تیسرا : ہمارے گھر میں یارو بے شمار دھن درم— اٹھا کے

پہلا : بیئر عجب ہے مے

دوسرا : ہے شیری خوب شے

تیسرا : شراب ہے برانڈی ، پورٹ ، وین ، جِن و رم—اٹھاکے

پہلا[5] : . . . .

دوسرا : لگا لوں میں بھی دم

تیسرا : چرس ، تماکو ، گانجا ڈھیر پر نہیں چلم—اٹھاکے

پہلا : ہے تاڑی میرے سنگ

دوسرا : پئیں گے ہم تو بھنگ

تیسرا : مدک ، افیم ، چنڈو پیتے ہم ہیں دم بدم—اٹھا کے

[مجنوں کا ہوش میں آ کر چلّانا ، لکڑہاروں کا اس کی آواز سن کر گھبرانا]

مجنوں : ہے ورد تیرے نام کا اے لیلیٰ دمبدم
ہیں تیرے ہی خیال میں ہر وقت پیاری ہم
اے لیلیٰ! کب ملے گی مجھے آ کے ہائے جان
دوری سے تیری مرگیا تو مان یا نہ مان
بے تیرے آہ دل کو ذرا بھی نہیں قرار
کرتا ہوں لیلیٰ لیلیٰ کا میں ورد بے شمار

پہلا لکڑ ہارا :

بھائی یہ لیلٰی لیلٰی کی بھرتا ہے آہیں سرد
لیلٰی کی زلف کا ہوا سودائی کون مرد ؟

دوسرا لکڑ ہارا :

پسر ہے یہ عبداللہ کا قیس نام
فدا لیلٰی بھی اس پہ ہے لاکلام
چلو اس کی لیلٰی کو دیں اب خبر
وہ بخشے گی ہم کو بہت مال و زر

[لکڑ ہاروں کا جانا]

مجنوں : **لاونی**[٦]

گھر سے گئی میری پیاری
لیلٰی کدھر تو سدھاری—گھر سے

جھول

پھنسے جو عشق کے پھندے میں کل دنیا سے وہ چھوٹے
مزے لوٹے انھوں نے جن کے گھر در سب گئے لوٹے
مجھے وہ خار دیتے ہیں جو گلشن میں ہیں گل بوٹے
کھٹکتے ہیں مرے دل میں وہ کانٹے ، لگ کے جو ٹوٹے
کانٹوں ہی میں اب تو آ ری
لیلٰی کدھر تو سدھاری—گھر سے

٦- دھن کانگڑا ، تال قوالی - طرز : ''گھر سے گیا میرا پیارا . . . -''

جھول

ہوا جو عشق میں مفلس ، وہی زردار ہوتا ہے
کٹائے سر جو اُلفت میں ، وہی سردار ہوتا ہے
جو دل کو چھین لے دلبر ، وہی دلدار ہوتا ہے
جو آنکھیں بند کر دیکھے ، اسے دیدار ہوتا ہے

سب رات ہے رو رو گزاری
لیلیٰ کدھر تو سدھاری — گھر سے

جھول

محبت میں جو دل داغے وہی بے داغ ہوتا ہے
اسی کو نفع ہوتا ہے جو زر اُلفت میں کھوتا ہے
وہ ہنستا ہے ہمیشہ جو صنم کے غم میں روتا ہے
ملائے تن جو مٹی میں ، وہ اپنے تن کو دھوتا ہے

مٹی ہی میں اب ملا ری
لیلیٰ کدھر تو سدھاری — گھر سے

جھول

پڑھے ہیں عشق کا دفتر الف بے تے نہ ہم سیکھے
نہ تختی ہاتھ میں پکڑی ، نہ ہم چھونا قلم سیکھے
فقط اس عشق کے مکتب میں ہم نام صنم سیکھے
سوا الفت کے ہم کچھ بھی نہیں اپنی قسم سیکھے

الفت نے لے لی جاں ہماری
لیلیٰ کدھر تو سدھاری — گھر سے

[مجنوں کا مثلِ سیماب بیتاب ہونا]

چوتھا سین

ویرانہ[1]

[لیلیٰ کا یادِ مجنوں میں بے قرار نظر آنا]

لیلیٰ : غزل[2]

فراق میں تیرے اب تو دلبر
لبوں پہ پہنچی ہے جان آ کر
دکھاتا طوفاں ہے دیدۂ تر
ہے اشک ہر دم بہا بہا کر—فراق
پھنکا ہے سینہ ، جلا ہے سب تن
پریشاں ہے جاں ، بہت ہے الجھن
تڑپتا ہے دل ، جگر ہے مضطر
غمِ جدائی اٹھا اٹھا کر—فراق
ہوئی اب ایسی ہی زار ہوں میں
کہ سب کی آنکھوں میں خار ہوں میں

۱- پردہ نمبر ۲ -
۲- دھن کالنگڑا ، تال قوالی - طرز : ''انھیں کو اے لوگو! نیک جانو جو لیویں حصہ پرائے غم میں''

صبا جہاں جاتی ہے تو اکثر
مجھے ہی لے جاتی بس اُڑا کر—فراق
ہوا جو شادی کا مجھ سے ساماں
تو باپ لایا مجھے بھگا یاں
پھرا ہے ایسا مرا مقدّر
کہ بگڑا سب کام بن بنا کر—فراق
خراب حالت بہت ہے میری
ہوئی زبس زندگی ہے میری
مجھے دے اب موت میرے داور !
تو قیس کو اک نظر دکھا کر—فراق

[لکڑہارے داخل ہوتے ہیں[3]]

ٹھمری[4]

ب لکڑ ہارے : فرقت میں تری مجنوں کا ہوتا ہے کام تمام
لا لکڑ ہارا : مکھڑا اپنا دکھلا
سرا لکڑ ہارا : اس کو نہ تو اب ترسا
لا لکڑ ہارا : عشق سے ہارا ہے
سرا لکڑ ہارا : ہجر کا مارا ہے
سرا لکڑ ہارا : اس کی جان جا کے بچا
لا لکڑ ہارا : صحرا میں ہے مضطر

. دھن ضلع ، تال پنجابی ٹھیکہ ۔ طرز : "کنگنوا مورا کر سے چھنک گیو رے"

دوسرا لکڑ ہارا : حال بہت ہے ابتر

تیسرا لکڑ ہارا : وہ لیتا ہے اے لیلٰی ہر دم بس تیرا ہی نام

—فرقت

لیلٰی : **غزل**[5]

کہو تو کدھر میرا بیمار ہے
کہاں پا رہا اب وہ آزار ہے
مجھے لے چلو زود تر اس کے پاس
برا حال میرا بھی بے یار ہے
نہ چلنے میں واں اب کرو دیر تم
جو ہونا تمھیں جلد زردار ہے

[لیلٰی کا لکڑ ہاروں کے ساتھ جانا]

۵- دھن کالنگڑا ، تال چاچر۔ طرز : ''نہ مجھ سے اجی بے وفائی کرو''

پانچواں سین

جنگل[1]

[مجنوں کا نزع کی حالت میں نظر آنا اور لیلیٰ کی یاد میں تلملانا]

مجنوں : مرثیہ[2]

تو ہی بادِ صبا جا ری
مری پیاری سے کہہ آ ری—تو ہی
جلد ذرا لیلیٰ کو یہ پہنچا
آخری مرا پیــــــام
مجنوں پیتا ہے موت کا جام
چلو گلفام کرے آرام—تو ہی
نزع میں مجھ کو دید کا تیرے
ہے بے حــد ارمــان
جس سے نکلتی نہیں اب جان
یہ کر احسان کہ اس آن—تو ہی

۱- پردہ ہائے نمبر ۷، ۸، ۱۴ -
۲- دھن جوگیا اساوری ، تال ندارد - طرز : "تری دیکھی وفاداری ، مری فکریں مٹی ساری"

مرض الموت میں حالت میری
ہائے بہت ہے خوار
ایسے میں ترا ہو جو دیدار
مرے بیمار ، مٹے آزار—تو ہی
عشق مجازی کا مری پیاری
بس ہے یہی انجام
مفت میں عاشق ہو بدنام
سہے آلام ، مرے ناکام—تو ہی

[مجنوں کا بے خود ہو جانا ، لیلیٰ کا لکڑہاروں کے ساتھ آنا]

لیلیٰ : سوز[۳]

کھول تو آنکھیں مجنوں
آگے کھڑی ہے صنم تیری لیلیٰ
دیکھ ذرا تو پیارے
آگ فراق کی جسم میں ہے پھیلی—کھول
حال ہؤا کیا تیرا
مجنوں ! ہائے مجنوں ! مرے مجنوں !
شکل بدل گئی تیری
تو بھی میں تجھ کو پیارے پہچانوں—کھول
سانس چڑھی ہے تیری
کانٹے چبھے ہوئے بدن میں ہیں سارے

۳- دھن پرج کالنگڑا ، تال ندارد ۔ طرز : ”مرے پیارے بھٹایا ؟ مجھے ا،
کہاں تیری مادر ؟“

کھول لبوں کو جانی
بھولا مجنوں لیلیٰ کو کیا پیارے — کھول
بول رے مجنوں بول
غم سے ترے شق ہوئی مری چھاتی
جلے یہ جوبن میرا
موت بھی ظالم نہیں مری آتی — کھول
بول تو ورنہ مری میں
جیوں تو جب جو ذرا ادھر تاکے ،
جانتی جو میں ایسا
مرتی زہر کی پڑیا وہیں کھا کے — کھول

[مجنوں کا ہوش میں آنا اور لیلیٰ کو دیکھ کر شکر خدا بجا لانا]۔

مجنوں : غزل[۳]

ترا ہے شکر اے داور ! ملی مجھ سے مری لیلیٰ
دکھائی صورتِ دلبر ، ملی مجھ سے مری لیلیٰ
ہوئی لاغر بہت جانی ، بنی کُڑھ کُڑھ کے دیوانی
نہ رو اب رنج و غم کھا کر ملی مجھ سے مری لیلیٰ
یہ دل میں تھا بڑا ارماں کہ دیکھوں پھر تجھے اے جاں
سو وہ امید بر آئی ، ملی مجھ سے مری لیلیٰ
رہے تو جیتی میری جاں ، میں تجھ پر ہوتا ہوں قرباں
خوشی سے اب میں جاؤں مر ، ملی مجھ سے مری لیلیٰ

۳۔ دھن ضلع کافی ، تال ندارد ۔ طرز : ''مری شیریں ! مری شیریں ! غضب صدمہ ہوا دل کو''

چلا اب مجنوں دیوانا ، مری لیلٰی نہ غم کھانا
مروں میں اب تو خوش ہو کر ، ملی مجھ سے مری لیلٰی

[مجنوں کا مر جانا، لیلٰی کا واویلا مچانا]

لیلٰی : نوحہ[۵]

مر گیا مجنوں غریب ، ہائے غضب ہو گیا
لا نہ پائی طبیب ، ہائے غضب ہو گیا
چاہنے والا مرا ، سوئے ارم چل بسا
رہ گئی میں بد نصیب ، ہائے غضب ہو گیا
اب تو مرا قصد تھا ، ساتھ تیرے بیاہ کا
وصل کے دن تھے قریب ، ہائے غضب ہو گیا
اب نہ کوئی یار ہے ، اور نہ غم خوار ہے
تھا یہی بس اک حبیب ، ہائے غضب ہو گیا
مردہ تجھے دیکھ کر ، شق ہوا غم سے جگر
ہے مری حالت عجیب ، ہائے غضب ہو گیا
کیسا یہ صدمہ ہوا ، میرا مسیحا موا
غم کی نہ کیوں ہو صلیب ، ہائے غضب ہو گیا
اب تو یہی ہے دعا ، کھائے مجھے بھی قضا
جلد اٹھا ، یا مجیب ، ہائے غضب ہو گیا

[لیلٰی کا مر جانا]

۵۔ دھن بروا ، تال دادار۔ طرز : ''مر گیا فرہاد یوں ہائے غضب ہو گیا''

حواشی لیلیٰ مجنوں

پہلا ایکٹ :

پہلا سین

۱- پردہ نمبر ۱۰ - (ملاحظہ فرمائیے تبصرہ علی بابا چالیس چور) -

۳- اس سے آگے یہ بھی درج تھا : ''اور مژدۂ ولادتِ پسر سنانا'' جو غیر ضروری سمجھ کر حذف کر دیا گیا -

۵- اس سے آگے بریکٹ میں درج تھا : ''عبداللہ کا شکر خدا بجا لانا'' جو غیر ضروری سمجھ کر حذف کر دیا گیا -

۷- اصل : ''ایگزٹ خدمتگار -'' مرتب نے ہر جگہ ان الفاظ کو بدل دیا ہے -

۸- اضافۂ مرتب -

پہلا ایکٹ :

تیسرا سین

۳- اس کے آگے تھا ''اور اپنی جورو کو خوش خبری سنانا'' جو غیر ضروری سمجھ کر حذف کر دیا گیا -

۷- اس کے آگے تھا : ''اور بانکے میاں کا بچہ ہاتھ پر دھرے ہوئے آنا -'' جو غیر ضروری سمجھ کر حذف کر دیا گیا -

دوسرا ایکٹ :

تیسرا سین

۵- اصل : ''علیحدہ آنا -''

۶- اصل : ''خود بخود -''

۷- اصل میں ''فرار'' کی بجائے ''فریفتہ'' پڑھا جاتا ہے -

۱۱- اصل : ''خود بخود -''

دوسرا ایکٹ :

پانچواں سین

۳- اصل : ''انٹر لیلیٰ'' -

۵- اصل : ''خود بخود'' -

دوسرا ایکٹ :

ساتواں سین

۴- اصل :''اٹھا -'' معنی واضح نہیں تھے ، تصحیح قیاسی کی گئی -

تیسرا ایکٹ :

تیسرا سین

۳- اضافۂ مرتّب -
۵- اصل : ''خود بخود -''

تیسرا ایکٹ :

چوتھا سین

۶- اصل : ''خود بخود -''

تیسرا ایکٹ :

پانچواں سین

۳- اصل : ایگزٹ -

تیسرا ایکٹ :

ساتواں سین

۷- اصل : ''خود بخود -''
۸- اصل : ''ایگزٹ ہر دو -''

تیسرا ایکٹ :

نواں سین

۳- اصل : ''اینٹر عبداللہ -''

تیسرا ایکٹ :

دسواں سین

۳- اصل : ''ایگزٹ چوبدار -''
۶- اصل : ''خود بخود -''

چوتھا ایکٹ :

پہلا سین

۳- اصل : ''انٹر عابدہ -''
۷- اصل : ''ایگزٹ -''

چوتھا ایکٹ :

دوسرا سین

۲- اصل : ''اینٹر عبداللہ و مجنوں -
۵- اصل : ''اینٹر عیار -''
۷- اصل : ''جا کے میں جنگل بساؤں ، اب نہیں بس دل -'' مصرع ساقط الوزن تھا ، تصحیح قیاسی کی گئی -

چوتھا ایکٹ :

تیسرا سین

۵- اصل میں پہلے لکڑ ہارے کا مکالمہ غائب ہے -

چوتھا ایکٹ :

چوتھا سین

۳- اصل : ''اینٹر لکڑ ہارے -''

ناٹک

شکنتلا

تبصرہ

شکنتلا کالی داس کا شہرۂ آفاق ڈراما ہے ۔ مغرب کے بعض مبصّروں نے اسے دنیا کے تین بہترین ڈراموں میں شمار کیا ہے اور اس کا نام شیکسپیر کے 'ہیملٹ' اور گوئٹے کے 'فاؤسٹ' کے ساتھ لیا ہے ۔ شکنتلا کے ترجمے دنیا کی تقریباً سب اہم زبانوں میں ہوئے ہیں ۔ اردو میں اسے پہلی مرتبہ ۱۸۰۱ع میں فورٹ ولیم کالج کے دو مصنّفوں ، کاظم علی جوان اور للّو لال جی نے منتقل کیا اور مسلسل کہانی کی شکل میں لکھا ۔ پوری کہانی نثر میں بیان ہوئی ہے ، البتہ لطفِ کلام کے لیے بیچ بیچ میں جابجا اشعار بھی استعمال کیے گئے ہیں ۔ کاظم علی جوان اور للو لال جی کی لکھی ہوئی شکنتلا کی کہانی علی الترتیب ۱۸۰۱ع میں اور ۱۸۰۴ع میں پہلے دیوناگری اور پھر رومن رسم الخط میں چھپی ۔ اردو رسم الخط میں پہلی بار ۱۸۳۰ع میں اور پھر ۱۸۷۵ع میں مطبع نولکشور سے شائع ہوئی[1] ۔

انیسویں صدی کا نصف آخر شروع ہوتے ہی اردو کا پہلا غنائی ناٹک اِندر سبھا چھپا اور اطراف و جوانب میں اس کا شہرہ ہوا تو بہت سی سبھائیں لکھی گئیں ۔ ان سبھاؤں کی مقبولیت اتنی بڑھی کہ بہت سی تاریخی اور نیم تاریخی کہانیاں ، مذہب اور اساطیر کے حوالے سے عام ہونے والے قصے اور داستانوں کے وسیلے سے رواج پانے والے افسانے ، اِندر سبھا کے انداز میں غنائی ناٹکوں کے سانچے میں ڈھلنے

۱- پیش لفظ شکنتلا ، مرتبہ ڈاکٹر عبادت بریلوی ۔

لگے اور تقریباً پچاس برس تک ہندوستان کے مختلف حصوں میں انھیں ناٹکوں کا دور دورہ رہا ۔ جن کہانیوں میں غنائیہ بننے کے زیادہ امکانات تھے ، انھیں کئی کئی لکھنے والوں نے غنائیہ ناٹک کی شکل دی ۔ 'شکنتلا' بھی انھیں چند ناٹکوں میں سے ایک ہے ۔

اردو کے چار مشہور ناٹک نگاروں ، یعنی آرام ، طالب بنارسی ، حافظ عبداللہ اور محشر انبالوی نے تقریباً ایک ہی زمانے میں 'شکنتلا' ناٹک لکھا ۔ قیاس کہتا ہے کہ ان معاصرین نے ایک دوسرے کے ڈراموں کے متن دیکھے ہوں گے اور ان سے کچھ نہ کچھ اثر بھی قبول کیا ہوگا لیکن یہ بات تحقیق کے بغیر پورے یقین سے نہیں کہی جا سکتی ۔ البتہ حافظ عبداللہ کے لکھے ہوئے 'شکنتلا ناٹک' کا جو متن اس مجموعے میں شامل کیا گیا ہے ، اس پر انفرادی حیثیت سے تبصرہ کر کے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ان کے دوسرے ناٹکوں کے مقابلے میں اس ناٹک کی ادبی اور فنی حیثیت اور مقام کیا ہے ۔

ایک بات ، جو 'شکنتلا' پڑھنے کے بعد فوراً ذہن میں آتی ہے ، یہ ہے کہ اس کی غنائی ترکیب میں 'اِندر سبھا' کے انداز و اسلوب کو بڑا گہرا دخل ہے ۔ ناٹک میں گائے جانے والے گیتوں اور غزلوں کی بھرمار ، افرادِ ڈراما کے مکالموں میں اور ان کی خود کلامیوں میں مفرد اشعار سے کہیں زیادہ متعینہ دُھنوں میں گائے ہوئے گیتوں کا استعمال ، قصے کے واقعات اور کرداروں کی کیفیات کا منظوم بیان اور جابجا اشعار کے دو گانے کی صورت میں گائے جانے کی روش بعض ایسی باتیں ہیں جو 'شکنتلا' پر 'اندر سبھا' کے گہرے اثر کی غمازی کرتی ہیں ، لیکن ان کے علاوہ بھی بعض باتیں ایسی ہیں جنھیں دیکھ کر پتا چلتا ہے کہ 'شکنتلا' کو ناٹک کی شکل دیتے وقت 'اِندر سبھا'

ں ترتیب اور ساخت کا نقشہ برابر لکھنے والے کی نظر کے سامنے رہا
ہے ۔ 'اِندر سبھا' کے بالکل شروع میں راجا اِندر جب اسٹیج پر آتا ہے
۔ پانچ شعر گا کر اپنا تعارف کراتا ہے ۔ اس تعارف کا پہلا شعر بہت
شہور ہے :

راجا ہوں میں قوم کا اِندر میرا نام
بِن پریوں کی دید کے مجھے نہیں آرام

شکنتلا کا پہلا گانا بھی راجا اِندر نے گایا اور گا کر صورتِ حال
اضح کی ہے ۔ اس گانے کا پہلا شعر یہ ہے :

راجا اِندر کہتے ہیں مجھ کو خاص و عام
عیش و طرب سے روز و شب رکھتا ہوں میں کام

دونوں گانوں کی مماثلت اور اس مماثلت میں نقشِ ثانی پر نقش اول
اثر بالکل واضح ہے ، لیکن یہ اثر کتنی دور تک گیا ہے؟ اس کا
دازہ ایک اور بات سے ہوتا ہے : غنائیہ ناٹکوں میں ہر گانے کے
اتھ اس کی دُھن کے تعیّن کے رواج کا آغاز 'اِندر سبھا' سے ہوا اور آگے
نے والے ہر ناٹک نگار نے اس رواج کی پابندی کی ۔ ہوتا عموماً یہ
ا کہ گانے کے شروع میں جہاں اس کی فنی نوعیت کی طرف اشارہ
تا تھا ، وہاں کسی معروف گانے کے بول لکھ کر یہ بھی بتا دیا جاتا
ا کہ اس گانے کو فلاں معروف گانے کے طرز پر گایا جائے گا ۔ شکنتلا
ں راجا اِندر کے گانے کے اوپر یہ اشارے لکھے ہوئے ہیں :

"چوبولہ ، دُھن چھایا ، تال قوالی ،
طرز : راجا ہوں میں قوم کا، اِندر میرا نام"

شکنتلا پر 'اندر سبھا' کے اثر کی یہ ایک اور دلیل ہے اور یہ

ہمیں صرف اِسی گانے میں نہیں ملتی بلکہ 'شکنتلا' میں اس کے علاوہ تین موقعے اور ایسے ہیں جہاں طرز کا تعین کرنے کے لیے امانت کی 'اندر سبھا' کے کسی گانے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ شکنتلا کے پہلے ایکٹ کے دوسرے سین کا گانا ''میں تو جوگن بن کر جاؤں' 'اندر سبھا' کے گانے ''موری پھرکن لاگیں انکھیاں'' کی دُھن پر دوسرے ایکٹ کے پانچویں سین کی غزل ''گری پہنچے سے ہے پہونچی جو پائی ہو تو دے دو جی'' 'اندر سبھا' کی غزل ''خیال آتا ہے دل کو شکوۂ بیداد کیا کیجے'' اور چوتھے ایکٹ کے دوسرے سین کا گانا ''مبارک یہ دن تم کو اے راجہ ہو'' 'اندر سبھا' کے گانے ''خدا راجہ جی کو رکھے شادمان'' کے طرز پر گانے کی ہدایت کی گئی ہے۔

امانت کی 'اندر سبھا' کے ترکیبی عناصر کا جائزہ لیتے ہوئے مبصّرین نے کئی ایسے موقعوں کی نشاندہی کی ہے جہاں امانت نے بلاتکلف 'سحر البیان' سے خوشہ چینی کی ہے۔ حافظ عبداللہ کے ڈرامے 'شکنتلا' میں بھی دو ایک جگہ 'سحر البیان' کے اثر کا پرتو ہے بلکہ 'سحر البیان' کے علاوہ بعض چیزوں میں 'گلزار نسیم' اور 'فسانہ عجائب' کا عکس بھی صاف نمایاں ہے۔ 'سحر البیان' کے اس ظاہری اثر کے علاوہ کہ 'شکنتلا' کی مینکا پری بھی 'سحر البیان' کی نجم النسا کی طرح جوگن بن کر جادو جگانے چلی ہے، 'شکنتلا' کے ایک مکالمے کو پڑھ کر فوراً ذہن 'سحر البیان' کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ 'سحر البیان' میں ایک موقع وہ ہے جب بدر منیر اور بے نظیر ایک دوسرے کو دیکھتے ہی باہمی محبت کے اسیر بن جاتے ہیں، لیکن بدر منیر عورت ہے اس لیے محبت کو پردے میں رکھنا چاہتی ہے اور جا کر دالان میں چھپ جاتی ہے۔ اس کی شوخ سہیلی نجم النسا اس کے

ز کو یہ کہہ کر فاش کرتی ہے کہ :

مجھے چوچلے تو خوش آتے نہیں
ترے ناز بے جا یہ بھاتے نہیں
مری طرف ٹک دیکھ تو ہائے ہائے
مثل ہے کہ من بھائے منڈیا ہلائے

'شکنتلا' میں بھی ایک منظر اسی طرح کا ہے : شہزادہ دشینت عبد کے باغ میں آتا ہے تو شکنتلا پر اس کی محبت کا جادو چل جاتا ہے ، لیکن اس کی سہیلی انسویّا اس کے دل کا بھید پا کر اس سے چھ کہتی ہے تو شکنتلا برہم ہو کر اس سے کہتی ہے : "چل پرے ٹ ! تیرے دل میں کچھ اور ہی ہے جو میں نہیں سننا چاہتی ۔" سویّا یہ بات سنتی ہے تو ہنس کر جواب دیتی ہے "من بھائے نڈیا ہلائے ۔" بھلا کون کہے گا کہ اس "من بھائے منڈیا ہلائے" یں میر حسن کے شعر کا عکس جلوہ فگن نہیں ۔ یہی صورت 'گلزار نسیم' ور 'فسانۂ عجائب' کے اثرات کی ہے جو 'شکنتلا' کے مختلف حصوں میں ابجا نمایاں ہیں ۔ 'شکنتلا' کے تیسرے ایکٹ کے دوسرے سین میں ب شکنتلا کو دشینت کے پاس بھیجنے کی تیاریاں ہو رہی ہیں ، نسوّرش ایک گانا گاتا ہے جس کا پہلا مصرع ہے "اے بیٹی ! تری ہے اب تو رخصت ۔" اس گانے کی دھن اور طرز کے متعلق جو ہدایات ی گئی ہیں ، وہ یہ ہیں :

"دھن : جوگیا آساوری ، تال ندارد ۔
طرز : ہے ہے مرا پھول لے گیا کون"

'گلزار نسیم' کا مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں کہ پھول کے غم

میں بکاؤلی کا ماتم اور گریہ و زاری ''ہے ہے مرا پھول لے گیا کون'' سے شروع ہوتی ہے - بظاہر یہی ایک مقام ہے جہاں حافظ عبداللہ نے 'گلزار نسیم' سے فائدہ اٹھایا ہے ، البتہ 'فسانۂ عجائب' کے ایک خاص پہلو کا عکس 'شکنتلا' میں زیادہ نمایاں ہو کر سامنے آیا ہے - 'فسانۂ عجائب' نے واقعہ نگاری کے نقطۂ نظر سے نکتہ شناسوں سے جو داد و تحسین حاصل کی ہے ، وہ اس کے دو حصوں کی وجہ سے ہے ؛ ایک تو اس کا تمہیدی حصہ جو لکھنؤ کے بیان میں ہے اور دوسرے اس کے وہ ٹکڑے جن میں جانِ عالم ، مہر نگار ، انجمن آرا اور ان کی کنیزوں کی گفتگو کی عکاسی کی گئی ہے - دوسری طرح کے ٹکڑوں میں فقرہ بازی اور حاضر جوابی نے جو لطف اور حسن پیدا کیا ہے ، وہ اردو کے پورے داستانی ادب میں آپ اپنی مثال ہے - ہمارے قصہ گویوں نے اپنے قصوں میں دلکشی پیدا کرنے کے لیے 'فسانۂ عجائب' کے اِن حصوں سے جی بھر کر فائدہ اٹھایا ہے - 'شکنتلا' کے بعض حصے پڑھتے وقت بھی بلا ارادہ ذہن 'فسانۂ عجائب' کی طرف منتقل ہوتا ہے - 'شکنتلا' کے دوسرے ایکٹ کے دو سین ، تیسرا اور چوتھا ، ڈرامے کے طویل ترین سین ہیں - ان میں دشینت اور شکنتلا کی اچانک ملاقات کے بعد پیدا ہونے والے واقعات بڑے دلکش انداز میں بیان کیے گئے ہیں ، اور انداز کی ساری دلکشی کا انحصار دشینت ، شکنتلا ، شکنتلا کی دو سہیلیوں انسویا اور پریمبدا اور دشینت کے بے تکلف دوست مادھو کے مکالموں پر ہے جن کے بے تکلف فطری انداز میں ادبیت و شعریت بھی ہے اور شوخی و بے باکی بھی ، اور ہمارے قصوں کی یہ دونوں خصوصیتیں 'فسانۂ عجائب' کے فیضان کا نتیجہ ہیں - ان مکالموں کا ایک نمونہ (شکنتلا اورانسویاً

کی گفتگو) ضمناً پہلے آ چکا ہے ۔ اب ایک نمونہ دشینت اور اس کے رفیق مادھو کی باتوں کا سن لیجیے ۔ دشینت شکنتلا کے حسن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنے دوست سے کہتا ہے :

دشینت : مادھو ! اس دنیا میں جو بہترین متاع قابلِ دید ہے ، وہ تیری نظر سے نہیں گزری ۔

مادھو : صحیح ! اس واسطے کہ مجھے ہر روز حضور کا دیدار نصیب ہوتا ہے ۔

دشینت : دوست ! میں یہ کہتا ہوں کہ تو نے شکنتلا کو نہیں دیکھا جو اس مقام کی زینت ہے ۔

مادھو : کیا خوب ! آپ رانیوں کو چھوڑ کر ایک دہقانی عورت پر فریفتہ ہوئے !

دشینت : دوست ! بہت کہنا تو فضول ہے لیکن خالق نے حسن و خوبی کی تمام صفات اُس کی ذات میں جمع کر دی ہیں ۔ خدا جانے یہ معدنِ حسن و ادا کس بلند اقبال کو نصیب ہو ۔

مادھو : تو آپ جلد اس سے شادی کر لیں ، ورنہ یہ معدنِ حسن و ادا کسی کندۂ ناتراش جوگی کے ہاتھ لگ جائے گا ۔

حافظ عبداللہ کے کسی ڈرامے میں اس طرح کے مکالمے پڑھ کر جی بھی خوش ہوتا ہے اور حیرت بھی ہوتی ہے ۔ خوشی تو اس لیے کہ انیسویں صدی کے آخر کے کسی ڈرامے میں ایسے مکالمے کا وجود بسا غنیمت ہے جس میں بہ یک وقت صفائی ، چستی اور

برجستگی کی خوبیاں موجود ہوں ، لیکن حیرت اس بنا پر کہ حافظ عبداللہ کے ڈراموں میں (وہ بھی سب ڈراموں میں نہیں) جا بجا جو نثر استعمال کی گئی ہے اور جسے ڈراما نگار نے بالالتزام نثرِ مقفیٰ یا مقفیٰ فقرے کہا ہے، وہ سر تا سر بے لطف و بے مزا ہے ۔ اس میں نہ سلاست و صفائی ہے ، نہ چستی و برجستگی ۔ چنانچہ خود شکنتلا میں بھی کئی جگہ یہ نثرِ مقفیٰ استعمال کی گئی ہے جو ویسی ہی روکھی پھیکی اور بے کیف ہے جو ان کے دوسرے ناٹکوں میں ۔ دوسرے ایکٹ کے وہ دو سین جن کا ذکر میں نے ابھی کیا ، البتہ انداز میں بالکل مختلف ہیں ۔ یہ مکالمے خاصے طویل ہیں ، اس کے باوجود معلوم ہوتا ہے کہ سوچ سمجھ کر لکھے گئے ہیں اور مناسب و موزوں انداز میں اس ڈرامائی صورت حال کی ضرورت کو بھی پورا کرتے ہیں جس کے لیے انھیں لکھا گیا ہے - ۱۸۷۵ع تک ، جب 'شکنتلا' لکھا گیا ، ڈراموں میں نثر کے مسلسل مکالمے استعمال کرنے کا رواج نہیں ہوا تھا ، اسی لیے حافظ عبداللہ کے اس ڈرامے میں اچھے مکالموں کی موجودگی غیر معمولی بھی معلوم ہوتی ہے اور ملی جلی مسرت وحیرت کا باعث بھی بنتی ہے ۔ یوں دیکھا جائے تو حافظ عبداللہ کے ڈرامے 'شکنتلا' میں ایک بات اور بھی ایسی ہے جو عام معمول سے مختلف ہے اور پڑھنے والے کو اپنی طرف متوجہ کرتی ہے ۔

حافظ عبداللہ کے غنائی ناٹکوں میں جو نظم استعمال کی گئی ہے ، کرداروں کی گفتگو میں بھی اور ان کے گیتوں اور غزلوں میں بھی ، اس کی فنی حیثیت معمولی درجے کی 'تک بندی کی ہے ۔ اس میں ہر جگہ لفظی اور معنوی تعقید اور حشو و زوائد کی بھرمار ہے ۔ جابجا مصرعے اور شعر وزن سے گرے ہوئے ہیں ہیں ۔ اس کے برخلاف

کنتلا میں کئی غزلیں ایسی ہیں جو حشو و زوائد سے پاک ہیں ، کہ ان میں اکّا دکّا ایسے شعر بھی ہیں جن میں غزل کا صحیح لف موجود ہے : مثلاً یہ چند شعر :

ابھی حالِ دل بھی نہ تھا کہا کہ وہ شوخ پہلو سے اٹھ گیا
رہا دل کا دل ہی میں مدّعا ، مرا راز اس پہ کُھلا نہیں

ترے گیسو کی ہو زہرہ کنیزِ شانہ کش دایم
ترے سر پر ہُما ، اے پیاری ہردم سایہ گستر ہو

رنج کیا اہلِ زمانہ پہ گزرتے ہوں گے
جب نکل جاتی ہے آغوش سے دختر محزوں

ہائے کیا تو نے بے وفائی کی   آہ کیوں تجھ سے آشنائی کی
دشمنِ جاں ہوا تو لے کر دل   حیف یہ کیسی کج ادائی کی
کام آئی نہ گریہٴ و زاری   آہ نے بھی نہ کچھ رسائی کی

تیرِ سخن سے ہوگیا سینہ مرا فگار
سیفِ زباں کے دل پہ کئی وار لے چلی

کالموں اور غزلوں کی ان دو خوبیوں سے قطعِ نظر ، جن کی طرف شارہ کیا گیا ، شکنتلا بھی اسی طرح کا غنائی ناٹک ہے جیسے

حافظ عبداللہ کے دوسرے ناٹک ۔ ناٹکوں میں سب سے زیادہ زور گانوں پر ہے ، اور اُس عہد کا تماشائی غالباً ناٹک منڈلی میں جاتا ہی اِس لیے تھا کہ اُسے اپنی پسندیدہ دھنوں میں چند گھنٹے اپنی پسند کے گیت اور غزلیں سننے کو ملیں گی ۔

وقار عظیم

ناٹک

شکنتلا اردو

مصنّفہ

حافظ محمد عبداللہ صاحب زمیندار بلہورہ

پروپرائٹر

انڈین امپیریل تھیئٹریکل کمپنی

بطفیلِ حمایت عالی جناب معلیٰ القاب

سری سوائی مہاراج نہال سنگھ لوکندر بہادر

والیٔ ریاست دھولپور پیٹرن کمپنی مذکور

شہر آگرہ

مطبع الٰہی آگرہ میں باہتمام محمد چھو خاں و محمد حسین خاں چھپا

۱۹۱۰ع

دیباچہ

(از مصنّف)

حمد و نعت کے بعد خیر خواہِ خلق اللہ محمد عبداللہ بن منشی شیخ الٰہی بخش مغفور متوطن چتورا ضلع فتحپور ہنسوہ ناظرینِ حکایاتِ غریب و شایقینِ قصصِ عجیب کی خدمتِ والا درجت مین التماس کرتا ہے کہ میں نے یہ ناٹک اپنی جماعت موسومہ انڈین امپریل تھیٹرکل کمپنی کے لیے حسبِ ایمائے عالی جناب معلّی القاب سدھ سری سوائی مہاراج رانا نہال سنگھ لوکندر بہادر دلیر جنگ جی ڈبلیو-ایم-سی-آئی-یچ - دام اقبالہ، و ملکہ، والیٔ ریاستِ دھول پور پیٹرن کمپنی مذکورہ بالا ماہ نومبر ۱۸۸۵ع مقام شہر باندہ مین تالیف کرکے نام شکنتلا ناٹک موسوم کیا تھا اور مطبعِ الٰہی آگرہ مین چھپوا دیا تھا - اب ۱۸۹۰ع میں بمقام شہر علی گڑھ پھر اس کو ترمیم کیا ہے اور اس طرح پر، جیسے بالفعل کمپنی مذکور کے ایکٹر اس کھیل کو کھیلتے ہیں، ترتیب دیا ہے - بعض چیزیں دیگر شعرا کی طبع زاد بھی لی ہیں جو بعد ضروری ترمیم کے اس میں داخل کی ہیں -

اس ناٹک میں ہر ایک چیز کی دُھن تال کو فن موسیقی کے اعتبار سے قایم کیا ہے اور کسی ایسی مشہور و معروف چیز کے حوالے سے، جو اکثر اسی دُھن تال میں گائی جاتی ہے، اس کا طرز بھی جتا دیا ہے، کیونکہ کلام خاص اوپیرا ناٹک میں اسی راگ یا

راگنی کا استعمال ہوتا ہے جو متکلّم کی حالتِ موجودہ کے موافق و مناسبِ حال ہوتا ہے، مگر عام چیزوں کی دُھن میں لحاظِ وقت ضرور ہے ورنہ ایکٹر کا قصور ہے -

میں نے اس ناٹک میں اُن پردوں کے نمبر ترتیب کو، جن سے مواقعِ ناٹک دکھلائے جاتے ہیں، بلحاظ اسٹیج قایم کر دیا ہے اور ان کا شمار ڈراپ سین کی طرف سے کیا ہے - اِن کے قایم کر دینے سے یہ بڑی سہولت ہے کہ اثناے تماشا میں ایسا وقفہ نہیں ہوتا جو بے ضرورت ہے -

میری یہ بھی عرض ہے کہ اگر کوئی صاحب کتاب میں کسی قسم کا سہو یا کچھ غلطی پائیں تو براہِ نوازش مؤلف کو ضرور مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ اس کی اصلاح عمل میں آئے اور وہ نقص رفع ہو جائے -

مقام شہر علی گڑھ — محمد عبداللہ مؤلّف

۲۵ - فروری ۱۸۹۰ع

تختہ ناٹک

مرد : پارٹ

دشینت : ہستناپور کا راجہ
سردومن : پسرِ دشینت
بِسوا مِتر : ایک راج رِشی
در باسا : ایک رِشی
کنوِرش : پرورش کنندۂ شکنتلا
مادھو : رفیقِ دشینت
پروہت : دشینت کا گُرو
کوتوال : ملازمِ دشینت
کنچکی : ملازمِ دشینت
چوبدار : ایضاً
سارنگ : چیلا
ساردت : ایضاً
کلاونت : ملازمِ دشینت
کنسلک : ماہی گیر
دربان : ملازمِ دشینت
کربھک : قاصد
سپاہی : ہمراہیٔ کوتوال
تپسوی : ایک زاہد
گوشائیں : پرورش کنندۂ سردومن

عورتیں :

شکنتلا : دخترِ مینکا پری
گوتمی : پرورش کنندۂ شکنتلا
تپسونی : زاہدہ
انسویا : شکنتلا کی سہیلی
پریمبدا : ایضاً
رامشگر : ایک رقاصہ

جنّ :	پریاں :
راجہ اِندر : شاہِ پرستان	مینکا پری : مادرِ شکنتلا
ماتل : ایک دیو	سرکیشی پری : مینکا کی سہیلی

درباری ، چوبدار ، سپاہی ، بازاری ، دیو ، پریاں وغیرہم

مقامات

ہستناپور : راجہ دشینت کی راج دھانی

پرستان : راجہ اِندر کا ملک

پہلا ایکٹ

پہلا سین

اِندر کا دربار[1]

[راجہ اِندر کا تخت پر جلوس فرمانا اور پریوں ، دیووں کا مؤدب ایستادہ نظر آنا]

راجہ اِندر : **چوبولے[2]**

راجہ اِندر کہتے ہیں مجھ کو خاص و عام
عیش و طرب سے روز و شب رکھتا ہوں میں کام
لیکن بِسوا مِتر کا جب سے جانا حال
دل میں کھٹکتا ہے مرے ہر دم خارِ ملال
راج چھوڑ کر ہوگیا جوگی وہ انسان
جپ تپ[3] سے اس کے ہوئے دیوتا سب حیران
اس کی ریاضت سے مجھے ہے اندیشہ سخت
چھینے گا وہ ایک دن میرا تاج و تخت
دل سے میرے تب مٹے یہ کھٹکا اور سوگ
توڑے جب کوئی پری اس کا اب جوگ

۱- پردہ نمبر ۱۴ -
۲- دھن چھایا ، تال قوالی - طرز : ''راجہ ہوں میں قوم کا اِندر میرا نام''
۳- اصل میں 'جب تب' تھا (وقار)

سو تو ہے اے مینکا پریوں کی سرتاج
باغِ ریاضت جلد کر اس کا اب تاراج

مینکا پری : **غزل**[۴]

جنّ و بشر ہر اک مرا دل سے غلام ہے
مشہور مینکا پری عالم میں نام ہے
مجھ کو خدا نے دیر جہاں میں کیا وہ بُت
جس کا کہ برھما بشن مہا دیو رام ہے
سائے سے میرے دم میں ہوں دیوانے دیوتا
دل ایک رِش کا لینا بھلا کوئی کام ہے؟
پھندے میں اپنے پھانسوں میں اس رِش کو آن میں
یہ زلف میری طائرِ دل کو تو دام ہے
دیکھا جو اک نظر مجھے جوگن کے بھیس میں
تو اس کا سارا جوگ اسی دم تمام ہے

راجہ اندر : **دوہرہ**[۵]

جا بر لا اے مینکا! میرے جی کی مراد
سَبز کیشی ناچ گا تا دل ہو کچھ شاد

[مینکا پری کا غائب ہو جانا ، سبز کیشی کا ناچنا گانا]

سبز کیشی پری : **ٹھمری**[۶]

تم شاہ پرستان ہو اندر
جن ، دیو ، پری سب کے افسر — تم

۴۔ دھن ضلع ، تال دادرا ۔ طرز : ''چھوڑیں گے بے وفا سے نہ اہل وفا عوض
۵۔ دھن پیلو ، تال ندارد ، طرز : ''شہزادے کھلتا نہیں کیوں ہو آج ملول
۶۔ دھن غارا ، تال قوالی ، طرز : ''وہ آیا کوئی دکھلاتا ہے''

حور و غلماں سب خادم ہیں
رضواں ہے تمہارا اک نوکر۔تم
تم رکھتے ہو وافر فوجِ جنّ
دیووں کا فراواں ہے لشکر۔تم
سب دیوتا ہیں تم سے عاجز
ہے کوئی ملک بھی نہیں ہمسر۔تم
دیوانے کریں ہم دیوتا سب
ہے بسوِا منی تو ایک بشر۔تم
ہو تم سے مقابل کیا انسان
ناحق بھی تمھیں ہے اس سے ڈر۔تم

دوسرا سین

کوہ قاف[1]

[مینکا پری کا بہ لباس جوگن زمین سے نکل آنا]

مینکا پری : **ٹھمری[2]**

میں تو جوگن بن کر جاؤں
بسوا متر کا جوگ مٹاؤں
جپ تپ سارا بھلاؤں—میں تو
میں ہوں پری ، سائے سے ہی اس کو
بس دیـــــوانہ بـنـــــــاؤں
آسن جوگ جو توڑوں نہ اس کا
مینکا پھر نہ کہاؤں—میں تو
حسن کا اپنے جلوہ دکھا کر
عشق میں اس کو پھنساؤں
آیا اگر وہ رشِ مرے بس میں
تھا تھئی ناچ نچاؤں—میں تو

[مینکا پری کا یکایک غائب ہو جانا]

۱- پردہ نمبر ۴ -
۲- دھن برج ، تال پنجابی ٹھیکہ - طرز : ''موری پھرکن لاگیں انکھیاں''

تیسرا سین

جنگل مع جھونپڑی[1]

[بِسوا مِتر کا جپ تپ کرتے نظر آنا]

بِسوامِتر : **ٹھمری[2]**

پریت میں تیری ہی پرمیشور! میں نے راج کو چھوڑا ہے
سنگھاسن اِندر کا مجھے تو دیوے تو وہ بھی تھوڑا ہے

[مینکا پری کا آن کر پوشیدہ ہو جانا]

گھر باہر سے منہ کو پھیرا ، آ جنگل میں لیا بسیرا
جپ تپ سے تن سب یہ میرا دُکھتا جیسے کہ پھوڑا ہے
تن من دھن سب تجھ پر وارا ، جیتے ہی جی بس آپ کو مارا
تیرے سوا نہیں کوئی پیارا ، سب جگ سے منہ موڑا ہے
دھیان میں مَیں پریوں کو نہ لاؤں ، حور پر آنکھ کبھی نہ اٹھاؤں
دوسرا تجھ سا کہاں میں پاؤں ، تیرا نہیں کوئی جوڑا ہے

[مینکا پری کا ایک بازو سے آنا]

۱- پردہ نمبر ۱۱ -
۲- دھن بروا ، تال پنجابی ٹھیکہ ، طرز : ''جان جہاں میں یہ سنتی ہوں آج تری تیاری ہے''

مینکا پری :

اپنی ریاضت پر متکبّر کس درجہ یہ نگوڑا ہے
سنتی تھی میں شیطاں کو اکیلا پر اب سمجھی کہ جوڑا ہے
کرتی ہوں اب میں اس پہ سواری بنتا ابھی یہ گھوڑا ہے
پھیرنے کو رہِ حق سے اسے تو زلف مری بس کوڑا ہے
حکم جو پرمیشور کا میں پاؤں ، بس میں ابھی مہادیو کو لاؤں
برھما بشن کو ناچ نچاؤں ، کون گلی کا یہ روڑا ہے

[مینکا پری کا بِسوا مِتر کے سامنے آ کر گانا]

مینکا پری : **ہولی[۳]**

ہائے کیسی مصیبت یہ آئی
مر گئے باپ ماں اور بھائی—ہائے
وہ بےمروت بھی ہے مجھ کو بھولا
جس سے ہوئی تھی سگائی
دیکھا مزا کچھ نہ دنیا کا میں نے
یوں ہی جوانی گنوائی—مر گئے
میں نے نہ پایا کوئی یار جانی
آتی نہیں دل ربائی
جوگن رہوں گی سدا میں بروگن
جی میں یہی ہے سمائی—مر گئے

۳- دھن جوگیا اساوری ، تال چاچر ، طرز : ''ہانکیے مرزا نے دھوم مچائی ''

بسوا متر : [مینکا پری کو دیکھ کر[۴]]

ہولی[۵]

کون جوگن یہ آئی
مجھے جان و دل سے یہ بھائی—کون
آئینہ ہو دیکھ کر جس کو حیراں
ہے وہ بدن میں صفائی
شرمندہ جس سے کہ ہوں چاند سورج
وہ شکلِ پُر نور پائی—مجھے
آسن کو توڑوں اور جوگ چھوڑوں
بس ختم ہے پارسائی
جپ تپ کروں ترک اک لخت سارا
چھوڑوں نہ پر یہ لُگائی—مجھے

[بسوا متر کا بے قرار ہوکر مینکا پری کے قریب آنا]

ہولی[۶]

حاضر ہوں خدمت کو دل سے تمھاری
سمجھو مجھے اپنا یار مری جان—حاضر
میرا ہؤا دل اب تم پہ مائل
تم بھی کرو جی سے پیار مری جان—حاضر
تم ہو اگر گل تو میں ہوں بلبل
ہو میری گردن کا ہار مری جان—حاضر
چھاتی سے مجھ کو اک دم لگا لو
بوسے بھی دو تین چار مری جان—حاضر

۵- دھن کافی ، تال چاچر ، طرز : ''کی بے وفائی تجھے شرم اصلا نہ آئی''
۶- دھن کافی ، تال چاچر ، طرز : ''پھاگن کے دن چار . . . .''

مینکا پری: **غزل**[۷]

تمھاری صحبت سے میرے صاحب ! مجھے بھلا اجتناب کیا ہے
مگر سمجھتے نہیں یہ تم کچھ کہ شرم کیا ہے حجاب کیا ہے
اگر ہے منظور لطفِ صحبت یہ بادہ اب نوش کیجے حضرت
کہ تا ذرا دل کو ہو مسرت ، مزا کوئی بے شراب کیا ہے
شراب اک جام اور لیجے ، سرور آنکھوں میں آنے دیجے
ابھی ذرا دیر صبر کیجے ، یہ اس قدر اضطراب کیا ہے

بِسوا مِتر : **غزل**[۸]

یہ زلف و روئے نورانی آہو ہو ہو آہو ہو ہو
یہ ابرو اور پیشانی آہو ہو ہو آہو ہو ہو
یہ دنداں کیا کہ سلکِ دُر آہا ہاہا آہا ہاہا
یہ لب یاقوتِ رُمّانی آہو ہو ہو آہو ہو ہو
دیا دل تم کو پر اے جاں تمھیں کب قدر(ہے) اس کی
ہوئی کیا ہم سے نادانی آہو ہو ہو آہو ہو ہو
میں بلبل اور ہو تم گلبن[۹] ، میں جوگی اور تم جوگن
میں راجہ اور تم رانی آہو ہو ہو آہو ہو ہو
نہیں اب ضبط ہے دم بھر ابھی ہو جاؤں ہم بستر
ذرا اندر چلو جانی آہو ہو ہو آہو ہو ہو

[بسوا مِتر کا مینکا کو جھونپڑی میں لے جانا]

۷- دھن ضلع کھماچ ، تال قوالی ، طرز : ''جہاں میں بس لطفِ زندگی تو اک کو عالم شباب کا ہے''
۸- دھن دیس ، تال قوالی ، طرز : ''برانڈی میں وہ لزت ہے آہا ہا آہو ہو ہو''

چوتھا سین

کوہ قاف[1]

[سرکیشی پری کا یکایک زمین سے نکل آنا]

سرکیشی پری : غزل[2]

گئی مینکا میری سہیلی کہاں
کسی جا نہیں پاتی میں اس کا نشاں
نہ تو بسوا منی کا پتا ہے وہاں
رہا کرتا ہمیشہ سے تھا وہ جہاں — گئی
بھری مینکا جوش جوانی میں تھی
ملا مست جواں اسے بسوا منی
تو بہ دل وہ اسی پہ نثار ہوئی
یہی جی میں گزرتا ہے میرے گماں — گئی
ملی مینکا تو نہ کہیں بھی مجھے
کہ جو ماجرا بسوا منی کا کہے

۱- پردہ نمبر ۳ -
۲- دھن کھماچ ، تال قوالی ، طرز: ''مرے پاس جو سویا تھا شب کو جواں''

نہیں کھلتا وہ دونوں کہاں ہیں چھپے
بھلا راجہ سے کیا میں کروں گی بیاں—گئی

[مینکا پری کا یکایک زمین سے نکل آنا]

مینکا پری : غزل[۳]

سنو اے بہن میرا یہ ماجرا ہے
کہ بسوا مُنی میرے اوپر فدا ہے
مجھے دیکھ کر سارا جپ تپ وہ بھولا
نہ اب جوگ ہے کچھ ، نہ یادِ خدا ہے
نہیں میں ملی اس مُنی سے دوبارہ
مجھے ڈھونڈتا پھرتا وہ جابجا ہے
مگر بارِ اول ہی صحبت سے اس کی
کہوں کیا کہ مجھ کو حمل رہ گیا ہے
نہ جب تک سبکدوش اس بار سے ہوں
سبھا میں نہیں مجھ کو آنا روا ہے
مرا حال سب راجہ اِندر سے کہنا
کہ ان کی ہی خاطر تو یہ دکھ سہا ہے

[دونوں پریوں کا یکایک غائب ہو جانا]

۳- دھن جھنجوٹی ، تال چاچر ، طرز : ''ذرا وصل پر ہو اشارہ تمہارا''

پانچواں سین

جنگل مع جھونپڑی[1]

[بسوا متر کا اپنی حالت پر متأسف نظر آنا]

بسوامتر : **لاونی[2]**

ہوئی برباد کُل محنت
گئی سب رائگاں طاعت

توڑنے آئی تھی پری میرا آسن جوگ
بن کر جوگن مینکا دے گئی مجھ کو بھوگ

نہ سمجھا اس کی میں فطرت
گئی سب رائگاں طاعت

دم بھر میں غارت ہوا طاعت کا کُل گنج
اک لمحے کے عیش نے دیا دوامی رنج

نہیں کچھ کام کی شہوت
گئی سب رائگاں طاعت

1- پردہ نمبر ۱۱ -
2- دھن ضلع کلیان ، تال بریلوی ٹھیکہ ، طرز : ''ہوس کو ہم نے جانا ہے برائی کا خزانہ ہے''

اپنی ریاضت پر جو میں تھا بے حد مغرور
میرے تکبّر نے مجھے شہ سے کیا مزدور
ہوئی گم فقر کی دولت
گئی سب رائگاں طاعت
کبر سے شیطان ہو گیا، معلّم الملکوت
انساں پھر کیونکر نہ ہو ایسی بلا سے بھوت
تکبّر ہے بری خصلت
گئی سب رائگاں طاعت

چھٹا سین

جنگل مع راستہ[1]

[مینکا پری کا ہاتھوں پر بچہ لیے ہوئے آنا]

مینکا پری : گربی[2]

بیٹی جنی میں نے بہ شکلِ عورت
کیا خاک ہوں مسرور میں—بیٹی
مُنی[3] پر ہوئی میری بیٹی کی خلقت
کیسے نہ ہوں رنجور میں—بیٹی
پریوں میں ہوگی مجھے اس سے خفّت
بدنام ہوں گی ضرور میں—بیٹی
پریوں سے بڑھ کر ہے یہ خوبصورت
صدقے کروں اس پہ حور میں—بیٹی
پر نسل انساں ہے یہ ماہ طلعت
پاتی ہوں بس اک قصور میں—بیٹی

۱- پردہ نمبر ۸ -
۲- دھن برہنس ، تال چاچر ، طرز : ''چلما بھرت موری جلی رے چٹکیا''
۳- اصل میں ''ہے'' تھا ، قیاسی اصلاح کی گئی (وقار)

ساتواں سین

مٹھ[1]

[گوتمی کا اپنے بھائی کنّور رش کی یاد میں بے قرار نظر آنا]

گوتمی : غزل[2]

گئے ہیں تیرتھ کو جو آج گھر سے کنّورش بھائی
تو سارے مٹھ میں ہے ان کے ہے وحشت ہر طرف چھائی
یہ سب سنسان ہے میداں ، نظر آتا ہے مٹھ ویراں
کبھی اندر کبھی باہر پھروں میں کیوں نہ گھبرائی
مرے بھائی کے جانے کا ہوا اس باغ کو بھی غم
ہیں سارے پھول کملائے ، کلی ہر اک ہے مرجھائی

[کنّورش کا مع بچہ آنا]

کنّورش : گانا[3]

لے اے بہن! یہ لڑکی ہے اک غیرتِ قمر
اس کو گیا تھا ڈال کوئی شخص راہ پر

۱- پردہ نمبر ۱۲ -
۲- دھن سارنگ ، تال بریلوی ٹھیکہ ، طرز : "مجھے اس دوست کا ہجر آہ اب ایسا ستاتا ہے"
۳- دھن ضلع جھنجوٹی ، تال دادرا ، طرز : "ہے ہے بڑا غضب یہ دکھایا بسنت نے ۔" (اصل عنوان : مسدس)

پایا جو اس کو تو میں پلٹ آیا آج گھر
بیٹی سمجھ کے میری اسے پرورش تو کر
سایہ پروں کا مور کے اس پر تھا برملا
ہے نام اس کا رکھنا مناسب شکنتلا

گوتمی : اے بھائی ! جان و دل سے ہوئی اس پہ میں فدا
اس کو عزیز رکھوں گی بیٹی سے بھی سوا
[گوتمی کا شکنتلا کے بازو سے کاغذ کھول کر دینا]
لو بھائی اس کے بازو پہ کاغذ تھا یہ بندھا
اس کو پڑھو تو لکھا ہے مضمون اس میں کیا
[کنّورِش کا اس کاغذ کو کھول کر دیکھنا]

کنّورِش : اس میں تو لکھا ہے اسی لڑکی کا حال سب
پڑھتا ہوں اے بہن ! میں اسے ، سن بغور اب
[کنّورِش کا اس کاغذ کو پڑھنا]

کنّورِش : غزل[۴]

جو انسان پالے گا یہ میری دختر
اسے غائبانہ بہت دوں گی میں زر
یہ بِسوامِتر کے ہے نطفے سے پیدا
ہوا جوگی جو راج سب اپنا تج کر
سمجھ نسلِ انساں اسے چھوڑتی ہوں
پری مینکا نامی میں اس کی مادر

۴۔ دھن کھاج ، تال چاچر ، طرز : ''غضب کا حسیں یہ تو ہے ماہ پارہ''

گزر تھا پرستاں میں اس کا تو مشکل
کہ رکھتی نہیں مثل پریوں کے یہ پر

[سب کا حسنِ شکنتلا دیکھ کر متعجب ہونا]

سب : **غزل**[۵]

حسن میں لڑکی یہ لاثانی ہے ، دیکھو تو سہی
نادم اس سے مہِ کنعانی ہے ، دیکھو تو سہی
صاف و شفّاف بدن پایا ہے ، اس نے ایسا
جس سے آئینے کو حیرانی ہے ، دیکھو تو سہی
بال اس لڑکی کے ہیں سر پہ وہ گھونگر والے
جن سے سنبل کو پریشانی ہے ، دیکھو تو سہی
خال انجم سے ہیں اور شمس و قمر سے عارض
چہرہ کس درجہ یہ نورانی ہے ، دیکھو تو سہی

[پہلے ایکٹ کا اختتام پانا ، ڈراپ سین کا گرایا جانا]

۵- دھن ضلع پیلو ، تال دادرا ، طرز : ''ہجر میں نالہؑ شب گیر ہے اللہ اللہ''

پہلا سین

مٹھ[1]

[شکنتلا کا گھبرائی ہوئی نظر آنا ، سہیلیوں کا گوتمی کو لانا]

گوتمی : **ٹھمری[2]**

کہہ دے بیٹی شکنتلا پیاری اب
کیوں یاد کیا مجھے کہہ دے—کہہ دے
فکر ہوئی ہے کیا تجھے پیدا
کون پڑا دکھ بھاری اب—کیوں

شکنتلا : **غزل[3]**

میں نے دیکھا ہے وہ اک خوابِ پریشاں اے ماں
جس سے گھبراتی ہے قالب میں مری جاں اے ماں
بےخبر سو جو گئی رات کو میں کوٹھے پر
پُر فضا ایک نظر آیا گلستاں اے ماں

۱- پردہ نمبر ۱۲ -
۲- دھن ضلع جھنجوٹی ، تال کہروا ، طرز : ''لادے لادے سنوریا یار ہو''
۳- دھن کلیان ، تال دادرا ، طرز : ''ساقیا جام میں دے بادۂ احمر ہی مجھے''

اس میں دکھلائی دیا اک گلِ رنگیں ایسا
مثلِ بلبل ہوئی جس پر تھی میں قرباں اے ماں
شوق سے میں نے اسے توڑ لیا اور خوش تھی
گویا دل کا مرے پورا ہوا ارماں اے ماں
پر گرا حوض میں وہ ہاتھ سے میرے چھُٹ کر
ملنا پھر اس کا نظر آیا نہ آساں اے ماں
کھُل گئی آنکھ تو غائب تھا وہ سارا گلشن
پایا بس سیج پر اپنے تئیں نالاں اے ماں
مجھ کو تعبیر بتا اس کی کہ تا ہو تسکیں
میں کبھی رہتی ہوں گریاں، کبھی خنداں اے ماں

گوتمی : غزل[۴]

یہ خواب اچھا دیکھا ہے اے میری پیاری
بہت جلد اب ہوگی شادی تمھاری
تم اے لڑکیو! کنّو بھائی کو بھیجو
کہو ان سے فوراً حقیقت یہ ساری
خبر پھر لو ہرنی کے بچوں کی جا کر
نہیں اب ٹھکانے طبیعت ہماری

[سہیلیوں کا جانا]

نہ اندیشہ لا بیٹی کچھ دل میں اپنے
سدا شاملِ حال ہے فضلِ باری

[کنّورش کا آنا]

۴۔ دھن ایمن کلیان، تال چاچر، طرز: ''یہ لڑکی تو ہے کوئی آفت کی ماری''

کنوریش : **غزل**[5]

شکنتلا ! تو ہوئی اب جوان ہے بیٹی
وہ خواب شادی کا تیری نشان ہے بیٹی
کروں گا شادی تری ایسے ہی گھرانے میں
کہ جیسا عالی ترا خاندان ہے بیٹی
پڑی ہیں گرہ ترے زائچے میں ناقص جو
صلاحیت کا مجھے ان کے دھیان ہے بیٹی
اسی سے جاتا ہوں میں آج سویم[6] تیرتھ کو
سپرد تیرے یہ باغ و مکان ہے بیٹی
مفید سینچنا پودوں کا ہوگا حق میں ترے
یہ ٹھیک میرا قیاس و گمان ہے بیٹی
جو آئے یاں کوئی مہماں تو جائے وہ گھر خوش
ترے شعور کا یہ امتحان ہے بیٹی
خدا کے فضل سے مایوس ہو نہ ہرگز تو
وہ مالک و شہِ ہر دو جہان ہے بیٹی

۵۔ دھن ضلع سارنگ ، تال دادرا ، طرز : ”یہ چرخِ نیلگوں گرد و غبار سے نہ چھپا“

۶۔ سویم = خود ۔

دوسرا سین

معبد کا جنگل[1]

[راجہ دشینت کا رتھ پر سوار آنا]

دشینت : گانا[2]

ہرن ہے گھات پہ ، ٹھہر ٹھہر ٹھہر
لگام روک مادھو رتھ سے جائیں ہم اتر—ہرن

مادھو : دشینت راجہ اترو میں نے روک لی لگام
رہوں گا میں بھی پیچھے پیچھے آپ کے مگر—ہرن

[دشنیت کا تیر و کمان ہاتھ میں لیے ہوئے برائے شکار ہرن
مع مادھو رتھ بان کے آنا]

دشینت : گانا[3]

بے مثل یہ کماں ، لاثانی اس پہ تیر
اس آہو کو آن میں ہم کرتے ہیں نخچیر—بے مثل

۱- پردہ نمبر ۹ -
۲- انگریزی وزن ، دھن کلیان ، تال دادرا ، طرز : ''اب اختر فلک ، چمک چمک چمک''
۳- انگریزی وزن ، دھن جھنجوٹی ، تال دادرا ، طرز : ''تنگ تنگ ہے کماں اوپر چڑھایا تیر''

مادھو : تیز ہرن یہ بھاگا کیسا پار کیا میدان

دشنیت : فوراً اس کے پیچھے جا ، لا گھیر کے تا امکان—بے مثل

مادھو : پھر آیا یہ آہا ہا ہا وہ ٹھہرا آہو ہو ہو

دشینت : اچھا موقع پایا ہے اب ماروں میں اس کو—بے مثل

[دشینت کا ہرن پر شست جانا ، دو چیلوں کا یکایک پہاڑی میں سے نکل کر مانع آنا]

سارنگ و ساردت : **پد**[۴]

مہاراجہ! مت اس ہرن کو ستاؤ
دل نہ ہم سادھوؤں کا دکھاؤ—مہاراجہ
آنکھیں ہیں اس کی کیا پیاری پیاری
اس پر نظر مت جاؤ
پالا ہوا ہے یہ تو ہمارا
اس کا نہ خوں تم بہاؤ—مہاراجہ

دشینت : **ٹھمری**[۵]

بخش دی اس کی جان بخش دی اس کی جان
لی آپ کی بات مان—بخش دی
ہم اس ہرن کو صحرائی سمجھے
تھا پالتو کا نہ دھیان—بخش دی

۴- دھن برہنس ، تال چاچر ، طرز : ''کیسے جگ کو پھند چھڑایو''
۵- دھن جھنجوٹی ، تال دادرا ، طرز : ''کون ہے وہ جواں . . . .''

ماریں گے اب ہم اس کو نہ ہرگز
رکھتے ہیں تیر و کمان-بخش دی

سارنگ و ساردت : پد[6]

آپ کا ہے سدا ہم پہ سایہ
آپ ہیں راجہ، ہم سب رعایا-آپ کا
یاں ہے آستھل گُرو کا ہمارے
وہ ندی مالنی کے کنارے
باغ بھی (ہے) وہاں اک لگایا
آپ ہیں راجہ، ہم سب رعایا-آپ کا
کنّوِرش ہیں گُرو جو ہمارے
سوم[7] تیرتھ کو گو وہ سدھارے
ان کی حاضر ہے پر ساری مایا
آپ ہیں راجہ، ہم سب رعایا-آپ کا
ان کی بیٹی شکنتلا پیاری
خوب کرتی ہے مہمان داری
ہے گُرو نے اسے یہ سکھایا
آپ ہیں راجہ، ہم سب رعایا-آپ کا
چل کے ہوں مٹھ میں اب آپ مہماں
لائیں پوجا کا ہم جا کے ساماں
جائیے گا نہ ہم کو پرایا
آپ ہیں راجہ، ہم سب رعایا-آپ کا

۶- دھن جوگیا اساوری، تال چاچر، طرز : "ہائے کیوں نہ میں
کو پنکوں"

۷- سوم = خود۔

دشینت : **ٹھمری**[۸]

ہم پر یہ تمہارا ہے احسان
جو اپنا بناتے ہو مہمان—ہم پر
ہم جاتے ہیں اب استھل کی طرف
تم پوجا کا لے آؤ سامان—ہم پر

[دشینت کا جانا]

سارنگ و ساردت : **پد**[۹]

راجپوت دشینت تو ہے دھن دھن رے
ہوگا کاہو سے ناہیں تو راست ہرن—راجپوت
جگ تورے ہاتھ ہو پرتھوی ناتھ ہو
توری راج دُہائی پھرے بن بن رے—ہوگا

[دونوں کا جانا]

۸- دھن ضلع ، تال قوالی ، طرز : ’’سن پھیر لیو کرکے بتیاں‘‘
۹- دھن جھنجوٹی ، تال کہروا ، طرز : ’’گرو سانچا سیوا رام دوجا کوئی نہیں ہے‘‘

تیسرا سین

معبد کا باغ[1]

[دشینت کا باغ کی سیر کرتے ہوئے (نظر) آنا]

دشینت : غزل[2]

کس شان سے کِھلا ہے یہ گلزار اِن دنوں
گل کے سوا یہاں نہیں اک خار اِن دنوں
گلنار سر پہ رکھے ہوئے ہے کلاہِ سرخ
گیندے بسنتی باندھے ہیں دستار اِن دنوں
نرگس دکھائی دیتی ہے معشوق کی سی آنکھ
سنبل بنا ہے کاکلِ خم دار اِن دنوں
ہیں بلبلوں کی نغمہ سرائی سے مست گل
آراستہ ہے لالے کا دربار اِن دنوں
اس باغ کی بہار بھی اب دیکھیں چند روز
جاؤں نہ یاں سے میں کہیں زنہار اِن دنوں

[اندر سے شکنتلا کی آواز کا آنا ، دشینت کا گھبرانا]

۱۔ پردہ نمبر ۵ ۔
۲۔ دھن پرج ، تال دادرا ، طرز : ''آتا نظر زمیں پہ ہے رخ آفتاب کا''

شکنتلا (غائبانہ) : **ٹھمری**[۳]

آؤ گئیاں لپک لپک چلو پانی بھر لائیں ، پھر آئیں
بیلا چنبیلی جوہی کیتکی[۴] سب میں گگرے جھکائیں—گیاں

دشینت : **ٹھمری**[۵]

سمتِ دکن سے باغ کے اس دم عورتوں کی صدا آتی ہے
—سمتِ دکن
ہم ذرا چھپ کر پیڑ کے پیچھے رکھیں نظر اسی سمت کو
پھڑکی جو اے دل آنکھ ہماری دیکھیں تو کیا یہ دکھاتی ہے
—سمتِ دکن

[دشینت کا درخت کے پیچھے چھپ جانا ، شکنتلا کا مع اپنی سہیلیوں کے خالی گگرے لیے ہوئے آنا]

شکنتلا : **ٹھمری**[۶]

آؤ گئیاں لپک لپک چلو پانی بھر لائیں پھر آئیں
بیلا چنبیلی جوہی کیتکی سب میں گگرے جھکائیں—گیاں
پھر سب سکھیاں چُن چن کلیاں بھر بھر لائیں ڈلیاں
ہار بنائیں ، گجرے گندھائیں ، باغ میں رنگ رچائیں—گیاں

[شکنتلا کا مع سہیلیوں کے پانی بھرنے کو جانا ، دشینت کا شکنتلا پر عاشق ہو کر آگے آنا]

۳- دھن کھماچ ، تال یکتالہ ، طرز : ''باتیں جھڑک جھڑک مجھے کیوں تو سناوے''
۴- اصل میں 'کیتلی' تھا ، بدل کر 'کیتکی' کیا گیا (وقار) ۔
۵- دھن کلیان ، تال قوالی ، طرز : ''یالنگر واہتر سکھروا''
۶- دھن کھماچ ، تال یکتالہ ، طرز : ''باتیں جھڑک جھڑک مجھے کیوں تو سناوے''

دشینت : (خود سے[7]) آہا یہ زاہدوں کی لڑکیاں درختوں کے سینچنے کو آئی ہیں ، سبحان اللہ ! ان مورتوں کی پاک صورتیں خدا نے اپنے ہاتھ سے بنائی ہیں ۔ اب میں یہاں پوشیدہ ہو جاؤں تا کہ ان کی ادائیں دیکھ پاؤں ۔

[شکنتلا کا مع سہیلیوں کے پانی لانا اور درختوں کے تھالوں میں گگرے جھکانا]

انسویّا : ہے سکھی شکنتلا پتا کنّو کو یہ بروے[8] تجھ سے ہی ادھک پیارے ہوں گے ، نہیں تو تجھ سکمار کو ان کے سینچنے کی آگیان نہ دے جاتے ، تیرے چنبیلی سے انگ پر دیا لاتے ۔

شکنتلا : اری آنسویّا ! نہ صرف باپ کی دی یہ خدمت ہے ، مجھ کو تو خود بھی ان درختوں سے دلی محبت ہے ۔

[پیڑوں کو پانی دینا]

دشینت : (متحیّر ہو کر خود سے) کنّو کی بیٹی شکنتلا یہی ہے ! آہ وہ مرد عجب سنگدل ہوگا جس نے ایسی نازنین کو یہ سخت خدمت سونپی ہے ۔ اس بت کے حسن کو دیکھ کر خدا یاد آتا ہے ، دل چاہِ عشق میں ڈوبا جاتا ہے ۔ خیر جو ہو سو ہو ، اب تو حضرتِ دل ذرا شکنتلا کی ادائیں دیکھو ۔

شکنتلا : پریمبدا ! میں تجھ سے ایک انوکھی بات کہتی ہوں ۔

۸۔ اصل میں 'برے' تھا ، بدل کر 'بروے' کیا گیا ۔ وقار

پریمبدا : کیا انوکھی بات ہے سکھی ؟

شکنتلا : دیکھ ، یہ چنبیلی ، ابھی اس کے پھولنے کی فصل نہیں ، تو بھی کلیوں سے لد رہی ہے -

[دونوں سہیلیوں کا پاس جانا]

پریمبدا : سچی کہہ !

شکنتلا : میں کیا سچ کہوں ، تو ہی دیکھ لے -

پریمبدا : (بڑے شوق سے دیکھ کر) ہے شکنتلا ! اس سگن کے بھروسے پر میں کہے دیتی ہوں کہ تجھے اچھا بر ملے گا اور وہ تھوڑے ہی دنوں میں تیرا ہاتھ گہے گا -

شکنتلا : (ترش رُو ہو کر) خیر ہے ، آج تجھے کیا ہو گیا ؟

پریمبدا : سکھی ! میں نے یہ بات ہنسی سے نہیں کہی ، پِتا کنّو کے مُکھ سے بھی کچھ ایسی ہی سنی ہے اور اسی سے تیرا سینچنا اس چنبیلی کو سپھل ہوا ہے -

انسویا : ہاں ہاں ری شکنتلا ! اسی سے تیں نے اس چنبیلی کو بڑے چاؤ سے سینچا ہے -

شکنتلا : یہ چنبیلی تو پِتا کنّو کی لگائی ہے ، میری بہن ہوئی ، اسے میں کیوں نہ سینچتی (پانی کا گھڑا جھکانا) ، اب میں اس کی کلیاں چنتی ہوں - تم دونوں اور اور پیڑوں سے چن لاؤ ، پھر ہار گجرے بناؤ -

[شکنتلا کا مع اپنی سہیلیوں کے کلیاں چننا ، دشینت کا درخت کے پیچھے سے ظاہر ہو کر شکنتلا کی آتشِ عشق میں پھنسنا]

دشینت : ٹھمری[۹]

چنو تم کلیاں سبھی البیلی
سبھی البیلی سبھی البیلی—چنو تم
بیلے کی کلیاں چن لائیں سکھیاں
چنتی ہے پیاری چنبیلی—چنو تم

[کنول کے پھول پر سے ایک بھونرے کا اڑ کر شکنتلا کے سر پر گونجتا ہوا آنا ، شکنتلا کا گھبرانا]

شکنتلا : ٹھمری[۱۰]

گھبراتی میری جان ہے
گونج نہ سر پر اے بھونرے—گھبراتی

پریمبدا : چھوڑ کنول کو منہ پر تیرے
جانتا یہ حیوان ہے
اس سے ہی تجھ پر اے پیاری
ہوتا بس قربان ہے—گھبراتی
کون بچانے والے ہیں ہم
تو کیسی نادان ہے
راجہ دشینت آ کے بچائے
جو یاں کا سلطان ہے—گھبراتی

[شکنتلا کا بھونرے کو جھٹکتے جھٹکتے بیزار ہو جانا ، دشینت کا ظاہر ہوکر بھونرے کو اڑانا]

۹- دھن پیلو ، تال دادرا ، طرز : ’’ہو جی سن لوٹ گیو دل جاتی‘‘
۱۰- دھن پیلو ، تال قوالی ، طرز : ’’سوتن گھر گئے گئے‘‘

دشینت : **ٹھمری[11]**

اڑ جا رے بھونرے ، نہ کھو اب جان تو
نہ کھو اب جان تو ، نہ کھو اب جان تو—اڑ جا
خوف نہیں کچھ میرا تجھے کیا ؟
اس کو کرتا ہے کیوں حیران تو—اڑ جا

[شکنتلا کا شرم سے منہ چھپانا ، اس کی سہیلیوں کا دشینت کو اپنا مہمان بنانا]

انسویا اور پریمبدا : **غزل[12]**

دل پر یہ ہوا نقش ہے احسان ہمارے
بھونرے سے خطا ہوتے تھے اوسان ہمارے

دشینت : پروانہ سدا رہتا ہے بس شمع کے ہی گرد
تقصیر نہ کچھ بھونرے کی تھی جان ہمارے

انسویا اور پریمبدا :

تشریف یہاں لائے تھے کیوں ؟ کون ہو صاحب ؟
کام آئے بہت آپ تو اس آن ہمارے

دشینت : آنے کا سبب یاں کے کہیں کیا ، ہیں شکاری
ہے نظروں میں ہر گلشن و میدان ہمارے

انسویا اور پریمبدا :

گو ہم ہیں گدا آپ مہاراجہ ہو دشینت
پر آج تو بس ہوجیے مہمان ہمارے

۱۱- دھن جھنجوٹی ، تال دادرا ، طرز : ”ندیا نالے بسار آئی کنگنا“
۱۲- دھن ضلع ، تال دادرا ، طرز : ”مہماں کو اٹھاتے ہیں بھلا یوں کہیں گھر سے“

دشینت : معلوم کیا راجہ ہمیں کیسے ؟ کہو تم
کس طرح لیا نام کو پہچان ہمارے ؟

انسویا اور پریمبدا :

دیکھا جو انگوٹھی کے نگینے پہ کھدا نام
جانا کہ تمھی راجہ ہو ذی شان ہمارے

دشینت : (انسویا اور پریمبدا سے) کیوں جی ! ہم تمھاری سکھی کا کچھ حال دریافت کیا چاہتے ہیں ۔

انسویا : یہ آپ کی انگرہ ہے ۔

دشینت : بھلا کنور شِ تو برہم چاری ہیں ، پھر یہ تمھاری سکھی ان کی بیٹی کیونکر ہوئی ؟

انسویا : مہاراج سنو ! کشک کے بنش میں ایک بڑا پرتاپی راجرش ہے ۔

دشینت : ہاں ، ہم نے جان لیا ، تم بِسوا مِتر کا نام لو گی ، ہم نے بھی سنے ہیں ۔

انسویا : اسی سے ہماری اس سکھی کی اتپت ہے اور کنو اس کے پِتا ایسے کہاتے ہیں کہ جب اس کا نال بھی نہیں کٹا تھا تب ان کو بن میں پڑی ملی تھی اور انھیں نے پالی پوسی ہے ۔

دشینت : کیا خوب ! پڑی ملی تھی ! یہ سن کر مجھے بڑا تعجب ہوا ۔ تم اس کی اصلیت صاف بیان کرو ۔

یا : اچھا سنو! میں کہتی ہوں جب اس راجرش نے اگر تپ کیا ، تب دیوتاؤں نے شنکا مان اس کا تپ ڈگانے کے نمت مینکا نام اپسرا بھیجی -

نت : سچ ہے ، دیوتا ایسے ہی ہیں ، اوروں کی عبادت سے ڈر جاتے ہیں - بھلا پھر کیا ہوا ؟

یا : بسنت رُت میں مینکا کی موہنی چھب نرکھتے ہی -

[اتنا کہہ کر شرما گئی]

نت : بس ہم سمجھ گئے کہ شکنتلا چھتری کی بیٹی ہے جو پری سے پیدا ہوئی -

یا : ہاں !

نت : (خود بخود) اب خدا نے چاہا تو میرا مطلب حاصل ہوا - (علانیہ) کیوں نہ ہو ؟ یہی وجہ ہے کہ تمھاری سکھی ایسی شکیل ہے ، ورنہ آدم زاد میں یہ حسن کہاں !

[شکنتلا کا شرم سے گردن جھکا کر بیٹھ جانا]

بدا : (ہنس کر پہلے شکنتلا کی طرف ، پھر دشینت کی جانب دیکھ کر) کیا آپ کے من میں کچھ اور کہنے کی ہے ؟

[شکنتلا کا انگلی کے اشارے سے منع کرنا]

نت : ہاں ، ابھی میری آرزو ہے کہ میں اس عجیب کیفیت کو سنوں -

بدا : مہاراج ! اب جو کچھ کہو ، سو بہت سمجھ بوجھ کے کہیو کیونکہ تپسوی لوگوں پر کسی کا بس نہیں ہوتا ہے -

دشینت : میں یہ پوچھتا ہوں کہ تمھاری سکھی شادی بھی کرے گی یا اسی طرح ہمیشہ اپنی سی آنکھوں والی ہرنیوں کے ساتھ کھیلا کرے گی ؟

پریمبدا : ہے مہاراج ! ہماری سکھی پربس ہے اور اس کے بڑوں کا یہ سنکلا[۱۳] ہے کہ اسی کے سمان بر ملے تو دیں ۔

دشینت : اس کے سمان بر ملنا تو بہت مشکل ہے ۔ (خود بخود) ارے دل ! اب اس کے ملنے کی تمنا کر ، تیرا شک رفع ہوگیا ۔ جسے تو آگ کا شعلہ سمجھا تھا ، وہ تو ایک جواہربں ہار تیرے گلے ڈالنے کے لائق نکلا ۔

انسویا : (بہ آہستگی شکنتلا سے) کدا چیت آج پتا کنّوگھر ہوتے ۔

شکنتلا : تو کیا ہوتا ؟

انسویا : اس پامنے کا آدر انیک بھانت کرتے ۔

شکنتلا : (برہم ہوکر) چل پرے ہٹ ۔ تیرے دل میں کچھ اور ہی ہے جو میں نہیں سننا چاہتی ۔

انسویا : (ہنس کر) من بھائے منڈیا ہلائے ۔

شکنتلا : (آزردہ ہوکر) کیوں ری انسویا ! تو مجھے یہاں ٹھہرنے نہ دے گی ؟ میں جاکر بوا گوتمی سے کہہ دوں گی کہ انسویا مجھے چھیڑتی ہے ۔

۱۳- ''سنکلپ'' ہونا چاہیے ۔

گوتمی : (غائبانہ) زاہد ! معبد کے جانوروں کی حفاظت کرو۔ راجہ دشینت شکار کھیلتا ہوا قریب آ پہنچا ۔ دیکھو تمہارے کپڑے ، جو درختوں پر سوکھ رہے ہیں، گھوڑوں کے سموں کی دھول سے گردا باد ہو گئے اور ایک مست ہاتھی درختوں کی شاخیں سونڈ سے توڑتا بیلوں کو پاؤں سے روندتا چلا آتا ہے۔ ہاتھی کے خوف سے ہرنیوں کے پرے تتر بتر ہو گئے ۔ ہائے یہ ہاتھی تمام باغ برباد کیے ڈالتا ہے۔

[تینوں کا ہول ناک ہو جانا]

دشینت : (خود سے) غضب ہوا ، لشکر مجھے ڈھونڈتے ڈھونڈتے یہاں تک آ پہنچا اور جنگل میں فتنہ بیدار کیا ۔ اب تو مجھے ان کے پاس جانا ضرور ہوا ۔

پریمبدا : ہے ماتما! اب تو ہم کو اس متوالے ہاتھی سے ڈر لگتا ہے ، آگیان دوتو اپنی کٹی کو جائیں ۔

انسویا : سکھی شکنتلا ! تیرے لیے ماتا گوتمی آکلاتی ہوگی ۔ بیگ بیگ چلی آ ، جس سے سب ایک سنگ چھیم کشل سے کٹی میں پہنچیں ۔

شکنتلا : (آہ سرد بھر کر) سکھیو! میری پسلی میں درد اٹھا ہے ، مجھ سے چلا نہیں جاتا ۔

دشینت : نازنینو ڈرو مت ! تم بلا وسواس چلی جاؤ ۔ میں تمہارے نشیمن میں کچھ خلل نہ ہونے دوں گا ۔

انسویا : ہے ماتما! جیسا تم سریکے پرشوں کا شکار[۱۴] ہونا چاہیے

۱۴۔ اصل میں 'شتکار' غلط ہے ، 'ستکار' ہونا چاہیے۔

سو ہم سے نہیں بنا ہے ، اس لیے یہ کہتے چلے جاتے ہیں کہ پھر بھی درشن دینا ۔

دشینت : یہ تم کیا کہتی ہو؟ ہم تمھارے دیدار ہی سے مشکور تواضع ہوئے ۔

شکنتلا : اری سکھیو ! ایک تو میرے پاؤں میں کانٹا چبھ ہے ، دوسرے کرے کی شاخ سے میرا آنچل الجھ گیا ۔ ذرا ٹھہرو تو میں سلجھا لوں ۔

[دشینت کی طرف دیکھتے اور ٹھہر ٹھہر قدم اٹھاتے ہوئے شکنتلا کا سہیلیوں کے پیچھے پیچھے جانا]

دشینت : **غزل**[۱۵]

تجھے جب سے دیکھا شکنتلا ! بخدا حواس بجا نہیں
وہی عارضہ مجھے ہو گیا کہ جہاں میں جس کی دوا نہیں
ہیں جہاں میں لاکھوں ہی خوبرو ، نہیں اس میں حجت و گفتگو
مگر ایسا جیسی حسیں ہے تو ، کہیں دیکھا اور سنا نہیں
مجھے کرکے خستہ و نیم جاں ، چلی اٹھ کے پہلو سے تو کہاں
مری زندگی ہے وبالِ جاں ، ترے دل میں رحم ذرا نہیں
ابھی حالِ دل بھی نہ تھا کہا کہ وہ شوخ پہلو سے اٹھ گیا
رہا دل کا دل ہی میں مدعا ، مرا اس پہ راز کھلا نہیں
ترے کوچے میں ہوں جو آپڑا ، نہ ہو مجھ سے اے مری جاں خفا
دلِ مضطرب نہیں مانتا ، مری اس میں کوئی خطا نہیں

[دشینت کا جانا]

۱۵- دھن جھنجوٹی تال پشتو ، طرز : ”گئی یک بیک جو ہوا پلٹ نہیں دل کو میرے قرار ہے“

دوسرا ایکٹ

چوتھا سین

خیمہ گاہ[1]

[ماڈھب کا دم بھرتے اور پریشانی ظاہر کرتے نظر آنا]

ماڈھب : اس شکاری راجہ کی رفاقت سے ہم تو بہت ہی تنگ ہو گئے - شکار کے پیچھے دوڑتے دوڑتے ہاتھ پاؤں ایسے شل ہوئے ہیں کہ گویا اپنگ ہوگئے - خیر یہ دکھ تو تھا ہی ، اس پر تازہ مصیبت ایک اور پیش آئی یعنی شکنتلا نام دخترِ زاہد پر دشینت کی نظر پڑی ہے اور اس سے طبیعت لڑی ہے - اب گھر لوٹنا کیسا ؟ آہا ! وہ آیا راجہ ، اب میں اپنا جسم بےکار بنا کے یہیں کھڑا ہو جاؤں ، کسی حیلے سے آرام تو پاؤں -

[دشینت کا آنا]

دشینت : آہ شکنتلا کا ملنا تو دشوار اور دل نہایت بے قرار ، کیا کروں ، کس سے کہوں ؟

ماڈھب : دوست ! میں ہاتھ پاؤں سے معذور ہوں - بس تم کو زبان ہی سے دعا دیتا ہوں کہ تمھارا بھلا ہو -

دشینت : کہیے مہربان ! آپ کا بدن کیسے رہ گیا ؟

۱- پردہ نمبر ۱۰ -

ماڈھب : چہ خوش! اپنی انگلی آنکھ میں کونچ کر آپ ہی پوچھتے ہو کہ آنسو کیوں ہے -

دشینت : یہ تم نے کیا کہا؟ ہم سمجھے نہیں -

ماڈھب : کیوں جی! بھلا تم کو یہ کب زیبا ہے کہ امور سلطنت سے غافل ہو کر سیر و شکار میں رہو - ہ روز ہرنوں اور کتوں کے پیچھے دوڑتے دوڑتے میرا تن بدن رہ گیا ، اب رحم کرکے دو ایک دن سستانے دو

دشینت : میرے بھی دل میں ہے کہ تیری بات مانوں -

ماڈھب : تمھارا بھلا ہو-

دشینت : ماڈھب! اس دنیا میں جو بہترین متاع قابلِ دید ہے وہ تیری نظر سے نہیں گزری -

ماڈھب : صحیح ، اس واسطے کہ مجھے ہر روز حضور کا دید نصیب ہوتا ہے -

دشینت : دوست! میں یہ کہتا ہوں کہ تو نے شکنتلا کو نہ دیکھا ، جو اس مقام کی زینت ہے -

ماڈھب : کیا خوب ، آپ رانیوں کو چھوڑ کر ایک دہق عورت پر فریفتہ ہوئے!

دشینت : دوست! بہت کہنا تو فضول ہے لیکن خالق نے حس و خوبی کی تمام صفات اس کی ذات میں جمع کر د ہیں - خدا جانے یہ معدنِ حسن و ادا کس بلند اقب کو نصیب ہو -

ماڈھب : تو آپ جلد اس سے شادی کرلیں ورنہ یہ معدنِ حسن و ادا کسی کندۂ ناتراش جوگی کے ہاتھ لگ جائے گا ۔

دشینت : یار! وہ بے اختیار ہے اور اس کا باپ گھر پر موجود نہیں ۔

ماڈھب : بھلا تم کو وہ کیسا چاہتی ہے ؟

دشینت : سنو، جوگیوں کی لڑکیاں شرمیلی ہوتی ہیں، تو بھی جب میں اس کے مقابل ہوا تو اس نے کن انکھیوں سے میری طرف بار بار دیکھا ، اور کسی کسی حیلے سے تبسّم بھی کیا ، مگر شرم کے مارے نہ تو محبت کو ظاہر ہی کر سکی ، نہ پوشیدہ ۔

ماڈھب : چہ خوش ! اور کیا دیکھتے ہی وہ تمھاری گود میں آ بیٹھتی ؟

دشینت : جب وہ مجھ سے جدا ہونے لگی تو پاؤں میں کانٹا لگنے کا بہانا کرکے کھڑی ہو رہی ، بعدہ آنچل اُلجھنے کے بہانے مجھے پھر پھر کر دیکھا ۔

ماڈھب : خوب ! آئے تو ہرن کے شکار کو اور ہوگئے خود شکار ۔ دوست ! اسی واسطے تم کو جوگیوں کا جنگل شہر سے زیادہ پسند ہے ۔

دشینت : یار ! کسی کسی جوگی نے مجھے پہچان بھی لیا ہے ، اب کس حیلے سے وہاں جاؤں ؟

ماڈھب : راجہ کو اس سے زیادہ اور کیا حیلہ چاہیے کہ زاہدوں سے غلے کی پیداوار کا چھٹواں حصہ طلب کریں ۔

دشینت : جا نامعقول ! کچھ اور حیلہ بتا ، جس سے نام وری ملے ۔ اے بے وقوف! زاہدوں کی حفاظت کے لیے اگر میں جواہر کا خزانہ اٹھا ڈالوں تو زیبا ہے ۔

[چوبدار کا آنا]

چوبدار : سوامی کی جے ہو ! دو تپسوی دوار پر آئے ہیں ۔

دشینت : ان کو ابھی سامنے لاؤ ۔

چوبدار : ابھی لاتا ہوں (چوبدار کا باہر جانا اور تپسویوں کو ساتھ لے کر آنا) ۔

تپسوی : مہاراج کی جے ہو ! ہمارے گرو کنّورش یہاں نہیں ہیں اور راچھس آ کر ہمارے پوجا پاٹ میں دکھن ڈالتے ہیں اس لیے آپ کچھ دن اس آشرم کی رکشا کریں ۔

دشینت : (مسکرا کر) یہ تو میرے اوپر بڑی عنایت کی ۔ آپ چلیے ، میں بھی آیا ۔

تپسوی : سدا جے رہے ! (خوش ہو کر جانا) ۔

ماڈھب : لو ، اب تو حضرت کی خوب ہی بن پڑی ۔

دشینت : کیا تجھے بھی شکنتلا کے دیکھنے کی آرزو ہے ؟

ماڈھب : پہلے تو تھی مگر اب راچھسوں کا نام سن کر ڈر لگتا ہے ۔

شینت : کچھ خوف نہیں ، تو ہمارے پاس رہنا ۔

ماڈھب : مجھے راچھسوں سے بچانے کی آپ کو کہاں فرصت ہوگی ؟

[چوبدار کا آنا]

چوبدار : مہاراج ! آپ کی ماتا کا بھیجا ہوا کربھک دوت نگر سے آیا ہے ۔

شینت : اچھا اس کو آنے دو ۔

چوبدار : جو آگیان (باہر جانا اور کربھک کو بلا لانا) مہاراج ادھر ہیں ، سنمُکھ جا ۔

کربھک : (تسلیمات بجا لا کر) سوامی کی جے ہو ! ماتا نے یہ اگیان کی ہے کہ آپ کی آربل بڑھانے کے نمت آج سے چوتھے دن آپ کی برس گانٹھ کا اُتسو ہوگا ، اس سمے آپ کا آنا بھی آوش ہے ۔

شینت : (متفکّر ہوکر) ادھر تو زاہدوں کا کام درپیش اور اُدھر بزرگوں کا ارشاد ، کیا کروں اور کیا نہ کروں ؟

ماڈھب : (ہنس کر) اب تو آپ نرشنک بن کر یہیں رہیں ۔

شینت : اے رفیق ! تجھے بھی تو ہماری والدہ بیٹا کرکے بولی ہیں ۔ بس تو ہی شہر کو جا اور کہہ دینا کہ ان کو زاہدوں کا کام کرنا بہت ضرور ہے ۔

ماڈھب : بھلا یہ تو کہیے کہ میں اب راجہ کا چھوٹا بھائی ہوں یا نہیں ۔

دشینت : ہاں ہاں ، اسی واسطے فوج بھی تیرے ساتھ چاہیے ، ا
سب کو لے جا ، یہاں فوج کے رہنے کو جگہ ن
نہیں ہے -

ماڈھب : تب تو میں راجہ ہی ہو گیا -

دشینت : اچھا اب ہم زاہدوں کے کام کو جاتے ہیں ، ہمارا پ
بخوبی پہنچانا -

[سب کا جانا]

پانچواں سین

معبد کا باغ[1]

[شکنتلا کا ماتھے پر دوا لگائے ہوئے سہیلیوں کے ساتھ بے قرار آنا]

ٹھمری[2]

شکنتلا : گھبراتی ہے اے سکھیو میری اس دم تن من جان

انسویا : کیوں حال ہوا یہ تیرا ؟

پریمبدا : کس بیماری نے گھیرا ؟

شکنتلا : شرماتی ہوں منہ سے میں کہتے حال دل اس آن
— گھبراتی ہے

[دشینت کا آنا اور باتیں سننے کے لیے پوشیدہ ہو جانا]

انسویا : شرم ہے ہم سے کیا ؟

پریمبدا : حال سنا دل کا ۔

شکنتلا : مجھ سے کہا نہیں جاتا ۔

۱۔ پردہ نمبر ۵ ۔
۲۔ دھن ضلع ، تال پنجابی ٹھیکہ ، طرز : ''کنگنوا مورا کر سے کرک گیو رے''

السویا : کیا عشق ہوا ہے پیدا ؟

پریمبدا : ہے راجے پر کیا شیدا ؟

شکنتلا : ہاں اس سے ہی ملنے کا میرے دل کو ہے ارمان
—گھبراتی ہے

السویا : اس کو بھی الفت ہے ؟

پریمبدا : تیری محبت ہے ؟

شکنتلا : ایسے میرے نصیب کہاں

السویا : تو اتنا مت گھبرا ۔

پریمبدا : ہم دیں گے اس سے ملوا ۔

شکنتلا : تو فوراً اس سے ملنے کا تم کردو کچھ سامان
—گھبراتی ہے

[دشینت کا شکنتلا کے پاس جانا]

دشینت : غزل[3]

تری اس چاہ کے صدقے ، ترے ارمان کے صدقے
صنم تو ہے فدا مجھ پر ، خدا کی شان کے صدقے

السویا : تمھارے ہجر میں جاتی تھی جی سے یہ مری ہم دم
بچائی آن کر جاں تم نے اس احسان کے صدقے

۳- دھن جھنجوٹی ، تال پشتو ، طرز : ”جہاں پر شمع ہوتی ہے وہاں پر
آتا ہے“

پریمبدا : ہرن کے بچوں کو پلوائیں جا کر دودھ ہم دونوں
ملو دلبر سے تم ، ہیں ہم تمھاری جان کے صدقے

شکنتلا : غزل[۴]

ہمدمو ! چھوڑ نہ جاؤ مجھے اس جا تنہا
غیر کے پاس ہے بے جا مرا رہنا تنہا
ایک تم میں سے رہے بہر خدا پاس مرے
تا نہ دھڑکے مرا وحشت سے کلیجا تنہا
بے تمھارے تو اکیلی نہ رہوں گی یاں میں
کون سی مہر ہے یوں چھوڑ کے جانا تنہا

السویا : کیا سمجھ تیری مبارک ہے یہ ماشاء اللہ
پاس ہو جس کے صنم ، وہ بھلا کیسا تنہا

پریمبدا : کرتی ناحق بھی ہے اندیشۂ تنہائی تو
چھوڑ جائیں گے اری تجھ کو نہ راجا تنہا
[دونوں سہلیوں کا جانا ، دشینت کا شکنتلا کو منانا]

ہولی[۵]

دشینت : مری جان سکھیوں کو جانے دے تنہا نہیں تو
حاضر ہوں میں تیرا یار — مری جان
تو صدقے مجھ پر ہے جی سے دلبر
میں جاں سے تجھ پر نثار — مری جان

۴- دھن بھوپالی ، تال دادرا ، طرز : "مر گیا جو ہوئی بس آج قیامت اس کی"

۵- دھن کافی ، تال چاچر ، طرز : "پھاگن کے دن چار . . . ."

سینے سے لگ اب ، دے بوسۂ لب
کر لے یہ دل مجھ کو پیار—مری جان

[دشینت کا شکنتلا کو گلے لگانا ، اس کا گھبرانا]

ٹھمری[6]

شکنتلا : راجہ جی مجھ کو ناحق ستاؤ نہ تم
اکیلی جان کے مجھ کو ناحق ستاؤ نہ تم—راجہ جی
اے راجہ میں ہوں زاہد کی بیٹی
مجھے بیسوائی سکھاؤ نہ تم—اکیلی
الفت ہے اچھی بس دور ہی کی
اجی ہاتھ اپنا بڑھاؤ نہ تم—اکیلی
ہوں کنواری لڑکی میں ، تم جواں ہو
گلے سے مجھے بس لگاؤ نہ تم—اکیلی
تنہا رہوں گی میں یاں نہ ہرگز
مجھے ہمدموں سے چھڑاؤ نہ تم—اکیلی

[شکنتلا کا علیحدہ جا کر چھپ جانا ، دشینت کا پچھتانا]

دشینت : (خود سے) آہ مجھ سے عاشق کو چھوڑ کر یہ ایسی چلی گئی گویا کبھی کی شناخت ہی نہ تھی ، اس کا بدن نازک ہے مگر دل نہایت کڑا ، جیسے روئی میں بنوا

6- دھن جھنجوٹی ، تال چاچر ، طرز: ''سیاں نے مو کو گروا لگائے لیو رے''

غنی نے سچ کہا ہے :

سنگیں دل است ہر کہ بظاہر ملائم ست
پنہاں درونِ پنبہ نگر پنبہ دانہ را

شکنتلا : (خود سے) یہ سن کر مجھے چلنے کی طاقت نہیں رہی -

دشینت : (خود سے) بے پیاری کے اب یہاں رہ کر کیا کروں گا (چلتا ہے ، پھر آگے کو دیکھ کر) آہا اب تو کچھ ٹھہروں گا کہ اس کی یہ پہونچی یکایک میرے سامنے ایسی آئی گویا پاؤں کی بیڑی (بڑے شوق سے اس کو اٹھانا) -

شکنتلا : (اپنے ہاتھ کو دیکھ کر خود سے) آہ میں ایسی لاغر ہو گئی ہوں کہ پہونچی ہاتھ سے گرتی نہ معلوم ہوئی - اب میں چلوں اور اسی حیلے سے اس کو پھر دکھائی دوں -

[آہستہ آہستہ دشینت کی طرف چلتی ہے]

شکنتلا : غزل[۷]

گری پہونچے سے ہے پہونچی جو پائی ہو تو دے دو جی
پڑی اس راستے میں ہاتھ آئی ہو تو دے دو جی
گواہی دل یہ دیتا ہے کہ اے راجہ ملی تم کو
جو چیزِ زاہداں تم نے چرائی ہو تو دے دو جی
برا ہو عشق کا بس ضعف کے باعث گری ہوگی
شہادت میں مری لاغر کلائی ہو تو دے دو جی

۷- دھن دیس ، تال قوالی ، طرز : ”خیال آتا ہے دل کو شکوۂ بیداد کیا کیجے“

نہ دو گے تو بہت میری تمھاری ہوگی بدنامی
نہ جو منظور اپنی جگ ہنسائی ہو تو دے دو جی

دشینت : غزل[8]

پڑی بے شک یہ پہونچی راہ میں اک ہم نے پائی ہے
مگر دیں کیوں بھلا ، اب ہم سے تم سے تو لڑائی ہے
جتا کر جھونٹھی الفت ہم کو تم نے کر لیا شیدا
کہا جب وصل کو تو ہائے کیا سوکھی سنائی ہے
ابھی تم ہم بغل ہوکر ہمیں دس پانچ بوسے دو
اگر منظور تم کو ہم سے اب کرنی صفائی ہے

شکنتلا : ٹھمری[9]

سنیے اے مہرباں ، سنیے اے مہرباں
ہوں آپ پر میں فدا بے گماں—سنیے
بے شادی پر ہم بغل میں نہ ہوں گی
گو حسرتِ وصل میں جائے جاں—ہوں
سو آپ کو راجہ پروا میری کیا
رکھتے ہو خوش رو بہت رانیاں—ہوں
میں بیٹی زاہد کی اور آپ راجہ
ذرہ کجا ، مہرِ تاباں کہاں—ہوں
جو آپ مجھ سے کیا چاہیں شادی
تو عذر مجھ کو نہیں کچھ بھی ہاں—ہوں

۸۔ دھن ضلع پیلو ، تال پشتو ، طرز : ''نہ جز آئینے کے ثانی ترا کوئی نظر آیا''
۹۔ دھن ضلع ، تال چاچر ، طرز : ''جان جان جان اے جان جاں''

دشینت : سن تو اے دلربا ، سن تو اے دلربا
شادی سے کب مجھ کو انکار تھا—سن تو
میں زوج تیرا ، تو میری زوجہ
بس عقد میرا ترا ہو گیا—شادی
اب ہم بغل ہو شادی تو ہولی
رسمیں بھی ہوتی رہیں گی ادا—شادی

[دونوں کا بغل گیر ہوکر جانا]

چھٹا سین

معبد کا جنگل[1]

[شکنتلا کی سہیلیوں کا آنا اور مبارک بادِ شادی گانا]

سہیلیاں : غزل[2]

جو کی ہمدم نے راجہ سے چھپی شادی مبارک ہو
بزرگوں سے نہ کچھ پوچھا ، یہ آزادی مبارک ہو
ملا ریحاں سے سنبل ، گل سے بلبل ، سرو سے قمری
ملے مغشوق و عاشق ، خانہ آبادی مبارک ہو
سنیں جب کنورِش مژدہ تو ہوں وہ دل سے بے حد خوش
الٰہیٰ یا رب سدا راجہ کی دامادی مبارک ہو

[دونوں کا جانا]

۱- پردہ نمبر ۹ -

۲- دھن بھیرویں ، تال پشتو - طرز : ''مرے دل کے ہیں دو خواہاں ، اِسے دوں یا اُسے دے دوں''

ساتواں سین

مٹھ[1]

[دشینت کا شکنتلا سے رخصت ہونا ، شکنتلا کا رونا]

ٹھمری[2]

دشینت : ہم کو سدھارنے دے پیاری
اشک نہ کر تو جاری—ہم کو

شکنتلا : ہائے نہ تم دو دن بھی رہے یاں
آج ہی کی تیاری—ہم کو

دشینت : ہستناپور ہے جانا ضروری
کام ہے گھر پر بھاری—ہم کو

شکنتلا : ایسا ہی جلدی تھا جو بچھڑنا
کاہے کو کی تھی یاری—ہم کو

دشینت : جلد تجھے بلوائیں گے ہم واں
ہائے نہ کر اب ناری—ہم کو

۱- پردہ نمبر ۱۲ -
۲- دھن گوری ، تال پنجابی ٹھیکہ ، طرز : ''گگری اتار لے گردھاری''

شکنتلا : یاد مری تم بھول نہ جانا
ورنہ مری ہے خواری—ہم کو

دشینت : دیں تجھے اب ہم اپنی نشانی
لے یہ انگوٹھی ہماری—ہم کو

[انگوٹھی دینا]

شکنتلا : خیر سدھارو، بس نہیں اپنا
جاؤ جی ہے لاچاری—ہم کو

[دشینت کا بارادۂ روانگی قدم اٹھانا، شکنتلا کا اس کو اٹکانا۔ دونوں کا حیرت میں آنا اور سکتے کی حالت میں ایک دوسرے کو تکتے رہ جانا]

[دوسرے ایکٹ کا اختتام پانا، ڈراپ سین کا گرایا جانا]

تیسرا ایکٹ

پہلا سین

معبد کا باغ[1]

[شکنتلا کی سہیلیوں کا پھول بینتے ہوئے نظر آنا]

انسویا اور پریمبدا : غزل[2]

ڈھیر ہیں یہ پھول رسمی طور پوجا کے لیے
اب نہیں درکار ہم کو اور پوجا کے لیے
لیکن آج اپنی سکھی آئی نہیں ہے باغ میں
اس کی خاطر بھی تو ہوں کچھ گور پوجا کے لیے
بین لینا چاہیے کچھ اور تھوڑے پھول جلد
آشرم کو پھر چلیں فی‌الفور پوجا کے لیے

[دونوں کا پھول بیننے میں مصروف ہونا]

درباسا رِشی : (غائبانہ) میں آتا ہوں۔

انسویا : (کان لگا کر) ہے سکھی ! ایسا بول جان پڑتا ہے کہ مالو کوئی اتھتہ[3] آشرم میں آیا ہے ۔

۱۔ پردہ نمبر ۵ ۔
۲۔ دھن کالنگڑا ، تال قوالی ، طرز : ''آئے ہیں خدمت میں تیری ناچنے گانے کو ہم''
۳۔ صحیح لفظ ''اَتیت'' ہے ۔

پریمبدا : کچھ ڈر نہیں ، شکنتلا وہاں بنی ہے -

انسویا : شکنتلا ہے تو پرنت اس کا من ٹھکانے نہیں ، چلو اتنے ہی پھول بہت ہیں -

پریمبدا : (آگے دیکھ کر) ہائے ہائے بری ہوئی ، درباسا رِشِ رِس بھرے بیگ بیگ لوٹے جاتے ہیں -

انسویا : بیگ چلو ، پیروں پڑ کر جیسے بنے تیسے منا لیں -

[دونوں کا دوڑ کر چلنا ، پریمبدا کا پاؤں پھسلنا - انسویا کا جانا ، پریمبدا کا پچھتانا]

پریمبدا : ہائے اُتاولی ہوکر میں نے پھولوں کی ٹوکری گرائی - کہیں ایسا نہ ہو کہ پوجا النگھن ہو جاوے -

[پریمبدا کا گرے ہوئے پھول جلد جلد اٹھانا ، انسویا کا درباسا رِش کو وہاں منا کر لانا]

درباسا رِش : غزل[۴]

شکنتلا نے مری کی نہ آج مہمانی
غرور کرنے لگی ، ہے یہ اس کی نادانی
تمام رشیوں میں ہے منزلت بڑی میری
پر اس نے قدر نہ صد حیف میری کچھ جانی
ہوا ہے جب سے کہ دشینت راجہ اس پہ فدا
لگی سمجھنے وہ مغرور آپ کو رانی

۴- دھن ضلع سارنگ ، تال دادرا ، طرز : ''یہ چرخ نیلگوں گرد و غبار سے نہ چھپا''

نہ یاد بھول کے راجا کرے گا اب اس کو
یہ جانے گی تو وہ سمجھے گا اس کو بیگانی
اسی کی ذات سے اب ہوگی اس کی بے قدری
کہ جس کے عشق میں ایسی ہوئی یہ دیوانی

سہیلیاں : پد[5]

کرو راج رش اتنی ہم پر دیا تم
پھیر لو اپنی یہ بد دعا تم—کرو
ہمدم ہماری ہے بھولی بھالی
اس سے نہ ہو کچھ خفا تم—کرو
پہچانتی تھی تم کو نہ وہ تو
سمجھو اسے بے خطا تم—کرو

درباسا رش : غزل[6]

میں نے تو بخش دی اب اس کی سب خطا
پھر سکتی ہے کہیں پر میری بد دعا
راجہ کرے گا اب اس کو نہیں طلب
جائے گی اس کے گھر خود ہی شکنتلا
جب ہوگی روبرو ، یہ اس کے ماہ رو
پہچانے گا نہ وہ ، گو دے گی یہ پتا
دیکھے گا اپنی دی انگشتری ، جبھی
یاد آئے گا اسے تب اس کا ماجرا

۵- دھن برہنس ، تال چاچر ، طرز : ”ناتھ کیسے جگ کو پھند چھڑایو“
۶- دھن پہاڑی جھنجوٹی ، تال دادرا ، طرز : ”خدا خدا خدا یہ ورد رکھ سدا“

جائیں گے پھر یہ دل آپس میں دونوں مل
تا زندگی کبھی ہوں گے نہیں جدا

[درباسا رِش کا جانا]

انسویا : بھلا یہ تو اچھا ہوئی کہ راجہ اپنی انگوٹھی دیکھ کے شکنتلا کو پہچان بھی لے گا ، پرنت ہے پریمبدا ! یہ شراپ کی بات ہم ہی تم جانیں ، شکنتلا کو مت سناؤ اس کا سوبھاؤ کومل بہت ہے -

پریمبدا : ایسا کون ہوگا جو ملّکا کی لہلہی لتا پر تتّا پانی چھڑکے -

[ایک تپسوی کا آنا]

تپسوی : گُرو کنّو تیرتھ سے آگئے ہیں اور ان کو سروش غیب سے دریافت ہوا ہے کہ شکنتلا کی شادی راجہ دشینت سے مخفی ہوگئی ، بلکہ وہ حاملہ بھی ہے ، اس لیے انھوں نے بہت خوشی سے شکنتلا کو راجہ کے پاس بہت جلد پہنچانے کا حکم کیا ہے ، اور ایک شاہانہ جوڑا مع زیور ، جو انھیں غیب سے ہاتھ آیا ، شکنتلا کے پہنانے کو دیا ہے - تم بھی جلد چلو ، شکنتلا کی رخصت میں شریک ہو -

[دونوں سہیلیوں کا تپسوی کے ساتھ خوش خوش دوڑتے ہوئے جانا]

دوسرا سین

منظر[1]

[شکنتلا کا شاہانہ لباس و زیور میں کھڑے نظر آنا ، سب عورتوں کا رخصت کی مبارک باد گانا]

سب تپسوی : **غزل[2]**

تجھے راجہ کے گھر جانا مبارک اور خوشتر ہو
تری دولت ہو روز افزوں ، ترا عالی مقدّر ہو
ترے گیسو کی ہو زہرہ کنیزِ شانہ کش دایم
ترے سر پر ہُما اے پیاری ہردم سایہ گستر ہو
عزیزِ شوہرِ شاہِ جہاں ہو تا ابد یارب !
ترا فرزند عالم گیر ہو ، ثانی سکندر ہو

[کنّو رِش کا آنا اور شکنتلا کو کمال محبت سے نصیحت سنانا]

کنّو رِش : **گانا[3]**

اے بیٹی ! تیری اب تو ہے رخصت
سن باپ کی دل سے کچھ نصیحت

۱- پردہ نمبر ۱۲ -
۲- دھن جوگیا اساوری ، تال قوالی ، طرز : "خدایا تنگ آئی ہوں ، ستم اب اٹھ نہیں سکتا"
۳- دھن جوگیا اساوری ، تال ندارد ، طرز : "ہے ہے مرا پھول لے گیا کون"

شوہر کی تجھے ہو پاس داری
خدمت سے بہ عجز و خاکساری
لازم ہے اسے سلا کے سونا
بیدار بھی اس سے پہلے ہونا
جب ہو وہ خفا تو بالضرورت
کر نیچی نظر حیا کی صورت
شوہر سے ہمیشہ رکھیو الفت
کیوں گوتمی ! کیسی ہے نصیحت ؟

گوتمی : ہاں بھائی ! یہ پند ہے گہر وار
بیٹی ! اسے بھول مت ، خبردار !

کنورِش : اب میں باہر جاؤں گا ، سارنگ سے راجہ کے لیے کچھ پیام کہوں گا ۔

انسویا : (شکنتلا سے مل کر) ہے سکھی ! کداچت راجا ترنت تجھ کو نہ پہچان لے تو یہ مُندری ، جس پر اس کا نام کُھدا ہے ، دکھا دیجو ۔

شکنتلا : (گھبرا کر) ہم دم ! تیری اس بات نے تو میرے دل کو لرزا دیا ۔

پریمبدا : پیاری ! ڈرے مت ! سندیہہ میں جھوٹی شنکا بہُدھا اٹھتی ہے ۔

[ایک تپسوی کا آنا]

تپسوی : اب دن بہت چڑھ گیا ہے ، چلو جلد سوار ہو ۔

[سب کا جانا]

تیسرا سین

معبد کا جنگل[1]

[کنّنو رِش کا فراقِ دختر میں گریہ و زاری کرتے آنا]

کنّنو رِش : **غزل[2]**

آہ وہ نورِ نظر چشم سے ہے جو بیروں
شق جگر ہوتا ہے، سینے میں اُبلتا ہے خوں
جس کو بیٹی کی طرح پالا تھا چھاتی سے لگا
حالِ دل اس کی جدائی میں نہ کیوں کر ہو زبوں
مجھ سے صحرائی کا جب حال ہوا ایسا بتر
کہ ذرا دل کو تو بھاتی نہیں اب دنیاے دوں
رنج کیا اہلِ زمانہ پہ گزرتے ہوں گے
جب نکل جاتی ہے آغوش سے دخترِ محزوں
سچ کہا کرتے ہیں بیٹی ہے پرائے گھر کی
رسمِ دیرینہ پہ بہتر ہے کہ میں صبر کروں

[جانا[3]]

۱- پردہ نمبر ۹ -
۲- دھن کلیان، تال دادرا، طرز : "ہائے مفلس جو بگڑ کر کوئی زردار بنے"

چوتھا سین

دشینت کا دربار[1]

[راجہ دشینت کا تخت پر بیٹھے ہوئے اور درباریوں کا دست بستہ کھڑے نظر آنا ، کلاونتوں کا راجہ کی مدح گانا]

کلاونت : **غزل[2]**

مطیع کرتے ہو سرکشوں کو ، خطا پہ لیتے ہو ڈنڈ بھاری
پڑے تمھارے غضب میں بے شک جو خوش سلوکی سے ہووے عاری
کیا جہاں مفسدوں سے خالی ، فساد کی جڑ اکھاڑ ڈالی
یہی ہے دستورِ شاہِ عالی ، ہو مملکت کل زمیں تمھاری

[دربان کا آنا]

دربان : (آگے بڑھ کر) مہاراج کی جے ہو ، ہمالہ کی ترائی سے تپسوی لوگ استریوں سمیت آئے ہیں اور کنّو مُنی کا کچھ سندیسا لائے ہیں۔

دشینت : (تعجب سے) کیا زاہد مع عورات ہیں ؟

دربان : ہاں مہاراج !

۱- پردہ نمبر ۱۳ -
۲- دھن کافی ، تال قوالی ، طرز : ”کبھی تو طالع کی خوبیوں سے مقام خلوت کا پائیں گے ہم“

دشینت : اچھا ان کو سامنے بلاؤ ۔

دربان : جو آگیان (باہر کی طرف کچھ بڑھ کر) مہاتماؤ ! ادھر آؤ ۔

[دو چیلوں کا مع گوتمی اور شکنتلا کے آنا]

دشینت : (شکنتلا کو آتا ہوا دیکھ کر) آہا یہ خوبصورت عورت کون ہوگی جو زاہدوں میں ایسی تاباں ہے جیسے زرد پتوں میں تازہ کونپل ۔

کنچکی : مہاراج ! اس نازنین کا حسن تو قابلِ دید ہے ۔

دشینت : خیر پرائی عورت کو دیکھنا جائز نہیں ۔

سارنگ : (آگے بڑھ کر) مہاراج کی جے ہو ! گرو کنّو نے اپنی پتری شکنتلا کو بھیجا ہے اور یہ سندیسا دیا ہے کہ جو آپ کا اس کنیا سے بِواہ ہوا ، سو ہم نے پرستتا سے انگی کار کیا اور یہ کنیا تم سے گربھوتی ہے ، اب اس کو اپنے رنواس میں لو اور دونوں مل کر شاستر انسار بیوہار کرو ۔

دشینت : (آزردہ ہو کر خود سے) یہ کیا ماجرا ہے ! (سوچ میں آنا) ۔

شکنتلا : (خود سے) **غزل**[۳]

ہائے راجہ کے یہ کیا جی میں سمایا اُلٹا
شاد ہونے کی جگہ سوچ میں آیا اُلٹا

۳۔ دھن بھوپالی ، تال دادرا ، طرز : ”مر گیا جو ہوئی بس آج قیامت اس کی“

ایسی بے قدری سے راجہ نے سنا کیوں یہ پیام
ماجرا کیا ہے ، عجب فقرہ سنایا الٹا
آنکھ تو پھڑکی تھی بائیں کہ نکو فالی ہے
حیف قسمت نے اثر اس کا دکھایا الٹا

سارنگ : راجہ! تم لوکا چار کی باتیں جانتے ہونا! استری پت لیے ہوئے پھیر میں کیسی ہی شیلتا سے رہے پرنت لوگ چواؤ کرتے ہیں اس لیے اب ہماری اِچّھا ہے کہ چاہے اس پر تمھارا پیار ہو چاہے نہ ہو ، یہ تمھارے ہی گھر رہے تو بھلی ہے۔

دشینت : تم کیا کہتے ہو ، کیا میری شادی اس کے ساتھ ہوئی ہے ؟

شکنتلا : (ملول ہو کر خود سے) اے دل! جو تجھے خوف تھا وہی پیش آیا۔

سارنگ : مہاراج! کیا اپنے کیے کو پچھتاتے ہو ؟

دشینت : تم کس امید پر اس بے اصل افسانے کو سچا بنانا چاہتے ہو ؟

سارنگ : (غضب ناک ہو کر) جن کو ایشورج کا مد ہوتا ہے ان کا چت استھر نہیں رہتا۔

دشینت : تم نے یہ بات بہت سخت کہی۔

گوتمی : (شکنتلا سے) بے پُتری اب بہت لاج مت کر ، میں تیرا

گھونگھٹ کھول دوں جس سے تجھے تیرا پت پہچان لے -

[دشینت کا شکنتلا کو بغور دیکھتے رہنا]

شکنتلا : **غزل**[۴]

توڑ کے رشتۂ الفت کو یہ ٹھہرائی کیا
بات بد مجھ میں ہی اغیار نے بتلائی کیا ؟
کیا گنہ مجھ سے ہوا ہے جو خفا ہو صاحب ؟
مجھ سے ملنے کی اجی تم نے قسم کھائی کیا ؟
باغِ زہّاد میں کیا کیا اجی فرماتے تھے
یاد اُن باتوں کی اب تک بھی نہیں آئی کیا ؟
کر کے شادی جو مجھے چھوڑتے ہو اے راجا !
ہوگی اس میں نہیں کچھ آپ کی رسوائی کیا ؟

دشینت : (شکنتلا کو دیکھ کر خود سے) جب میں یہ سوچتا ہوں کہ اس نازنیں کے ساتھ کبھی میری شادی ہوئی ہے یا نہیں تو میری سمجھ اُس بھونرے کی سی ہو جاتی ہے جو صبح کو شبنم آلودہ گل چاندنی کے گرد پھرتا ہے ، نہ چھوڑ سکے نہ بیٹھ سکے -

کنچکی : (آہستہ ، راجہ سے) مہاراج تو اپنے دین و ایمان میں نہایت ثابت قدم ہیں ورنہ ایسی حسین عورت کو رنواس میں داخل کرنے سے کون انکار کرتا ہے -

سارنگ : مہاراج چپ کیوں ہو رہے ؟

۴- دھن کافی ، تال دادرا ، طرز : "سوجھتا پہلے سے الفت کا جو انجام مجھے"

دشینت : اے زاہد! میں بہتیرا سوچتا ہوں لیکن یاد نہیں آتا کہ اس نیک بخت سے میری شادی کب ہوئی ، اور یہ امر مہتروں کے قاعدے کے خلاف ہے کہ جس کو غیر سے حمل ہو اس کو اپنے رنواس میں لیں ۔

ماردت : مہاراج ! ایسے بچن مت کہو۔ جس رِش نے تمھارے ارادے کو بھول اپنی کنّیا ایسے بھیج دی جیسے کوئی چور کے پاس اپنا دین بھیج دے ، اس کا اپمان مت کرو ۔

دشینت : غزل[۵]

کس طرح باور کریں باتیں تمھاری صاحبو !
دل کی کہہ سکتے نہیں ہم بے قراری صاحبو !
ہم نے تو شادی نہیں کی آج تک باہر کوئی
تم اسے بتلاتے ہو رانی ہماری صاحبو !
پہلے دیکھی تک نہیں یہ نازنیں ہم نے کبھی
جان لیں ہم کیسے اس کو اپنی پیاری صاحبو !
خواب میں بھی ہم کو یہ صورت نظر آئی نہیں
اس سے پھر کیونکر ہوئی تھی دوستداری صاحبو !
غیر کی اس حاملہ عورت کو رکھ کر اپنے گھر
کیوں اٹھائیں مفت میں ہم شرمساری صاحبو !
کیا تھا یہ متوالا پن جو لائے تم اس کو یہاں
مغز پر ہوگی تمھارے کچھ خماری صاحبو !

۵۔ دھن کونسیا ، تال پشتو، طرز : ''اک پریرو نے ہمیں مارا نظارہ مار کر''

اپنے مٹھ میں زود تر پہنچاؤ واپس اس کو تم
لا کے یاں کی تم نے ناحق اس کی خواری صاحبو!

شکنتلا : غزل[6]

ہوئے جو راجا (ہیں) مجھ سے روکش بتاؤ میرا گناہ کیا ہے
کنویں میں گرتی نہ آپ کھوتی جو میں سمجھتی کہ چاہ کیا ہے
گئے تھے معبد کے باغ تک جب شکار تم کھیلتے، وہیں تب
کیا تھا مخفی بیاہ مجھ سے، کہو تو اب اشتباہ کیا ہے
جو دل تمھارا ہٹا ہے مجھ سے، ملاؤ آنکھیں ادھر کو دیکھو
کسی طرح پر بھی دو تسلی، ذرا تو سیکھو نباہ کیا ہے

دشینت : گانا[7]

کس لیے مکر کی باتیں یہ سناتی ہے تو
داغ بدکاری کا کیوں مجھ کو لگاتی ہے تو

شکنتلا : بھول کر تم نہیں پہچانتے ہو مجھ کو اگر
دیکھو یہ اپنی نشانی کی انگوٹھی شوہر

دشینت : ہاں وہ دکھلا دے مجھے جلد انگوٹھی اب تو
اپنے منہ ورنہ بنے آپ ہی جھوٹی اب تو

شکنتلا : (گوتمی سے)

ہائے انگلی میں نہیں ہے وہ انگوٹھی اے ماں
ہو گئی اب تو سراسر ہی میں جھوٹی اے ماں!

۶- دھن پرج کالنگڑا، تال قوالی، طرز: ''انھیں کو اے لوگو نیک جانو جو حصہ لیں بس پرائے غم میں''

۷- دھن ضلع کلیان، تال دادرا، طرز: ''نام کیوں نکلا سلیماں کا دہن سے تیرے''

گوتمی : راہ میں دھویا تھا منہ ہاتھ جہاں ندی پر
وہ انگوٹھی گری شاید کہ وہیں اے دختر

دشینت : کیوں نہ دکھلائی مجھے میری انگوٹھی تو نے
خوب یہ بات بنائی اری جھوٹی تو نے

شکنتلا : آہ تقدیر نے تو مجھ سے دغا کی بےڈھب
دیتی ہوں تم کو مگر اور پتے بھی میں اب

دشینت : دے پتے اور بھی جو چاہے سنوں گا میں سب
بے ٹھکانے کی مگر بات نہ ہو کوئی اب

شکنتلا : غزل[۸]

وہی میں ہوں پیاری شکنتلا ، تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
ہوئے جس پہ تم تھے بہ‌دل فدا ، تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
مجھے زاہدوں کے چمن میں جب، کیا ایک بھونرے نے دق غضب
تو دیا تھا تم نے اسے اڑا ، تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
مری نیلوفر کی جو پھونچی تھی ، سرِ راہ باغ میں گر پڑی
تو لیا تھا تم نے اسے اٹھا ، تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
گئی مانگنے کو میں پھونچی جب ، ہوئی تم کو خواہشِ وصل تب
وہیں مخفی بیاہ تھا ہو گیا ، تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
کہو اب بھی باقی ہے کوئی شک ، جو نہ کی ادھر کو نگاہ تک
دیا پورا میں نے تو سب پتا ، تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

۸- دھن دیس ، تال پشتو ، طرز : ''ہے حقیقی عشق انھیں لوگوں کا .

دشینت : **گانا**[۹]

اپنی چالاکی نہ دکھلا تو خدا را ہم کو
بے ٹھکانے کی نہیں باتیں گوارا ہم کو
میٹھی باتوں سے تو بدکار ہی ڈگ جاتے ہیں
نیک طینت کہیں دھوکے میں بھلا آتے ہیں ؟

شکنتلا : **غزل**[۱۰]

ہائے کیا تو نے بے وفائی کی
آہ کیوں تجھ سے آشنائی کی
دشمنِ جاں ہوا تو لے کر دل
حیف ! یہ کیسی کج ادائی کی
کام آئی نہ گریہ و زاری
آہ نے بھی نہ کچھ رسائی کی
بے سبب مجھ سے کیوں ہوئے ناراض
کوئی صورت بھی ہے صفائی کی ؟
تیرے دربار سے کہاں جاؤں
تو ہی دے داد اس دہائی کی
آسماں دور تو زمیں ہے سخت
کون جا ہے مری سمائی کی

دشینت : میں نے کب تجھ سے آشنائی کی
چھوڑ باتیں یہ بیسوائی کی

۹۔ دھن ضلع کلیان ، تال دادرا ، طرز : ”نام کیوں نکلا سلیماں کا دہن سے تیرے“
۱۰۔ دھن ضلع ، تال پشتو، طرز : ”ڈھونڈیں گے ہم کہاں تمھیں جا کر“

شرم آتی نہیں تجھے کچھ بھی
باتیں کرتی ہے بے حیائی کی
میں نے صورت بھی تیری دیکھی نہیں
تو سناتی ہے کتخدائی کی
بیٹی زاہد کی ہے ، خدا کے لیے
سیکھ تو چال پارسائی کی

شکنتلا : غزل مستزاد[۱۱]

تجھ سے بے مہر کو میں اپنا دل آرا سمجھی
ہائے کیا دھوکا ہوا
ملک الموت جو تھا ، اس کو مسیحا سمجھی
تھا یہ قسمت کا لکھا
کیا غلط میں نے یہ سمجھا تھا کہ تو ہوگا رفیق
نہ ہوا آہ شفیق
ہو گیا غیر غضب ہے جسے اپنا سمجھی
آہ دل مفت گیا
دامِ کاکل کو ترے مزرعِ سنبل جانا
اس سے سر آئی بلا
دانۂ خال کو میں عنبرِ سارا سمجھی
کیسی بھاری تھی خطا
بعد مدت کے ذرا اب تو سمجھ میری پری
جب مصیبت میں گری
یار بس تجھ کو فقط اپنی غرض کا سمجھی
اب مگر ہوتا ہے کیا

۱۱- دھن پیلو ، تال دادرا ، طرز : ''کون بت خانۂ دنیا میں پرستار نہ ہے نہیں کوئی ملا''

سارنگ : اس راجہ کی چلتّا دیکھ کر میرا من لے جاتا ہے ۔ اب سے جو کوئی گپت سندیہہ کرے وہ پہلے پریکشا کرے کیونکہ جو پریت بِنا سبھاؤ پہچانے جڑ جاتی ہے وہ تھوڑے ہی کال میں بیر ہو جاتی ہے ۔

دشینت : کیا تم اس کی چکنی چپڑی باتوں کو صحیح جان کر مجھے عذاب میں ڈالنا چاہتے ہو ؟

سارنگ : (حقارت سے) اُتّر تھا سو سُن لیا ، یہاں اس کنیا کو جس نے جنم بھر چھل کا نام بھی نہیں سیکھا ، کون پرتیت کرتا ہے ، یہاں تو وہی سچے ہیں جو دوسروں کو دوش لگانا پڑھے ہیں ۔

دشینت : آپ ٹھیک فرماتے ہیں ، میں ایسا ہی ہوں لیکن یہ تو کہیے کہ اس عورت کو الزام لگانے سے مجھے کیا ملے گا ؟

سارنگ : بھاری بپت ۔

دشینت : نہیں ، بر منشیوں کی قسمت میں مصیبت کبھی نہیں لکھی ۔

ساردت : ہے سارنگ اب اس باد سے کیا ارتھ نکلے گا ، ہم تو گرو کا سندیسا لائے تھے سو بُھگتا چکے ، اب چلو ۔ اور ہے راجا ! یہ شکنتلا تیری بواہتا استری ہے ، تو اسے رکھ چاہے چھوڑ ۔ استری کے اوپر پَت کو سب ادھکار ہوتا ہے ۔ آؤ گوتمی چلو ۔

[دونوں چیلے مع گوتمی چلے جاتے ہیں]

شکنتلا : ہائے یہ تو دغا باز نکلا ، اب کیا تم بھی مجھے چھوڑ جاؤ گے ؟

گوتمی : (پیچھے پھر کر) بیٹا سارنگ ! شکنتلا تو بلاپ کرتی پیچھے پیچھے آتی ہے ۔ دکھیا کو نرموہی پت نے چھوڑ دیا ، اب یہ کیا کرے ؟

سارنگ : (شکنتلا پر غصہ کر کے) ہے ابھاگی ! تو پت کے اوگن دیکھ کر کیا سوتنتر ہوا چاہتی ہے ؟

[شکنتلا ٹھہر جاتی ہے اور کانپنے لگتی ہے]

شاردت : ہے بھاگیوان ! سن لے ، جو تو ایسی ہے جیسا تیرا پت کہتا ہے تو پتا کے گھر رہنے کا تیرا کیا ادھکار رہا ، اور جو تو اپنے من سے سچی ہے تو پت کے گھر میں داسی ہو کر بھی رہنا اچھا ہے ۔ اب تو یہیں ٹھہر ، ہم آشرم کو جاتے ہیں ۔

دشینت : اے زاہدو ! کیوں اسے جھوٹی امید دیتے ہو ؟ دیکھو چاند کمودنی ہی کو اور سورج کمل ہی کو کھلاتا ہے ، اسی طرح مُتّقی آدمی پرائی عورت سے ہمیشہ پرہیز کرتے ہیں ۔

شاردت : ست ہے ، پرنت تو ایسا پُرش ہے کہ ادھرم اور اکرت سے ڈرتا ہے ، تو بھی اپنی بواہتا کو چھوڑتے نہیں لجاتا ۔ اب جو تیرے من میں آوے سو اس کو کر ، ہم تو اپنے آشرم کو چلے ۔

[دونوں چیلوں کا مع گوتمی جانا]

دشینت : نیک بخت ! ان کی باتوں میں مت آ ، تو بھی پیچھے پیچھے چلی جا ۔

شکنتلا :

غزل[۱]

آئی تھی گل کے واسطے بس خار لے چلی
دارالشفا سے ہائے میں آزار لے چلی
آئی تھی کس امید سے ، جاتی ہوں نامراد
ارمانِ وصل دل ہی میں ناچار لے چلی
ہوں گی نہ بارِ غم سے سبکدوش عمر بھر
الزام و اتہام کے انبار لے چلی
آ کر یہاں تھی رانی جی کہلانے کی امید
سرکار سے خطاب یہ مکار لے چلی
تیرِ سخن سے ہو گیا سینہ مرا فگار
سیفِ زباں کے دل پہ کئی وار لے چلی
امیدِ وصل میں یہاں آئی تھی باغ باغ
فرقت کا داغ تیری طلب گار لے چلی
ناراضگی نہیں تری منظور مجھ کو اب
ہوتا ہے اتنا کس لیے بیزار ، لے ، چلی

[شکنتلا کا روتے ہوئے باہر جانا]

دشینت : (اپنے پروہت سے) معلوم نہیں میں ہی بھول گیا یا یہی جھوٹی ہے ۔ پروہت جی ! تم کہو کہ دونوں گناہوں

۱۔ دھن ایمن ، تال قوالی ، طرز : ”دنیائے بے ثبات کو مطلق بقا نہیں“

میں کون کبیرہ ہے ؟ اپنی بواہتا کو ترک کرنا یا پرائی عورت کو قبول کرنا ۔

پروہت : (بہت سوچ کر) مہاراج ! ان دونوں کے بیچ میں ایک تیسرا اُپائے اور ہے ، سو کرنا اُچت ہے ۔ ارتھات جب تک اس کے پُتر کا جنم ہو تب تک میرے گھر میں نواس کرنے دو ۔

دشینت : یہ کیوں ؟

پروہت : اچھے اچھے جیوتشیوں نے آگے ہی کہہ رکھا ہے کہ آپ کے چکرورتی پتر ہوگا ، سو کداچت اس من کنیا کے ایسا ہی پُتر جنے اور اس کے لکشن چکرورتی کے سے پائے جائیں تو اس کو آدر پوروک رنواس میں لینا ، نہیں تو یہ اپنے پِتا کے آشرم کو جائے گی ۔

دشینت : بہتر ، جو آپ کی مرضی ۔

پروہت : تو میں اس کو اپنے گھر پہنچاتا ہوں ۔

[پروہت کا جانا]

پانچواں سین

راستہ[1]

[شکنتلا کا روتے ہوئے آنا]

شکنتلا : **غزل[2]**

نہ پہچانا مجھے راجا نے ، کیسی بے وفائی ہے
خدا جانے کسی نے بات کیا اس کو سجھائی ہے
بُرا اس آنکھ کا ہو ، آگ یہ جس نے لگائی ہے
جلا کر جان و دل ، پانی کا طوفاں اب یہ لائی ہے
پھرا کیا مجھ سے وہ بت ، پھر گئی قسمت ہے بس میری
رفیقوں نے بھی اب چھوڑا ، خدا کی کیا خدائی ہے
کروں طے راستہ کانٹوں کا ہے ہے دھوپ میں کیسے
نہ سر پر سایہ ، پایاں میں نہ میرے زیر پائی ہے

[پروہت کا آنا]

گئی دل کی بدولت ہائے میں گھر گھاٹ دونوں سے
یہیں اب جان دوں اپنی ، یہی جی میں سمائی ہے

۱- پردہ نمبر ۱ -
۲- دھن جوگیا اساوری ، تال پنجابی ٹھیکہ ، طرز : ''خدایا تنگ آئی ہوں ستم اب اٹھ نہیں سکتا''

پروہت : (شکنتلا سے) ہے پُتری ! جیو مت گنوا ، میرے پیچھے پیچھے چلی آ۔

شکنتلا : اے زمین! تو مجھے جگہ دے کہ سما جاؤں ۔

[شکنتلا کا روتے ہوئے پروہت کے پیچھے پیچھے جانا اور
کنسلک ماہی گیر کا جال وغیرہ لیے ہوئے آنا]

ماہی گیر : **کہروا**[۳]

میں ہوں وہ البیلا دھیمر
کوئی مچھوا نہیں میرے ہم سر—میں
مچھلیوں سے خالی کر ڈالے
تال تلیّاں اور پوکھر—میں
آج مرے جی میں یہ آیا
کھیلوں شکار اب ندی پر—میں
اس لیے گھر سے اپنے چلا ہوں
جال ، شست ، بنسی لے کر—میں

[ماہی گیر کا جانا]

۳۔ دھن کالنگڑا ، تال کہروا ، طرز : ''تم ہار بنو یا خار رہے''

چھٹا سین

پروہت کا باغ[1]

[پروہت کا کنویں پر پوجا میں مشغول اور شکنتلا کا
گریہ و زاری کرتے ہوئے آنا]

شکنتلا : غزل[2]

ہائے اس گردشِ ایام پر افسوس افسوس !
ہائے اس محنت و آلام پر افسوس افسوس !
ہائے دل جس کو دیا ، وہ ہوا دشمن سے سوا
ہائے اس اپنے کیے کام پر افسوس افسوس !
ہائے عصمت کو لگا داغ عیاذاً باللہ
ہائے ناحق کے اس الزام پر افسوس افسوس !
ہائے تقدیر سے کیا بات بری آئی پیش
ہائے اس حالتِ بدنام پر افسوس افسوس !
ہائے میں گھر کی نہ اب گھاٹ کی ، توبہ توبہ
ہائے الفت کے اس انجام پر افسوس افسوس !

[مینکا پری کا یکایک زمین سے نکل آنا]

۱۔ پردہ نمبر ۷ ۔
۲۔ دھن بروا ، تال دادرا ، طرز: ''اے فلک تو نے ستم ہائے غضب کیا کیا''

غزل[3]

مینکا پری : مجھ کو یہ پہنچی خبر آج پرستان میں آہ
سخت بیکل ہے تو اے بیٹی گلستان میں آہ

شکنتلا : والدہ! دل مرا دشینت کے ہے دھیان میں آہ
ہجر کی اس کے نہیں تاب مری جان میں آہ

مینکاپری : حال یہ زار ہوا کس لیے تیرا بیٹی
منہ کو تو بیٹھی ہے کیوں ڈالے گریبان میں آہ

شکنتلا : بھولا دشینت مجھے ، چھوڑ گئے ساتھی سب
میں نے پائی نہ وفا کچھ کسی انسان میں آہ

مینکا پری : اب جو ہو دل میں ترے آرزو وہ کہہ اے جان !
دل تڑپتا ہے ترا کون سے ارمان میں آہ

شکنتلا : اُس مسیحا سے مجھے جلد ملا دے اے ماں !
ورنہ موت آئے گی میری اسی ارمان میں آہ

مینکا پری : اب تو گھر چل تو مرے اس سے بھی پھر دوں گی ملا
کیا اٹھا رکھوں گی کچھ ہوگا جو امکان میں آہ

[مینکا پری کا مع شکنتلا یکایک غائب ہو جانا ، پروہت کا
جلد جلد پوجا کرتے ہوئے گھبرانا]

۳- دھن ضلع ، تال دادرا ، طرز : "ہجر میں نالۂ شبگیر ہے اللہ اللہ"

ساتواں سین

بازار[1]

[کنسلک ماہی گیر کا کندھے پر جال ڈالے اور ہاتھ میں
انگوٹھی لیے ہوئے خوش خوش آنا]

ماہی گیر : کہروا[2]

ساڑھے تین پیسے سیر مچھلی کیا بیچوں اب
کیا بیچوں اب کیا بیچوں اب — ساڑھے
نکلی یہ انگوٹھی پیٹ سے مچھلی کے
لاؤں اسے بیچ کے میں روپے — ساڑھے
ان روپیوں سے لاؤں دس بارہ مرغی
انڈے پھر بیچ ان کی لوں بکری — ساڑھے
پھر بکری کے بیچوں بچے ، لاؤں گائے
بک کر دودھ اس کا بھینس گھر آئے — ساڑھے
لے کر اک دوکان پھر سوداگر کہلاؤں
درباروں میں شاہوں کے پھر آؤں جاؤں — ساڑھے

۱- پردہ نمبر ۲ -
۲- دھن پیلو ، تال کہروا ، طرز : ''بیگم پیاری مری سن خوشی کی خبر''

شہزادی تب کوئی چاہنے لگے
اس سے کر شادی اڑاؤں مزے — ساڑھے

[کوتوال کا مع سپاہیوں کے وارد ہو کر ماہی گیر کو گرفتار کرنا ، بازاریوں کا شور غل سن کر جمع ہو جانا]

کوتوال و سپاہی : کہروا[۳]

اے تو یہ انگوٹھی چرا کے لایا ہے
چرا کے لایا ہے ، چرا کے لایا ہے — اے

کوتوال :

اس پر ہے دشینت کندہ ، راجا جی کا نام
تو نہیں کچھ برہمن جو پاتا یہ انعام — اے

ماہی گیر :

ناحق مجھ کو مارو مت ، سن لو پہلے بات
نام ہے میرا کسنلک دھیمر میری ذات — اے

سپاہی :

ذات پات سے کچھ نہیں ہم کو تیری کام
چور ہے بے شک دیکھ تو چوری کا انجام — اے

کوتوال :

ٹھہرو ٹھہرو مارو مت ، کہنے دو سب حال
بتلا تو نے پائی یہ کیسے بد افعال ! — اے

ماہی گیر :

نکلی ہے یہ پیٹ سے مچھلی کے سرکار
ثابت ہوں میں چور تو ڈالو مجھ کو مار — اے

۳- دھن کالنگڑا ، تال کہروا ، طرز : ”مرے دل کا ملولا کیسے جانے گا“

سپاہی :

کھائے انگوٹھی راجا کی مچھلی ، یہ کیا بات
سمجھے ہم تو چور ہے کوئی بڑا بد ذات — اہے

کوتوال :

مچھلی کی تو آتی ہے بدبو اس میں سخت
کیا تعجب ہو اگر سچا یہ کمبخت — اہے

ماہی گیر :

سچا ہوں میں بے شبہ ، چور نہیں زنہار
میری پھوٹی قسمت نے کھلوائی ہے مار — اہے

سپاہی :

دھیمر ہے یہ ، مچھلی بھی ہیں اس کے تو پاس
ان کی ہی اس میں بھی بس آتی ہوگی باس — اہے

کوتوال :

جو چھڑوائیں راجا سے ہم کر کے تقریر
تو رشوت میں دے گا کیا کہہ اے ماہی گیر — اہے

ماہی گیر :

یہی انگوٹھی لے لیجے بے کھٹکے سرکار
چھوڑو مجھ کو ، دیکھوں میں اب اپنا گھر بار — اہے

سپاہی :

راجا کی انگشتری دیں رشوت میں آپ
ہے راجا دشینت کیا پاپی ! تیرا باپ ؟ — اہے

کوتوال :

ہضم نہ ہوگی آہ یہ ہم کو تو زنہار
واقف اس سے ہو گیا اب سارا بازار ــ اے ہے

ماہی گیر :

اور نہیں کچھ دینے کو صاحب میرے پاس

سپاہی :

تو بس اپنے جینے کی مت رکھ اب تو آس ــ اے ہے

ماہی گیر : اچھا صاحب لے لیجے آپ یہ میرا جال
سپاہی : سولی دلوا دو اسے یہ تو ہے کنگال ــ اے ہے

کوتوال :

اچھا اس کو پہنچاؤ تم فوراً دربار
اس کے حق میں دلوائیں ہم اب حکمِ دار ــ اے ہے

[کوتوال کا سپاہیوں سے کنسلک کو پکڑوانا اور سب کا جانا]

آٹھواں سین

دشینت کا دربار[1]

[دشینت کے حضور میں رامشگروں کا ناچتے گاتے نظر آنا]

رامشگر : غزل[2]

نہیں راجا کوئی اب آپ کا دنیا میں ثانی ہے
بروں پر قہر ، نیکوں پر ہمیشہ مہربانی ہے
تنِ نازک پہ غیروں کے لیے تم رنج سہتے ہو
یہی اک راہ و رسمِ راجگانِ خاندانی ہے
درخت سایہ گستر جیسے خود تو دھوپ سہتا ہے
مگر حق میں مسافر کے وہ بے شک زندگانی ہے

[کوتوال کا آنا]

کوتوال : غزل[3]

رہیں راجا جی شاد و خرم سدا
انگوٹھی یہ ہے آپ کی بے بہا

۱- پردہ نمبر ۱۳ -
۲- دھن کافی ، تال پنجابی ٹھیکہ ، طرز : ''سکندر کو جو آئینہ سا رخ اپنا دکھا دیتا''
۳- دھن مالکونس ، تال چاچر ، طرز : ''یہ مکر اپنا دے چھوڑ مکار تو''

اسے بیچنے لایا اک ماہی گیر
تو چوری میں وہ آج پکڑا گیا
وہ کہتا ہے نکلی تھی مچھلی اسے
اسی کے شکم سے ملی برملا
نہیں یہ جواب اس کا ہرگز صحیح
اسے چاہیے سخت دینا سزا

دشینت : **غزل**[۴]

وہ دھیمر نہیں چور ، اے کوتوال
انگوٹھی کا ہم کو ہے معلوم حال
اسے اس کی قیمت ہزار اشرف
خزانے سے دلوا کے کر دے نہال

[کوتوال کا جانا ، دشینت کا انگوٹھی دیکھ دیکھ کر آنسو بہانا]

دشینت : **غزل**[۵]

ہیہات انگوٹھی تو وہی آج یہ پائی
محبوبہ کی انگلی میں جو تھی میں نے پنہائی
مچھلی کے شکم سے یہ برآمد ہوئی بے شک
دلبر نے لبِ جو تھی یہ تحقیق گنوائی
کیا سحر تھا ، محبوبہ کو بلوایا نہ میں نے
بھولا اسے ، جب خود وہ مرے سامنے آئی

۴۔ دھن ، تال ، طرز : مذکور ۔
۵۔ دھن مالکونس ، تال دادرا ، طرز : ''افسوس یہ کیا دل میں ترے آج سمائی''

پہچانا جو دلبر کو نہ تھا دیکھ کے میں نے
تھی کون سی وحشت مری نظروں میں سمائی
بھولا ہی رہا کچھ نہ مرے دھیان میں آیا
گو یاد ہر اک بات مجھے اس نے دلائی
گستاخی سے کیا کیا نہ کہا اس کو صد افسوس!
تھی میری صنم، جس کو میں سمجھا تھا پرائی
موجود ہے پر اب بھی پروہت کے یہاں وہ
ہو وصل جو، دشوار نہیں ایسی جدائی
لاتا ہوں منا کر ابھی اس آئنہ رو کو
کیا ایسی کدورت ہے جو مشکل ہو صفائی
توقیر بڑھاؤں گا ابھی قدموں پہ گر کر
ذلت جو مرے ہاتھ سے ہے اس نے اٹھائی

[راجا کا جانے کے لیے قدم بڑھانا، پروہت کا گھبرایا ہوا آنا]

پروہت : **غزل**[6]

راجہ جی خوش رہو سدا، سنیے گا غور سے ذرا
گزرا ہے آج برملا، ایک عجیب ماجرا
میں تو چمن کے چاہ پر، کرتا تھا پوجا بے خطر
صحنِ چمن میں روتی تھی، غم سے بہت شکنتلا
اتنے میں اک پری وہاں، نکلی زمیں سے ناگہاں
اس سے شکنتلا نے سب، اپنا غم و الم کہا

۶- دھن بلاول، تال دادرا، طرز: ''اس کو تلاش کر کے لا اے مری جان نکل نکل''

پوجا میں جلدی میں نے کی ، پر نہ تمام ہو سکی
اور معِ شکنتلا ، خاک میں وہ گئی ملا
پوجا ہوئی تمام جب ، ڈھونڈا شکنتلا کو تب
اس کا مگر کسی جگہ ، پایا نہ میں نے کچھ پتا

دشینت : غزل[ے]

یہ تو جانکاہ خبر تو نے سنائی افسوس!
عمر بھر کو ہوئی دلبر سے جدائی افسوس!
آہ کیا میری سمجھ پر پڑے پتّھر اُس دم
اپنی محبوبہ کو جب سمجھا پرائی افسوس!
ہائے کیا سحر تھا ، پر بات رہا میں بھولا
یاد اس نے تو بہت مجھ کو دلائی افسوس!
دل میں اُس آئنہ‌رو کے تھی کدروت مجھ سے
اب نہ باقی رہی کچھ شکلِ صفائی افسوس!
ہائے میں پہنچوں پرستاں میں بھلا اب کیونکر
کیسے پریوں میں بشر کی ہو رسائی افسوس!

[راجا کا آنسو بہانا ، سب کا سکتے کی حالت میں تکتے رہ جانا]
[تیسرے ایکٹ کا اختتام پانا ، ڈراپ سین کا گرایا جانا]

ے۔ دھن بروا ، تال دادرا ، طرز : ''اے فلک تو نے ستم ہائے غضب کیسا کیا''

چوتھا ایکٹ

پہلا سین

دشینت کا باغ[1]

[راجا دشینت کا بے قرار آنا]

دشینت : غزل[2]

تیرے فراق نے مجھے مارا شکنتلا
مل اب تو جلد آکے خدا را شکنتلا
منزل سے پھیرا میں نے جو اے ماہرو تجھے
برگشتہ بخت کا ہوا تارا شکنتلا
اپنے کیے کا ہائے کروں میں علاج کیا
ناچار ہوں ، نہیں کوئی چارا شکنتلا
کیونکر ہوں زندگی سے نہ مایوس ہجر میں
ہو جب کہ وصل کا نہ سہارا شکنتلا
تو ہی جدا ہے مجھ سے مری جانِ جاں تو پھر
کیا خاک زندگی ہو گوارا شکنتلا

[ماتل دیو کا زمین سے نکل آنا]

۱۔ پردہ نمبر ۶ ۔
۲۔ دھن مانڈ ، تال دادرا ، طرز : "ڈھونڈیں گے آسماں کوئی اب اے بہن نیا"

ماتلی دیو : گانا[3]

دُشینت مہاراجہ! ہمیشہ رہو تم شاد
اِندر نے کیا اپنی سبھا میں ہے تمھیں یاد
منہ راچھسوں نے راجا کے فرمان سے موڑا
اور اس کی اطاعت کو بغاوت سے ہے چھوڑا
اِندر انھیں جب کر نہ سکا زیر مہاراج!
امداد کو تب اپنی بلایا ہے تمھیں آج

[دیو کا تالی بجانا ، ایک مور کا آسمان پر سے اُتر آنا]

لو تیر و کمان ہاتھ میں ، حاضر ہے سواری
خوش ہو کے چڑھو اس پہ کہ نادر ہے سواری
پہنچائے گا یہ مور تمھیں کوہ کے اوپر
میں تم سے ملوں گا وہیں اِندر کو خبر کر

[دشینت کا مور پر سوار ہونا ، مور کا اُڑ جانا ، ماتلی دیو کا زمین میں سمانا]

۳۔ دھن برہنس ، تال دادرا ، طرز : "الہام الف سے ہوا ، اللہ ہے بس ایک"

دوسرا سین

ہیمکوٹ پہاڑ[1]

[دو گوشائیوں کا سر دومن کو کھلاتے ہوئے آنا]

گوشائیں : **ٹھمری**[2]

شوخی مت کر میرے پیارے کھیل سیدھا سیدھا جانی—شوخی
باپ ترا دشینت راجا ، شکنتلا ماں رانی
پریوں کی سرتاج مینکا ، ہے تیری تو نانی—شوخی
خالی تیرا کوئی نہیں بہادری سے کام
اس سے ہی تو نے تو پایا سردومن ہے نام—شوخی

[دشینت کا بسواری طاؤس اتر آنا ، گوشائیوں کا سردومن کو مور دکھانا]

گوشائیں : **دادرا**[3]

دیکھو میرے پیارے وہ ذرا شکنت لا مثال

سردومن : ہے کہاں ہماری ماں شکنتلا ملک خصال—دیکھو

۱- پردہ نمبر ۴ -
۲- دھن کالنگڑا ، تال کہروا ، طرز : ''میں تو باورچی کی بیٹی''
۳- دھن کھماچ ، تال دادرا ، طرز : ''آج کانھا موہے لینوبانسری بجانے کے''

گوشائیں :

ماں یہاں نہیں تمھاری ، اک لطیفہ تھی یہ بات
خوشنما یہ مور تھا دکھایا تم کو میرے لال—دیکھو

دشینت : (خود سے)

اس کی ماں شکنتلا ہے ، میری پیاری یا کہ غیر
پوچھوں ان گوشائیوں سے اس کے باپ کا تو حال—دیکھو

[گوشائیں سے]

کہیے اس دلبر طفل کا ، پدر ہے کون شخص ؟
نام اس کا دو بتا تو مہربانی ہو کمال—دیکھو

گوشائیں :

نام لیں گے ہم نہ اس کا ، پر یہ دیتے ہیں پتا
جس نے اپنی بیاہتا کو بے خطا دیا نکال—دیکھو

دشینت :

یہ قصور مجھ سے ہی ہوا ہے ، ہوں دشینت میں
میری پیاری ہی شکنتلا تھی اک پری جمال—دیکھو

گوشائیں :

اس کی ماں شکنتلا کے تم ہی دلربا ہو بس
کر دیا جدائی نے تمھاری اس کو پائمال—دیکھو

دشینت :

تم خدا کے واسطے ملا دو مجھ کو اس سے جلد
اب غم جدائی سے بہت ہے میرا جی نڈھال—دیکھو

گوشائیں :

لاتے ہیں شکنتلا کو ہم یہیں ، نہ کھاؤ غم
مدتِ فراق گزری ، ہے زمانۂ وصال—دیکھو

[گوشائیوں کا جانا ، دشینت کا سردومن کو چھاتی سے لگانا]

دشینت :

اب نہ جا پدر کے پاس سے کہیں بھی اے پسر
میرے باغِ عیش کا ہے تو تو پیارے نونہال—دیکھو

[شکنتلا کا گوشائیوں کے ساتھ بہلباسِ جوگن آنا اور دشینت کو
حیرت سے تکتے رہ جانا]

دشینت : غزل[۳]

ہائے ہے بھیس میں جوگن کے ہماری پیاری
مل گلے سے مرے اے ہجر کی ماری پیاری !
پیرہن گیروا ہے ، تن پہ رمائے ہے بھبوت
تیرے پیرائے کے صدقے ، ترے واری ، پیاری !

[شکنتلا کا آنسو بہانا]

تھا نہ پہچانا تجھے میں نے ، جب آئی تھی گھر
میری کج خلقی وہ تو بھول جا ساری پیاری
درد و غم سے ترے ہوتا ہے جگر شق میرا
کر نہ للہ (تو) اب گریہ و زاری پیاری

[دشینت کا شکنتلا کو گلے سے لگانا ، شکنتلا کا خوش ہو جانا]

۳۔ دھن بھوپالی ، تال دادرا ، طرز : ”مر گیا جو ، ہوئی بس آج قیامت اس کی“

شکنتلا : **غزل**[۵]

مجھے ہجر کب تھا گوارا تمھارا
پھرا مجھ سے جی پر دل آرا تمھارا
مقدّر میں اپنے تھے آلام لکھے
قصور اس میں کیا تھا پیارا تمھارا
تمھیں رانیاں مجھ سے بہتر ہیں صدہا
مجھے راجا ہے اک سہارا تمھارا
نہ امید تھی ہجر میں یہ تو ہرگز
کہ پھر وصل ہوگا دوبارا تمھارا
مگر تھا مقدّر میں جو وصل پھر بھی
گزر ہو گیا یاں قضا را تمھارا
سر و چشم سے لاؤں اب وہ بجا میں
مری سمت ہو جو اشارا تمھارا
کرو پیار اس کو بھی رشکِ قمر تم
پسر یہ تو ہے ماہ پارا تمھارا

[دشینت کا سردومن کو گود میں اٹھانا ، ماتل دیو کا یکایک
زمین سے نکل آنا]

گانا[۶]

ماتل دیو : مبارک یہ دن تم کو اے راجہ! ہو
کہ پایا ہے پھر اپنی محبوبہ کو

۵- دھن بھیرویں ، تال چاچر ، طرز : ''جہاں میں نہیں یار کوئی کسی کا''
۶- دھن بھیرویں ، تال چاچر ، طرز : ''خدا راجہ جی کو رکھے شادمان''

پسر کا بھی منہ اپنے دیکھا ہے آج
مبارک ہو یہ وارثِ تخت و تاج

: تمنائے دل میری بر آئی پر
نہ اِندر کو اس بات کی ہو خبر

ہو : انھیں تو ہے معلوم کل واردات
چھپے دیوتاؤں سے کب کوئی بات
یہی ان کے بلوانے کا تھا سبب
کہ مل جاؤ تم اپنی دلبر سے اب
اگر تم نہ مل جاتے آپس میں آپ
تو وہ خود کراتے تمہارا ملاپ

: چلو پیاری اِندر کی سرکار میں

: مجھے شرم آئے گی دربار میں

ہو : نہیں شرم چلنے میں اِندر کے پاس
کرو زیبِ تن تم بھی عمدہ لباس
مجھے حکم ہے لا تو دونوں کو ساتھ
کہ ملوائے جائیں گے آپس میں ہاتھ

[سب کا جانا]

چوتھا ایکٹ

تیسرا سین

اندر کا دربار[1]

[راجا اندر کے دربار میں پریوں اور دیووں کا مؤدب استادہ نظر آنا ۔ راجا اندر کا مینکا پری کو غمگین پا کر سمجھانا]

راجا اِندر : **غزل[2]**

اے مینکا پری ! تجھے کیوں اضطرار ہے
اب روتی کس لیے تو عبث زار زار ہے
دشینت سے ملی تری بیٹی شکنتلا
پہلے سے بھی زیادہ زن و شُو میں پیار ہے
تیرا نواسا سردومن باپ سے ملا
دشینت اپنے بیٹے پہ جی سے نثار ہے
باہم صفائی ہو گئی پر میں نکالوں گا
دل میں شکنتلا کے جو غم کا غبار ہے
ماتل گیا ہے اُن کو یہاں لانے کے لیے
مجھ کو انھی کے آنے کا اب انتظار ہے

[دشینت کا مع شکنتلا و سردومن کے بہ ہمراہی ماتل آنا ، راجا اِندر کا تعظیماً تخت چھوڑ کر کھڑا ہو جانا]

۱۔ پردہ نمبر ۱۴ ۔
۲۔ دھن بہاگ ، تال دادرا ، طرز : ”ہم نے تو قیس کا یہ سنا حالِ زار ہے“

دشینت : غزل[3]

حسب الطلب حضوری میں حاضر ہوں میں شہا
جو حکم ہو وہ لاؤں سر و چشم سے بجا

راجا اِندر :

مطلب جو تھا بلانے سے وہ ہو گیا حصول
خود ہی شکنتلا کو قبول آپ نے کیا

[شکنتلا سے]

بھولے تھے راجا تجھ کو نہ خود بے وفائی سے
دُرباسا رِش کا تھا یہ سراپ اے شکنتلا!

شکنتلا :

شکرِ خدا کہ بھولا تھا شوہر نہ مجھ کو آپ
دُرباسا رِش کی پوری ہوئی تھی وہ بد دعا

مینکا پری :

احساں بڑا کیا ہے یہ اے راجا تم نے آج
بیٹی کو میری اپنی جو خدمت میں پھر لیا

راجا اِندر :

تم دونوں روبرو مرے پھر بھی ملاؤ ہاتھ
سب پریاں ناچیں گائیں ، منائیں خوشی ذرا

[دشینت و شکنتلا کا باہم ہاتھ ملانا ، سب پریوں کا ناچ ناچ مبارک باد گانا]

۳۔ دھن ضلع جھنجوٹی ، تال دادرا ، طرز : ”دل کو ہمارے عشق بتِ دلربا سے ہے“

سب پریاں :

گانا[۴]

تمھیں راجا مبارک دلبر
تجھے بیٹی مبارک شوہر — تمھیں
سردومن فرزند تمھارا
ہوئے جہاں کا افسر — تجھے
نام تمھارا تا بہ قیامت
رکھے خدا بالا تر — تجھے
لکھا حافظ خوب یہ ناٹک
فضل خدا ہو تجھ پر — تجھے

[کھیل کا اختتام پانا ، ڈراپ سین کا گرایا جانا]

۴۔ دھن جوگیا اساوری ، تال کہروا ، طرز : ''جئیں رانا نہال سنگھ دائم''

فرہنگ شکنتلا ناٹک

پہلا ایکٹ

پہلا سین

جپ تپ = عبادت ۔
رش = رشی ۔

پہلا ایکٹ

چوتھا سین

بسوا منی = بسوامتر (اصل : وشوامتر) ۔

دوسرا ایکٹ

پہلا سین

سویم = خود ، آپ ۔

دوسرا ایکٹ

دوسرا سین

آشتھل = جگہ ، خصوصیت سے فقیروں اور سادھوؤں کے رہنے کی جگہ ۔
سوم = سویم = خود ، آپ ۔

دوسرا ایکٹ

تیسرا سین

بروے = پودے ۔
آدھک = زیادہ ۔
سکمار = نازک اندام ۔
آگیان = صحیح آگیا = حکم ، اجازت ۔
انگ = بدن ، جسم ۔
سگن = سنسکرت میں سکن ، فارسی میں شگون = نیک فال ۔
گہے گا = (گہنا = پکڑنا) پکڑے گا ۔
سپھل ہونا = بار آور ہونا ، نتیجہ خیز ہونا ۔
انگرہ = مہربانی ، عنایت ۔
پرتاپی = ذی وقار ، عالی مرتبت ، اقبال مند ۔
راجبرش = راج رشی ، بڑا رشی ۔
اتپت = پیدائش ۔

شنکا مان = (شنکا = خوف ، اندیشہ) ڈر کے مارے ۔
ڈگانا = گرانا ، ضُعف پہنچانا ۔
کے نِمت = کی غرض سے ۔
اپسرا = پری ۔
نِرکھتے ہی = (نِرکھنا = دیکھنا) دیکھتے ہی ۔
تپسوی = زاہد ، عابد ، جوگی ۔
سنکلپ = ارادہ ، عہد ۔
(کے) سمان = (کے) مانند ۔
کُداچِت = کاش ۔
باسن = بامھن ، برہمن ۔
آدر = عزت ۔
انیک بھانت = پوری طرح ، اچھی طرح ۔
آکلاتی ہوگی = (آکلانا = پریشان ہونا ، گھبرانا) گھبراتی ہوگی ۔
بیگ بیگ = جلدی جلدی ، تیزی سے ۔
چھیم کُشل = خیر و عافیت ۔
تم سریکے = تم جیسے ۔
پُرشوں کا = (پُرش = مرد) مردوں کا ۔
ستکار = خاطر تواضع ، مہمان نوازی ۔

دوسرا ایکٹ

چوتھا سین

آہنگ = مفلوج ۔
کونچ کر = چبھوکر ۔
راچھس = راکشس ، دیو ۔
دکھن ڈالنا = دوکھن یا دوشن ڈالنا ، خرابی ڈالنا ، کھنڈت ڈالنا ۔
رکشا = حفاظت ۔
دوت = قاصد ۔
سنمُکھ = سامنے کے رخ ، سامنے کی طرف ۔
آر بل = عمر کی مدت ؛ عمر ۔
کے نِمت = کی غرض سے ۔
برس گانٹھ = سالگرہ ۔
اُتسو = جشن ، تقریب ۔
سمے = وقت ۔
اوش = (اوشیہ) ضرور ۔
نِرشنک = (شنکا = اندیشہ) بے خوف بے فکر ۔

تیسرا ایکٹ

پہلا سین

بینتے ہوئے = چنتے ہوئے (بیننا = چننا) ۔
اتیت = سادھو ، جوگی ۔
پرنتُ = لیکن ۔
بیگ بیگ = جلدی جلدی ۔
بیگ چلو = جلدی چلو ۔
رس بھرے = (رس = غصہ) غصے میں بھرے ہوئے ۔

اُتاولی = جلد باز ۔
اُلنگھن = خلاف ورزی ۔
راج رِشی = راج رِشی ، بڑے رشی ۔
آشا = اُمید ، توقع ۔
پَرنتُ = پَرنت ، لیکن ۔
سراپ = بد دُعا ۔
سوبھاؤ = طبیعت ، مزاج ۔
کومَل = نازک ۔
ملکا = چنبیلی ۔
لتا = بیل (ب ے ل) ۔
تَپّا = کرم ۔
تپسوی = زاہد ، عابد ۔

تیسرا ایکٹ

دوسرا سین

کُداچِت = کاش ۔
ترنت = فوراً ۔
مُندری = انگوٹھی ، مُہر ۔
سندیہہ = پریشانی ۔
شنکا = خوف ۔
بہُدھا = اکثر ۔

تیسرا ایکٹ

چوتھا سین

بِواہ = بیاہ ۔

پرسَنتا (سے) = خوشی (سے) ۔
انگیکار کیا = قبول کیا ، منظور کیا ۔
گربھوتی = گربھ وتی : حاملہ ۔
رنواس = حَرم ۔
شاستر انُسار = (انُسار = مطابق) مذہبی قوانین کے مطابق ۔
بیوہار = برتاؤ ، سلوک ۔
لوکا چار = (لوک + آچار) لوگوں کا طریقہ ، عام رواج ۔
پت لے = (پتی + لَے) شوہر کا گھر ، یہاں شوہر والی ۔
پھیر میں = بعد میں ۔
پت لے ہوئے پھیر میں = شادی شدہ ہونے کے بعد ۔
شیلتا = خوش دِلی ۔
پرنتُ = لیکن ۔
چُواؤ کرنا = باتیں بنانا ، لعن طعن کرنا ۔
اِچّھا = خواہش ، مرضی ۔
اِیشورج = (ایشوریہ) اقتدار ، عظمت ۔
مد = نشہ ۔
چِت = دِل ۔
اِستھر = مُستحکم ، مستقل ، مضبوط ۔

پت = شوہر ۔
بچن = بات ۔
اپرادھ = قصور ۔
اپمان = توہین ۔
ڈگ جانا = متزلزل ہو جانا ۔
ہری = ہاری ۔
چلیتا = چالاکی ۔
لجے جاتا ہے = لجاتا ہے ، شرماتا ہے ۔
گپت = پوشیدہ ۔
سندیہہ = شبہہ ۔
پریکشا کرنا = آزمانا ، امتحان لینا ۔
پریت = محبت ۔
سبھاؤ = طبیعت ، مزاج ۔
کال = وقت ۔
اتر = جواب ۔
چھل = فریب ، مکاری ۔
پرتیت کرنا = قبول کرنا ۔
دوش لگانا = الزام لگانا ۔
بھاری بپت = بڑی مصیبت ۔
بَرمَنُش = (بر + منشیہ) برگزیدہ شخص ۔
باد = بحث ۔
ارتھ = نتیجہ ۔
سندیسا = پیغام ۔

بواہتا = شادی شدہ ۔
بواہتا استری = بیوی ۔
ادھکار = اختیار ۔
بلاپ کرنا = رونا ، دہائی دینا ۔
نرموہی = موہ = محبت ، موہی = محبت کرنے والا ۔ نرموہی = جسے محبت نہ ہو ، بے مہر ۔
ابھاگی = (ابھاگ = بدنصیبی) بدنصیب ، بدقسمت ۔
اوگن = بری عادت ، شرارت ۔
سوتیج = (سچیت کی بگڑی ہوئی عورت) بے فکر ، بے غم ۔
بھاگیوان = (بھاگیہ + وان ، بھاگ = قسمت) بھاگوان = قسمت والا ۔
داسی = کنیز ۔
کاسودنی = کمودنی ، کنول کے پھول کی ایک قسم ۔
ست = سچ ۔
پرنت = پرنتُ ، لیکن ۔
ادھرم = خطا ، غلط کاری ۔
اکشرت = ناکردہ ، جو کچھ نہ کیا ہو ۔
لجے جانا = لجانا ، شرمانا ۔
اپائے = ترکیب ، علاج ۔
اچت — مناسب ۔
ارتھات = یعنی ، مطلب یہ ہے کہ ۔

نِواس کرنا = رہنا ۔
چکرورتی = دنیا بھر کا بادشاہ ۔
کُداچت = کاش ایسا ہو کہ ۔
لکشن = لچھن ، اطوار ۔
آدر پُوروک = (آدر = عزت)
عزت کے ساتھ ۔

تیسرا ایکٹ

پانچواں سین

پایاں = پاؤں ۔
جیوست گنوا = جان ست کھو ۔
دِھیمر = (دِھیور) مچھیرا ۔
پوکھر = تالاب ۔

حواشی شکنتلا

پہلا ایکٹ

تیسرا سین

۴- اصل : "بسوامتر کا مینکا پری کو دیکھ کر اس پر فریفتہ ہو جانا" مرتّب نے یہ عبارت غیرضروری سمجھ کر مناسب الفاظ میں کردار کے سامنے اس ہدایت کو درج کیا ۔ یہ التزام ڈرامے کے بعض دوسرے مقامات پر بھی کیا گیا ہے ۔

۹- اصل : "گل" مصرع بے وزن تھا ، تصحیح قیاسی کی گئی ہے ۔

دوسرا ایکٹ

تیسرا سین

۷- اضافۂ مرتب ۔

تیسرا ایکٹ

تیسرا سین

۳- اصل : ایگزٹ ۔